علیؑ تو علیؑ ہے

مولف
پروفیسر علی نقی

ناشر
ادارۂ تعلیم و تربیت لاہور

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

نام کتاب ـــــــ علیؑ تو علیؑ ہے

مولف: ـــــــ علی نقی

معاون: ـــــــ جناب جمیل اختر ایڈووکیٹ

تعداد ـــــــ 500

ناشر ـــــــ ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

قیمت ـــــــ روپیہ

فہرست

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو امام العصر والزمان علیہ السلام کی خدمت میں
ہدیہ کرتا ہوں

علی نقی

قائد شہید کا پیغام بمناسبت شہادت حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"اَلَا اَنَّ لِکُلِّ مَامُوْمٍ اِمَاماً یَقْتَدِیْ بِہٖ وَ یَسْتَضِیٔ بِنُوْرِ عِلْمِہٖ"

ہر ماموم کا کوئی امام ہوتا ہے جو اس کی پیروی کر کے اس کے نور علم سے منور ہوتا ہے۔ (حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام)

یہ ایام اس ذات سے منسوب ہیں جو بیک وقت عظیم ترین فیلسوف الٰہی بھی تھے اور بزرگ ترین انقلابی رہبر بھی' ہدایت کا بلندترین مینار ' علم و عرفان اور حکمت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی۔ جہاد کے میدان میں نڈر سپاہی ' محراب عبادت میں عبد مطیع اور ظلمت و گمراہی میں بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے حق و صداقت کی طرف ہدایت کرنے والا عظیم ترین پیرو مرشد۔

رات کی تاریکیوں میں ما سوائے اللہ کے ہر شے سے منقطع ہو کر اس کی عظیم روح عرفان کے بلند ترین منازل کی سیر کرتی تو دن کے اجالے میں معاشرے کے بے کس اور دردمند انسانوں کے لئے رووٗف ' سرپرست و مہربان باپ کی حیثیت سے ان کے درد و مصیبتوں کے حل کے لئے کوشاں رہتے۔ جہاں رات کی تاریکیوں میں ستاروں کی آنکھوں کو اپنے عابدانہ آنسوؤں سے اور آسمان میں فرشتوں کے کانوں کو عاشقانہ مناجات سے کبھی محروم نہ کیا وہاں دن کے اجالے میں علم و حکمت و عرفان کے تشنگان کو اپنے سینے میں موجود خدائی ذخیرہ علم سے سیراب کرتے رہے۔ خلاصہ علیؑ وہ ہستی ہے جس کی توصیف سے زبان عاجز اور قلم لکھنے سے قاصر ہے آپ کی شخصیت مظہر صفات الٰہی اور حجت خدا ہیں۔

افسوس کہ ہمارے امام اتنے عظیم صفات و کمالات کے مالک لیکن ہم ان کی پیروی کرنے کے مدعی ہونے کے باوجود اس کے بتائے ہوئے اصولوں پر صحیح معنوں میں گامزن نہ ہو سکے۔

مولا علیؑ کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل ہمارے لئے ایک درس اور ایک ہدایت نامہ ہے اگر مولاؑ کی زندگی میں میثم تمارؓ کمیلؓ، مالک اشترؓ اور محمد بن ابی بکرؓ جیسے عظیم انسان تربیت ہوئے تو آج بھی مولاؑ کے کلمات مواعظ و حکم کی برکت سے قوم کے لئے مایہ ناز خادم، مخلص سپاہی اور باایثار لیڈر تربیت کئے جا سکتے ہیں۔

میں قوم کے بزرگوں، دانشوروں اور نوجوانوں سے بحیثیت مولاؑ کے شیدائی کے درخواست کرتا ہوں کہ نہج البلاغہ کو نہ بھولیں وہ کتاب جو "دُوْنَ کَلَامِ اللّٰہِ اور فَوْقَ کَلَامِ الْبَشَرِ" ہے اپنی زندگی کے تمام مسائل چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا معاشی، جہاد کے رموز ہوں یا شہادت کی منازل سب کے لئے مولائے کائنات کی زندگی کا دقیق مطالعہ کریں۔

اور آخر میں ادارہ دارالتبلیغ الاسلامی کے مخلص سرپرستوں اور اراکین کے لئے مزید کامیابی کا آرزومند ہوں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

العبد

عارف حسین الحسینی

۸ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

دیباچہ

میں نے کتابوں سے اقتباس نقل کئے ہیں۔ اس طرح میری کتاب تصنیف نہیں تالیف ہے۔ مولف کی غرض اس تالیف سے مصنفین کی قطار میں شامل ہونے کی نہیں صرف اہل بیت علیہم السلام کی شان میں عقیدت کا اظہار ہے۔ نہ کسی سے صلہ کی توقع ہے نہ انعام کی آرزو ہے۔ اللہ رب العزت کی عضو و تقصیرات کا صلہ چاہتا ہوں اور اہل بیت کی درگاہ سے اپنے گناہوں کی شفاعت کا انعام مانگتا ہوں۔ میری بساط ہی کیا تھی کہ میں ایسے اہم مطالب کا بیڑا اٹھاتا مگر شوق نے دل کو ایسا گدگدایا کہ بیتاب کر دیا ہر چند کہ میں اس دریا میں تیرنے کے لائق نہیں تھا۔ مگر امید نے سہارا دیا اور اس سہارے سے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔

حضرت علیؑ کی سیرت پاک' اسلامی تاریخ میں ان کے عظیم کردار اور ان کی روحانی اور اخلاقی عظمت جو اللہ تعالیٰ نے صرف ان ہی کیلئے مخصوص کی تھی۔ جہاں تک حضرت علیؑ کی شخصیت کا تعلق ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ نہ علم میں ان کا کوئی ثانی تھا اور نہ درویشی میں۔ رسول خدا کے وصال سے خود ان کی اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک ان کے فتاویٰ دینی مسئلہ پر حرف آخر سمجھے جاتے رہے۔ درویشی کا یہ عالم تھا کہ اپنے دور خلافت میں ایک درہم بھی ذاتی خرچ کیلئے بیت المال سے نہیں لیا۔ گورنروں اور دوسرے حکام پر محاسبہ اتنا سخت تھا کہ لوگ ان عہدوں کو قبول کرنے سے گھبراتے تھے۔ ان کی حیات طیبہ اور افکار مسلمانوں کیلئے تاابد مشعل راہ رہیں گے۔

آپ اوائل عمر ہی میں اسلام کی عالمی تحریک کو پروان چڑھانے کی خاطر پیغمبر کے معاون اور مخالف طاقتوں کے مقابلے میں ان کے دست و بازو بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ دعوت ذالعشیرہ میں جبکہ قریش کے مجمع پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اور تمام روسا مکہ حق کی آواز کو دبانے کی فکر میں تھے۔ آپ بزرگان قریش کی قہر آلودہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بلا جھجک

رسالت کی تصدیق کرتے کھلے بندوں آنحضرتؐ کی نصرت و حمایت کا یقین دلاتے اور کٹھن مرحلوں میں اپنے عہد و پیمان پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ مکہ کی پر آشوب زندگی میں جبکہ کفار قریش کی دل آزاری و ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی تھی اور پہاڑ کی ایک کھائی کے علاوہ کہیں سر چھپانے کی جگہ نہ رہی تھی۔ آپ اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر پیغمبر کے سینہ سپر رہے۔ سخت سے سخت آزمائشوں کا مقابلہ کیا اور کامیاب رہے۔ دنیا نے دیکھا کہ جو بزعم خویش قصر رسالت کے گرانے اور اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے در پے تھے۔ خود ہی اس طرح گرے کہ پھر سنبھل نہ سکے اور جو سنبھلے وہ ہتھیار ڈالنے اور اسلام کی کھلی مخالفت کے بعد اسلام کی آڑ لینے پر مجبور ہو گئے۔

دنیا میں ایسے انسان خال ہی خال نظر آتے ہیں۔ جن میں ایک آدھ صفت کمال کے علاوہ کوئی اور بھی فضیلت لما ہو۔ چہ جائیکہ تمام تضاد صفتیں کسی کے دامن میں جمع ہو جائیں۔ لیکن حضرت علیؑ ایسے عظیم ہیرو ہیں۔ جن میں متضاد صفات پائی جاتی ہیں اور ایسی صفات متضادہ کا بشر اولاد آدم میں پیدا نہیں ہوا۔ جس طرح حاتم طائی سے شجاعت کی توقع نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی رستم سے سخاوت کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مگر علیؑ ابن ابی طالب کی طبیعت ہر فضیلت سے پوری مناسبت اور ہر کمال سے پورا لگاؤ رکھتی ہے۔ کوئی صفت حسن کمال ایسی نہ تھی جس سے آپ کا دامن خالی رہا۔ کوئی خلعت و خوبی کوئی جمال ایسا نہ تھا جو ان کے قد و قامت پر راس نہ آیا ہو۔ جب آپ منبر پر علم و فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیرتے ہیں تو عرب بخود بت بن کر کھڑے رہ جاتے ہیں لیکن جب تلوار سونت کر جنگ کی گہرائیوں میں ڈوب جاتے ہیں تو گردنیں کاٹ کر رکھ دیتے ہیں اور شہ زوروں کو زمین پر پچھاڑ دیتے ہیں۔ تلوار لیکر اس طرح پلٹتے ہیں کہ اس سے لہو برستا ہے اور خون دل کی بوندیں ٹپک رہی ہوتی ہیں اس کے باوجود آپ زہدوں میں ممتاز اور ولیوں میں فائق تھے۔ آپ دن رات کی لڑائیوں اور چپقلشوں کے باوجود نشرِ علوم و معارف کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے

دیتے تھے۔ کبھی تلواروں کی جھنکار اور خون کی بارش میں علم و حکمت کے رموز بتائے اور کبھی ذہنی الجھاؤ اور افکار کے ہجوم میں ارشاد و فرائض انجام دیئے۔ سخاوت اور شجاعت کے متضاد تقاضے بھی ان میں پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔ اگر وہ داد دہش میں ابر باراں کی طرح برستے تھے۔ تو پہاڑ کی طرح جم کر لڑتے اور اور داد شجاعت بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے جود و قرب کی یہ حالت تھی کہ فکر و اخلاص کے زمانے میں بھی جو دن بھر کی مزدوری سے کماتے تھے۔ ان کا بیشتر حصہ ناداروں اور فاقہ کشوں میں بانٹ دیتے تھے۔ اور کبھی سائل کو اپنے گھر سے ناکام واپس نہ جانے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر میدان جنگ میں دشمن نے تلوار مانگ لی تو آپ نے اپنے زور بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے تلوار اس کے آگے پھینک دی اور ہمت کا یہ عالم تھا فوجوں کے ریلے آپ کے ثبات قدم کو جنبش نہ دے سکتے تھے اور ہر معرکہ میں فتح و کامیابی کا سہرا آپ کے سر پر رہتا تھا اور بہادر سے بہادر نبرد آزما بھی آپ کے مقابلے میں آ کر جان کو صحیح و سالم بچا کر جانے میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ ایسے بھاری بھرکم پتھروں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے جنہیں بیک وقت کئی آدمی مل کر ہلا نہیں سکتے تھے۔ قلعوں کی بڑے بڑے دروازوں کو اپنے بازوؤں کی قوت سے اکھاڑ پھینکتے تھے۔ آواز کی گھن گرج کا یہ عالم تھا کہ جب نعرہ بلند کرتے تو بڑے بڑے سورماؤں کا زہرہ آب ہو جاتا ہے اپنی جسمانی اور طبعی خصوصیات کے ساتھ ساتھ علیؑ ابن ابی طالب، دل کے بہادر، بے باک اور نڈر بھی تھے اور طاقتوں سے طاقتور حریف کا سامان کرتے ہوئے مطلقاً" گھبراہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ جن سے لڑے اسے پچھاڑے بغیر نہیں چھوڑا۔

میں اس ہستی کے بارے میں کیا کہوں جن میں تین صفتیں ایسی تین صفتوں کے ساتھ جمع تھیں جو کسی بشر میں جمع نہیں ہوئیں۔ فقر کے ساتھ سخاوت، شجاعت کے ساتھ تدبر و رائے اور علم کے ساتھ عملی کارگزاریاں، آپ کی ذات نے متضاد صفتوں کو سمیٹ لیا اور بکھرے ہوئے کمالات کو پیوند لگا کر جوڑ دیا۔

حضرت علیؑ ایسے انسان کامل ہیں۔ جو لوگوں کیلئے ہر سوال کا جواب ہیں۔

سب سے پہلے ایمان کون لایا۔ رسولؐ کی تربیت کس کو ملی۔ رسولؐ نے کس کیلئے کہا علم حاصل کرنا ہے تو اس دروازے سے آؤ۔ بستر رسولؐ پر کون سویا۔ کس کی تلوار تھی جس کیلئے لوگوں نے کہا یہ نہ ہوتی تو کفار جیت جاتے۔ بتوں سے خانہ کعبہ کی تطہیر میں رسولؐ نے کس کو شریک کیا۔ رسوم حج کو شرک سے پاک کرنے کیلئے رسولؐ نے کس کو بھیجا۔ خم غدیر میں قافلہ کس لیے ٹھہرا عقل جو بھی پوچھے زہد و تقویٰ' سخاوت' شجاعت' عبادت مظلوموں کی حمایت ظالموں سے دشمنی دین سب کچھ دنیا سراب نگاہ جدھر اٹھاؤ تمام صفات کا وہ انتہائی درجہ جس کے بعد کوئی درجہ نہ ہو۔ شعیان علیؑ کی آنکھوں میں علم خدمات۔ صفات اور قربت کی رو سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین علیؑ مولا ہیں۔

وہ ادیب تھے۔ شاعر تھے۔ فصیح و بلیغ خطیب تھے۔ علم کلام کے موجد علم النحو کے موسس۔ قرآن کے معانی و مطالب غواص مظاہر فطرت کے رمز شناس اور موت کی حقیقتوں سے باخبر خود آگاہ و خود نگر منکسر المزاج و متواضع فقیر بوریا نشین۔ صوفی باصفا۔ عالم باعمل۔ امام مجتہد۔ شجاع و جری۔ فارس و شہسوار۔ عابد و زاہد۔ قانع و متوکل اتنی ساری خوبیاں اس نیک انسان میں جمع ہو گئی تھیں۔ وہ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔ ایسے عظیم اور گوناگوں صفات کمال کا حامل شخص انسانی تاریخ میں شاید ہی کوئی دوسرا ہوا ہو۔ یہی وہ جامعیت تھی۔ جس کی بناء پر انہیں اند الجیش فی ذات اللہ (وہ تن تنہا اللہ کا ایک لشکر ہے) کا خطاب بارگاہ نبوت سے عطا ہوا۔ ان کا علم و فضل۔ ان کا زہد و تقویٰ۔ ان کی نیکی اور پارسائی۔ ان کی صداقت و امانت' انکی شجاعت و جواں مردی' ان کی ذہانت و فطانت' ان کی عزت و حمیت۔ انکی بے نفسی اور انکی بصیرت و فراست۔ ان کی فصاحت و بلاغت' ان کے دست کرم کی فیاضی اور ان کے اخلاق کی بلندی ایسی خوبیاں ہیں۔ جن سے ان کے بدترین دشمن کو بھی مجال انکار نہیں۔ ان کے ناقدین سر بہ گریباں ہیں کہ وہ بیک وقت اتنی صفات کے جامع اوران اوصاف کے حامل کیونکر ہوئے۔ علیؑ ابن ابی طالب کی جلالت شان کیلئے محتسین کا ایک بیش

خراج وہ ہے۔ جو دوسری صدی ہجری کے ایک عظیم نابغہ۔ روزگار نے ان کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ اعتراف عظمت کیلئے باعظمت ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی نے حضرت علیؑ ابن طالب کی صفات عالیہ کا تجزیہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی ذات گرامی میں ایسی فضیلتیں جمع ہو گئی تھیں۔ کہ شاید ہی کسی اور شخصیت میں یکجا ہوئی ہوں۔ وہ علم و عمل کا سنگم تھے حالانکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ عالم۔ عامل بھی ہو وہ فقیر بے نوا تھے۔ اور دل کے سخی بھی۔ حالانکہ یہ دونوں خوبیاں بہت کم کسی میں ملیں گی۔ وہ بہادر بھی تھے۔ اور خوش اخلاق بھی۔ حالانکہ زاہد عموماً" خوش اخلاق نہیں ہوتے ہیں۔ ان میں خاندانی عظمت کے ساتھ ساتھ تواضع بھی تھی حالانکہ لوگ کم ہی متواضع ہوتے ہیں۔ مشہور مغربی مورخ نقاد کار لائل حضرت علیؑ کے بارے میں لکھتا ہے۔ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی سی خوبیوں کا حامل شخص اگر خلیفہ نہ بنتا جب بھی اس کی عظمت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آتی اور اگر وہ خلیفہ بن گئے تو اس سے ان کی شان میں کچھ بھی تو اضافہ نہیں ہوا۔ خلافت راشدہ کو اس امر پر ناز ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب جیسا مقدس انسان اس کی مسند پر متمکن ہوا۔ وہ علیؑ جس کے فضائل کو بیان کرنے کیلئے زبانوں پر پہرے بیٹھائے گئے۔ جس کی محبت کی سزا موت قرار دی گئی۔ جس کی توہین و تذلیل کیلئے پوری حکومتی مشینری ایک ہزار ماہ مسلسل متحرک رہی۔ جس پر سب و شتم کرنے کیلئے سرکاری خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے اور جس کے نام کو دبانے اور مٹانے کیلئے ناپاک و اوچھا حربہ استعمال کیا گیا۔ نہ اس کا نام چھپ سکا نہ مٹ سکا۔ اسی طرح نہ اس کے فضائل دبائے جا سکے۔ نہ مٹائے جا سکے اور نہ چھپائے جا سکے۔ بلکہ جسطرح نمرودی ناپاک کوششوں کے باوجود ابراہیمی وقار کا سورج ابھر کر رہا اور فرعونی طاغوتی چالوں سازشوں اور اس کی استبدادی ہتھکنڈوں کے باوجود موسوی ہیبت کا فانوس روشن ہو کے رہا اور اپنی پوری آب و تاب سے ظلم کی گرد باطل کے بادلوں اور منافقت کے دھندلکوں کو اپنی تیز شعاعوں سے چیرتا ہوا ایسا چمکا کہ جن کو آسمان فضیلت کے

ستارے کہا گیا تھا۔ ان کی روشنی اس کے سامنے خود بخود دم توڑ گئی۔ پس حق کا بول بالا ہوا اور باطل کا منہ کالا۔ کیا کہنا علیؑ کا جس نے پیدا ہوتے ہی جو صورت دیکھی وہ عقل کل کی تھی۔ اول ماخلق اللہ العقل اور اس علم کا کیا ٹھکانہ جو باب مدینتہ العلم ہو اور جس کے لیے مدینتہ العلم کا فرمان ہو۔

انا وعلی من نور واحد۔ ترجمہ۔ میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔ یعنی علم کے دو ٹکڑے ہیں ایک صورت رسالت یعنی نبیؐ میں مکمل ہوا اور دوسرا پیکر امامت یعنی علیؑ میں مکمل ہوا۔ جن شخصیات میں یہ انوار جلوہ گر ہوئے وہ اکمل و مکمل تھیں۔ دیباچہ کا اختتام حضرت علی علیہ السلام کی ایک دعا سے کرتے ہیں۔

"اے اللہ میرے ظاہر کو اپنی اطاعت سے میرے باطن کو اپنی محبت سے اور میرے قلب کو اپنی معرفت سے میری روح کو اپنے جمال کے مشاہدہ سے اور میرے دل کی گہرائی کو اپنی حضوری سے منور فرما"

علی نقی

ولادت با سعادت علی علیہ السلام

جس دن سے رسالت مآبؐ نے خدا کی عبادت غاروں وادیوں میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھ کر شروع کی ہر نماز میں دعا مانگتے تھے۔

رب کعب لی من لدنک سلطانا" نصیرا"

پالنے والے اپنے پاس سے ایسا مددگار دے جو غالب ہو۔ محبوب مچلا ہوا تھا کہ مددگار لوں گا تو تیرے پاس سے لوں گا۔ مدتوں سے دعا کر رہے تھے۔ حبیب کو بات رکھنا تھی چاہا کہ اپنے محبوب کو اپنے گھر ہی سے مددگار دوں۔

ایک دن فاطمہ بنت اسد شوق زیارت میں قریب کعبہ آئیں آتے ہی دردزہ کی تکلیف معلوم ہوئی نگاہ کعبہ کی طرف ہاتھ آسمان کی جانب اٹھائے۔ اور کہا پروردگارا میں تجھ پر تیرے رسول پر کل انبیاء پر تمام تیری کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ تجھے میرے دادا ابراہیم خلیل اللہ کا واسطہ جنھوں نے تیرا گھر بنایا۔ اس گھر کا صدقہ جو عبادت کے لیے بنا ہے۔ اس مولود کا واسطہ جو میرے بطن میں ہے۔ جو مجھ سے باتیں کر کے میرا دل بہلاتا ہے۔ جس کی شان بتاتی ہے۔ تیری خاص نشانی مخصوص بندہ ہو گا۔ مجھ پر دردزہ کی تکلیف کو آسان کر دے۔

عباس بن عبدالمطلب روایت کرتے ہیں۔ فاطمہ بنت اسد پشت کعبہ پر یہی دعا کر رہی تھیں۔ کہ دیوار شق ہوئی آواز آئی۔ فاطمہ میرے گھر میں آؤ اسد کی بیٹی شیر خدا کی ماں نہ گھبرائیں۔ آپ کے داخل ہوتے ہی دیوار برابر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر ہم لوگ اٹھے تاکہ قفل کعبہ کھول کر چند عورتیں خدمت زچہ کے لیے بھیج دیں مگر کسی طرح قفل نہ کھلا۔ آخر راز الٰہی سمجھ کر چپ ہو گئے۔ اہل مکہ میں اس عجیب واقعہ کا گلی گلی چرچا اور عورتوں میں گھر گھر تذکرہ ہوتا رہا۔

ادھر فاطمہ بنت اسد خدا کی مہمان ہوئیں ادھر قدرتی جشن ولادت شروع ہوا۔ آسمان پر نور پھیلا۔ ستاروں کی روشنی تیز ہوئی چاند شوق دید میں پوری ضیاء کے ساتھ نکلا۔ دنیا بقعہ نور بن گئی۔ یہ غیر معمولی سامان مسرت دیکھ کر اہل مکہ متعجب تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ آج کوئی بڑی بات ظاہر ہونے والی ہے۔

سب لوگوں نے ابو طالب سے مل کر دریافت کیا۔ کیا ماجرا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔

تم سب کو مبارک ہو۔ آج خدا کے اس دوست کی ولادت ہوئی ہے جو اچھی باتوں کو رواج دینے والا۔ بری باتوں کو مٹانے والا۔ مومنین کا امیر۔ پرہیزگاروں کا امام مصیبت زدوں کا مشکل کشا۔ مجبوروں کا مددگار۔ نیکوں کے لیے رحمت۔ بدکاروں کے لیے قہر۔ آخری پیغمبر کا وصی ہو گا۔

فاطمہ بنت اسد کعبہ میں تھیں۔ قدرت فرائض میزبانی پورے کر رہی تھی۔ زچہ کے لیے قابلہ کی ضرورت ہوئی۔ حکم پاتے ہی چار بیبیاں' حوا' مریم' آسیہ' مادر موسیٰ' پہنچیں۔ فاطمہ بنت اسد کو سلام کیا اور خدمت میں مشغول ہو گئیں۔

امیرالمومنین نے پیدا ہوتے ہی خدا کے سجدہ میں سر رکھا۔ بتان حرم نے طاقوں سے گر گر کے علی کے قدموں پر سر رکھا۔ سجدہ میں تسبیح کے بجائے فرمایا۔ اشهد ان لا اله الا الله و ان محمد رسول الله و ان علیاً" امیر المومنین وصی و وزیره

جب توحید و نبوت و امامت کا اقرار کر کے ایمان کی تکمیل کر لی تو سجدہ سے سر اٹھایا۔ حضرت حوا نے گود میں لیا تو ان کو سلام کیا۔ پھر حضرت مریم و آسیہ و مادر موسیٰ نے باری باری گود میں لیا۔ سب کو سلام کیا۔ ان سب نے بچے کو پیار کیا۔ جواب سلام دیا۔ خانہ کعبہ میں حضرت علیؑ سے قبل کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا یہ وہ شرف ہے۔ جس سے ذات احدیت نے صرف حضرت علیؑ کو نوازا ہے۔

آسیہ نے لباس جنت پہنایا۔ مادر موسیٰ نے خوشبو لگائی۔ مریم نے دامن اڑھا کر گود میں لیا۔ پیشانی چومی فاطمہ بنت اسد کی گود میں دیا تین دن تک خدا نے فرائض مہمانی اپنی قدرت سے انجام دیئے۔ میوہائے جنت سے فاطمہ کی تواضع کی گئی۔ بنی ہاشم برابر کوشش کرتے رہے قفل کعبہ نہ کھلتا تھا۔ نہ کھلا۔ خدا کا راز' راز رہا۔ چوتھے دن اسی شگاف سابق کی جگہ پر در پیدا ہوا فاطمہ بنت اسد مولود کو

گود میں لیے برآمد ہوئیں۔

یہ سب کچھ ہوا مگر بچے نے ابھی تک آنکھیں نہ کھولیں۔ فاطمہ بنت اسد کو عظمت و جلالت مولود فضائل و مناقب فرزند دیکھ کر جہاں خوشی تھی۔ آنکھ نہ کھولنے کی فکر بھی دامن گیر تھی۔ دل میں سو سو طرح کے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔

ادھر فاطمہ بنت اسد بچہ کو لے کر کعبہ سے چلیں ادھر رسالت مابؐ کو قدرتی جذبہ نے استقبال کے لیے بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میرے بھائی کو مجھے دو میں دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ آنحضرت کی آواز سنتے ہی ہمک کر گود میں آگئے۔ آنکھ کھول کر چہرہ رسالت کی پہلے زیارت کی اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ سلام کے ساتھ تصدیق رسالت کی آنحضرت کو بچہ کی یہ ادا ایسی بھائی کہ پیار کیا چمکارا۔ سینے سے لگایا۔ تکمیل ایمان کر چکے تو عرض کیا اجازت ہو تو تلاوت کروں حضرت نے اجازت دی آپ نے پہلے صحف انبیاء' توریت' انجیل' زبور کی تلاوت کی اور اس شان سے کہ جن پر یہ کتابیں نازل ہوئیں تھیں۔ اگر موجود ہوتے تو خوش ہو کر اقرار کرتے۔ علی نے ہم سے بہتر طریقہ سے سنایا۔

اب قرآن سنانے کی باری آئی تو پہلے قد افلح المومنون کی تلاوت کر کے دوستوں کے لیے بشارت فلاحیت دھرائی۔ استاد سن رہا تھا شاگرد سنا رہا تھا۔ آزمائش ہوگئی کہ نور گو صلب عبدالمطلب کے بعد جدا ہو گیا تھا۔ مگر علم اسی طرح تازہ ہے۔ جب سورۃ ختم ہوا پیغمبر نے تائید فرمائی۔ بے شک تیرے سبب سے فلاحیت پا کر اہل ایمان داخل جنت ہوں گے۔

رسالت مابؐ نے فاطمہ بنت اسد سے کہا جایئے اعزا کو یہ خوشخبری سنا آیئے۔ جواب دیا دودھ کون پلائے گا۔ فرمایا اس کا میں ذمے دار ہوں۔ یہ کہہ کر منہ میں زبان دے دی اور اس طرح کہ آخر عمر تک دی ہوئی زبان نہ بدلی۔

امیرالمومنین زبان رسالت چوس کر سیر ہوئے آخر رضاعت تک یہی سلسلہ باقی رہا۔ خبر پا کر حضرت ابوطالب بھی آئے بیٹے کی ادائیں۔ تیور ہونہاری دیکھ کر

دل پھڑک اٹھا گود میں لیا ادھر رسالت مآبؐ نے گود میں لیتے ہی داہنے کان میں اذان بائیں کان میں اقامت کہی منہ میں زبان دی اوپر حکم خدا سے افواج ملائکہ تہنیت کے لیے آنے لگیں۔ جبرئیل' میکائیل' اسرافیل' ہزاروں فرشتوں کے ساتھ آئے۔ حبیب کی طرف بنی ہاشم آثار جلالت دیکھ کر خوش۔ رسالت مآبؐ قوت بازو پا کر مسرور تھے۔ اہل مکہ میں گھر گھر' کوچہ بہ کوچہ' گلی گلی اگر ذکر تھا تو علی کی ولادت کا چرچا تھا تو مولود کی فضیلتوں کا۔

"جناب فاطمہ نے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا" اے لوگو ! اللہ نے مجھے اپنی تمام مستورات پر آج فضیلت دے دی ہے۔ مجھ سے پہلے جتنی بھی عورتیں گزری ہیں سب سے مجھے بلند رتبہ سے نوازا ہے۔ اللہ نے آسیہ بنت مزاحم کو اس بات سے نوازا تھا کہ آس نے ایسے مقام پر اللہ کی عبادت کی جہاں اللہ کا نام لینا بھی گوارا نہ کیا جاتا تھا۔ اللہ نے جناب مریم کو یہ شرف بخشا کہ انہیں بیت المقدس سے ایک صحرا میں باآسانی مراحل ولادت سے گزارا۔ اور اللہ نے مجھے ان دونوں سے یہ برتر مقام دیا ہے۔ بلکہ آج تک کی آنے والی تمام مستورات سے افضل و اشرف مقام عنایت فرمایا ہے کہ میرے لیے اپنے گھر کی دیوار سے نیا در بنا کر مجھے اپنے گھر میں جگہ دی تین دن تک اللہ کی مہمان رہ کر جنت کے میوہ جات کھاتی رہی۔

اب جب کہ میں اپنے بیٹے کو ہاتھوں پر لے کر اللہ کے گھر سے باہر لا رہی تھی تو مجھے ایک ہاتف غیبی نے کہا۔ اے فاطمہ اس بچے کا نام علی رکھنا۔ میں علی اعلیٰ ہوں اسے میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ اسے اپنے تمام معاملات کا انچارج بنایا ہے۔ اسے میں نے اپنے علم مخصوص کے مخفی رازوں سے آگاہ کیا ہے۔ اپنے گھر میں ولادت کی جگہ دی ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہو گا۔ جو میرے گھر میں کھڑے ہو کر میری توحید کا اعلان کرے گا۔ بتوں کو توڑے گا۔ میرے حبیب کے بعد امام امت ہو گا۔ وہی وصی نبی ہو گا۔ اس کے موالیوں کو جنت کی بشارت ہو۔ اور اس کے منکرین حق

نافرمانوں اور رسوائی چاہنے والوں کے لیے جہنم کی وادی ویل ہے۔

صاحب مناقب نے تو یہاں تک نقل کیا ہے کہ ولادت کے بعد حضرت ابوطالبؑ نے بچہ کو لے کر بارگاہ احدیت میں عرض کی یا رب یا ذ اا لحسق الدجیٰ والقمر البتلج المفیٰ بین لنافی حکمت المقفیٰ ماذ اتری فی اسم ھذا لعبیٰ ''اے تاریک رات اور چمکتے چاند کے خالق و مالک اب تو ہی فیصلہ کر دے کہ اس بچہ کا کیا نام ہو'' تو جواب میں یہ دو شعر نازل ہوئے علی بن مسمام کی روایت کی بنا پر تختی پر لکھے ہوئے اور فضل بن شاذ ان کی روایت کی بنا پر زبان ہاتف پر

حصصتما بالولد الزکی والطاہر المنتجب الرضی

فاسمہ من شامخ علی علی اشتق اسمہ من العلی

''تمہیں ایک پاک و پاکیزہ منتخب اور پسندیدہ بچہ دیا گیا ہے۔ اس کا نام بلند و بالا اور اسم الٰہی سے مشتق یعنی علی ہے''

ساتویں دن حضرت ابو طالب علیہ السلام نے عقیقہ کیا۔ عقیقہ میں تین سو اونٹ نحر کیے۔ اور ایک ہزار گائے اور بھیڑیں ذبح کیں۔ تمام اہل مکہ کو کھلے عام کھانے پر بلایا اور فرمایا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے جاؤ اور میرے بیٹے کا عقیقہ کھاتے جاؤ۔ علامہ حلی نے کشف الحق میں لکھا ہے۔ کہ جب جناب فاطمہ گھریلو کاموں میں مصروف ہوتیں تو آنحضورؐ علیؑ کو بستر سے اٹھا کر اپنے سینہ پر سلاتے اور بہلا کر فرماتے۔ یہ میرا بھائی میرا دوست اور میرا مددگار ہے۔ یہ میرا سہارا میرا اعتماد اور میرا داماد ہے یہ میرا وصی اور میری بچی کا شوہر ہو گا۔ میری وصیت کا امین اور میرا خلیفہ ہو گا۔ بشارۃ المصطفیٰ کے مطابق آنحضورؐ علیؑ کو ہاتھوں میں اٹھا کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے بیرون مکہ کبھی میدان عرفات میں کبھی صفاء مروہ پر اور کبھی منیٰ میں لاتے تھے۔ روضہ الوعظین میں جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے آنحضورؐ سے ولادت حضرت علی علیہ السلام کے سلسلہ میں سوال کیا آپ نے مسکرا کر فرمایا جابر تو نے میرے بعد پیدا ہونے والے بہترین

مولود کا ذکر کیا ہے۔

اللہ نے تخلیق آدم سے پانچ لاکھ برس پہلے مجھے اور علی علیہ السلام کو ایک نور سے پیدا کیا ہے۔ ہم اس وقت تسبیح و تقدیس باری کرتے تھے جب کوئی اور نہ تھا تخلیق آدم کی بعد ذات احدیت نے ہمارے نور کو جبین آدم میں رکھا اس طرح ہمارا نور پاک اصلاب میں منتقل ہوتا ہوا جناب ابو طالب علیہ السلام اور جناب عبداللہ تک پہنچا ذات احدیت نے میرے نور کو میری والدہ جناب آمنہ کے سپرد کیا اور نور علی کی امینہ جناب فاطمہ بنت اسد کو قرار دیا۔ ۱۹، ۲۱، ۲۳ رمضان کو نور ولایت جناب ابو طالبؑ سے منتقل ہو کر جناب فاطمہ بنت اسد کے صدف عفت میں منتقل ہو گیا۔ جونہی یہ نور اپنی آخری قرار گاہ میں آیا وادی مکہ میں زلزلہ کی کیفیت پیدا ہو گئی تمام اہل مکہ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ پہلے تو گلیوں میں بتوں کو پکارتے رہے۔ پھر خانہ کعبہ میں آئے وہاں بتوں سے استمداد کرتے رہے۔ جب زلزلہ نہ رکا تو باہمی مشورہ سے بتوں کو اٹھا کر کوہ ابو قبیس پر آئے۔ لیکن بت اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ سکتے تھے۔ اوندھے منہ گر جاتے تھے۔ جناب ابو طالب کوہ ابوقیس پر آئے۔ اور ان سے فرمایا۔ آج بت شکن اپنے طویل سفر کی آخری منزل پر پہنچ گیا ہے۔ اور اس وقت ظہور قریب سے قریب تر ہو رہا ہے بت آج ہی سے خائف ہیں۔ یہ بیچارے کچھ نہیں کر سکیں گے اگر زلزلہ کو روکنا ہے تو میری بات مانو جس طرح میں کہوں ویسے کہتے جاؤ زلزلہ رک جائے گا۔

تمام لوگ کہنے لگے۔ ابو طالب آپ دیر نہ کریں ہمیں جلدی وہ بات بتائیں ہمارا برا حال ہو رہا ہے۔ جناب ابو طالب نے فرمایا یوں کہو۔ اے اللہ میں تجھ سے محمدیت محمود۔ علویت عالیہ اور روشن جبیں فاطمہ کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ اہل تہامہ پر رحم فرما۔ جونہی ابو طالب کی اقتدا میں ان لوگوں نے یہ دعا مانگی زلزلہ تھم گیا۔ بعد میں جب بھی کفار مکہ کو انتہائی سخت مصیبت کا سامنا ہوتا تھا۔ تو وہ انہی اسماء کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ ان کی مصیبت دور ہو جاتی تھی۔

تیرہ رجب کی رات جب حضرت علی کا خانہ کعبہ میں ظہور ہو گیا۔ قریش مکہ نے آسمان پر ستاروں کی گردش کو دیکھا آسمان سے زمین تک نور کی پھوٹتی کرنیں دیکھیں اپنے اپنے گھروں سے باہر آ کر کہنے لگے۔ آج کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ جناب ابو طالبؑ اپنے گھر سے تشریف لائے اور ان سے فرمایا۔ جاؤ اپنے گھروں میں آرام کرو۔ وہ کہنے لگے۔ ابو طالب آپ عجیب آدمی ہیں۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ آسمان کا رنگ بدل گیا ہے۔ نہ ختم ہونے والی روشنی کا سلسلہ آسمان سے زمین تک ہے۔ بھلا یہ پریشانی کی بات نہیں ہے؟ کیا اس وقت کسی کو آرام آئے گا۔ جناب ابو طالب نے فرمایا۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا تو ایسی باتیں نہ کرتے

وہ کہنے لگے تو گویا آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہے؟ جناب ابو طالب نے فرمایا۔

اگر معلوم نہ ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح پریشان ہوتا جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں کتنا مطمئن ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر ہمیں بھی بتا دیں تاکہ ہم بھی آپ کی طرح مطمئن ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ حجت خدا مکمل ہو گئی ہے۔ آج رات ولی خدا کا ظہور ہو گیا ہے۔ اللہ نے اس میں تمام خصال خیر جمع کر دی ہیں۔ یہ خاتم الاوصیاء ہے۔ امام المتقین ہے۔ ناصر دین ہے۔ مشرکین کو جڑ سے اکھاڑنے والا ہے۔ منافقین کا غیظ ہے۔ عابدین کی زینت ہے۔ رسول رب العالمین کا وصی ہے۔ امام ہدایت اور چراغ ظلمت ہے۔ شرک کو ختم کرنے والا ہے۔ شہادت فنا کرنے والا ہے۔ یہ نفس یقین اور دین کی بنیاد ہے۔

اسمائے علیؑ اور وجوہ تسمیہ

ہر بچے کا نام گھرانے کا بزرگ یا ماں باپ اپنی مرضی سے یا کسی محترم ہستی سے مشورہ کر کے رکھتے ہیں۔ اس لیے فاطمہ بنت اسد اور ابو طالب کو نام رکھنے کی فکر ہوئی۔ اور رسالت مآبؐ بھی بھائی کو گود میں لے کر نام تجویز کرنا چاہتے تھے فاطمہ بنت اسد نے کعبہ کے اندر خیال کیا تھا۔ میں اپنے باپ کے نام پر اسد نام رکھوں گی۔ جب کہ کعبہ سے نکلنے لگی تو غیبی آواز فاطمہ اس بچے کا نام علی رکھو کیونکہ میں علی اعلیٰ ہوں جس طرح میں نے نور عظمت و جلالت سے اسے پیدا کیا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا اسے اپنے آداب سکھا کر اپنے اسرار پر مطلع کر کے اپنے گھر میں پیدا کیا اس سے پہلے میرا گھر کسی کا زچہ خانہ بنا تھا نہ بنے گا۔ یہی کعبہ میں سب سے پہلے اذان دے گا میرا گھر بتوں کی نجاست سے پاک کرے گا۔ میری عظمت و بزرگی کا خود اقرار کرتے ہوئے دوسروں کو بھی سکھائے گا۔

میرے حبیب محمد مصطفیٰ کے بعد ان کا قائم مقام ہو گا۔ خوش قسمت وہی ہے جو ان کا دوست ہو اور بد قسمت وہ ہے جو اس کا دشمن ہوا۔ ابو طالب کو ایسا عظیم المرتبت فرزند پا کر نام رکھنے کی فکر ہوئی تھی بزرگ خاندان کوئی ایسا موجود نہ تھا جس سے مشورہ کرتے۔ ذات بزرگ و برتر خداوند عالم سے مشورہ کرنے کے لیے صحرا میں آئے۔ چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ پیدا کرنے والے پالنے والے چمکتے ہوئے چاند اور اندھیری رات بنانے والے خدا تو ہی بتا اپنے فرزند کا نام کیا رکھوں جواب میں ایک سبز لوح سامنے آئی آپ نے اٹھا لیا۔ اس پہ لکھا ہوا تھا اے ابو طالب تم کو اور فاطمہ بنت اسد کو میں نے اس پاک و پاکیزہ فرزند کے ساتھ مخصوص کیا خدا علی اعلیٰ ہے۔ اس نے اپنے نام سے مشتق کرنے الغرض سب نے آپ کا نام علی رکھا۔ (بحار الانوار)

اور رسالت مآبؐ نام کی فکر میں تھے بذریعہ وحی حکم ملا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح میں نے تمہارا نام محمود سے مشتق کیا اور اس طرح

تمہارے وصی کا نام بھی میں نے علی اعلیٰ سے مشتق کر کے علیؑ رکھا۔ الغرض سب نے آپ کا نام علیؑ رکھا۔ آپ سے قبل عرب یا عجم میں کسی کا نام علیؑ نہ تھا۔ یہ اچھوتا نام خزانہ قدرت میں صرف آپ کے لیے محفوظ تھا۔ سب سے پہلے دنیا میں آپ ہی کا نام علیؑ پایا۔

وجہ تسمیہ میں سے بہت سے اقوال میں بعضوں نے لکھا چونکہ آپ ہر مقابل پر غالب آنے والے تھے اس لیے خدا نے آپ کا نام علیؑ رکھا۔

بعض کہتے ہیں چونکہ آپ کا گھر جنت میں مثل رسالت مابؐ سب کے گھروں سے بلند ہو گا اس لیے علیؑ نام رکھا۔

بعض لکھتے ہیں کہ آپ کا عقد مبارک عرش پر جناب فاطمتہ الزہرہ سلام اللہ علیہا سے طے پانے لگا تھا۔ اس لیے نام علیؑ رکھا۔

چونکہ آپ کا علم مثل رسول ساری دنیا سے اعلیٰ تھا۔ اس لیے خدا نے آپ کا نام علیؑ رکھا ہے۔ (الدمعتہ الساکیہ)

شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اپنے سلسلہ سند سے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک دن کوفہ میں خطبہ دیا یہ وہ زمانہ تھا جب آپ جنگ نہروان سے واپس آ چکے تھے۔ اور آپ کو اطلاع ملی کہ معاویہ نے سر منبر ہی آپ کو سب کرنے کا حکم دے رکھا ہے تو فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ صرف اس لیے کہ قرآن کریم میں ایک آیت ہے کہ نعمات رب کا تذکرہ کیا کرو۔

اس آیت کے پیش نظر میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ تم میرے اس مقام سے جاہل ہو جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ اور میرا وقت رحلت قریب تر ہو چکا ہے جس طرح نبی کریم نے بتایا تھا میں بھی اس طرح تمہیں بتا رہا ہوں۔

میں تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسری اپنی عترت اور یہی ہادی راہ نجات ہے۔ اے لوگو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میرے علاوہ جو بھی کہے گا وہ مفتری اور کذاب ہو گا۔

میں سرور انبیاء کا بھائی اور چچا زاد ہوں آپ کی ہر مشکل کے وقت میں

آپ کی تلوار آپ کی نصرت کا سہرا اور آپ کی شجاعت رہا۔ پھر فرمایا۔ میں بہادروں کو پچھاڑنے والا ہوں۔ میں شہسواروں کا قاتل اور منکرین خدا کی موت ہوں۔ میں سرور انبیاءؑ کا داماد اور سید الاوصیاء ہوں۔ میں وصی خیر الانبیاء ہوں۔ میں باب مدینۃ العلم ہوں۔ خازن علم رسولؐ اور وارث علم رسالتؐ ہوں۔ میں اس بتول کا شوہر ہوں جو نسائے عالمین کی سردار ہے۔ جو نیک ہدایت یافتہ پاکباز اور طاہرہ فاطمہ ہے۔ جو حبیب خدا کی محبوبہ اور رسول خداؐ کے دل کا چین تھی۔

میرے دونوں بیٹے تمام بیٹوں سے افضل اور میری اولاد ہر اولاد سے افضل ہے۔ کوئی ہے جو میری ان باتوں کی تردید کر سکے۔ اہل کتاب سے اسلام قبول کرنے والے کہاں ہیں۔ انجیل میں میرا نام ایلیا اور الیا ہے۔ تورات میں میرا نام بری اور زبور میں اری ہے۔ ہندو کتب میں مجھے کیکو اور رومی زبان میں مجھے بطریس کہا گیا۔ اہل فارس مجھے حبیر اور اہل ترک مجھے شبیر کے نام سے پکارتے ہیں۔ زنگی مجھے جتر اور کاہن مجھے بوی کہتے ہیں۔ حبشی مجھے تبریک اور میری ماں مجھے حیدر کہتی تھی۔ لفت ظری میں میرا نام میمون اور عربوں میں میرا نام علیؑ ہے۔ اہل زمین ارمنی مجھے فریق اور میرا باپ مجھے ظہیر کہتا تھا۔ یقین جانو !

قرآن مجید میں اللہ نے مجھے مخصوص اسماء سے ذکر کیا۔ خیال رکھنا ان کے غلط معانی نہ گھڑ لینا دین برباد کر بیٹھو گے اللہ فرماتا ہیں۔ یقیناً" اللہ صادقین کے ساتھ ہے میں وہی صادق ہوں۔ میں دنیا اور آخرت میں موذن ہوں۔ ارشاد قدرت ہے۔

ان کے مابین موذن ایک اذان کہے گا ظالمین پر اللہ کی لعنت ہو میں وہی موذن ہوں گا۔ دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے۔ اللہ کی طرف سے اعلان ہے میں وہی اعلان ہوں میں محسن ہوں۔ ارشاد قدرت ہے اللہ محسنین کے ساتھ میں ذوالقلب ہوں۔ ارشاد قدرت ہے۔ اس میں ہر صاحب دل کیلئے ایک تذکرہ ہے۔

میں ذاکر ہوں۔ ارشاد رب العزت ہے۔ جو لوگ کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور پہلو کے بل اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ہم صاحب اعراف ہیں۔ رسول خدا نے قسم اٹھائی علی شگاف ڈالنے والی ذات کی قسم تمہارا موالی جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔ ہمارا دشمن جنت میں نہیں جا سکے گا۔

ارشاد قدرت ہے مقام اعراف پر کچھ ایسے افراد ہوں گے جو ہر شخص کو اس کی علامات کی بدولت پہچان لیں گے۔ میں داماد رسول ہوں۔ میں محفوظ رکھنے والا مان ہوں۔ ارشاد رب۔ تعلیم رسول کو محفوظ رکھنے والا کان ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔

میں مسلم ہوں ارشاد خالق ہے۔ ایک شخص دوسرے کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ اس امت کا مہدی میری اولاد سے ہو گا۔ میرے بغض سے منافق پہچانے جائیں گے اور میری محبت کی بدولت مومنین کا امتحان ہو گا۔

میرے نبی و آقا کا ہم سے یہ عہد ہے کہ یا علیؑ صرف مومن تجھ سے محبت رکھے اور منافق تجھ سے بغض رکھے گا۔

بخدا میرا محب کبھی پیاسا نہیں ہو گا اور میرا موالی کبھی خوفزدہ نہیں ہو گا۔ اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں اور اللہ میرا مولیٰ ہے۔ اللہ میرے موالیوں سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ محبوب خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ میرے دشمن کو اللہ اس لیے دشمن رکھتا ہے کہ وہ محبوب خدا کو دشمن سمجھتے ہیں۔

معانی اخیار میں عبایہ ابن ربعی سے مروی ہے کہ میں نے ابن عباس سے (روایت) سوال کیا کہ آنحضرت نے حضرت علیؑ کو ابو تراب کس مناسبت سے فرمایا تھا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت علیؑ روئے ارض کے حکمران اور اللہ کی طرف سے روئے ارض کیلئے حجت تھے میں نے آنحضور سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن جب کفار شیعان علیؑ کا مقام دیکھیں گے وہ بے ساختہ کہہ دیں گے۔ کاش ہم شیعان علیؑ سے ہوتے اس کا تذکرہ ذات احدیت نے قرآن میں ان الفاظ سے کیا ہے۔ کافر کہیں گے کاش ہم تراب ہوتے۔ آپ کا

ایک نام لعیوب الدین بھی ہے۔ لعیوب شہد کی شہزادی مکھی کو کہتے ہیں۔ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ لعیوب شہد بنا کر لانے والی ہر مکھی کا شہد چیک کرتا ہے۔

جس مکھی نے شہد گندگی سے بنا کر لایا ہوتا ہے اسے سونگھ کر نہ صرف شہد کو بیکار کر دیا جاتا ہے بلکہ اس مکھی کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت علیؑ کو لعیوب الدین کہا جاتا۔

کیونکہ محبت علیؑ ہی موجب نجات ہے قیامت کے دن ملائکہ امت مسلمہ کے ہر فرد کو چیک کریں جس کے دل میں محبت علیؑ ہو گی وہ جنت میں اور جس کے دل میں محبت نہیں ہو گی اسے جہنم میں پھینکتے جائیں گے۔ آپ کا ایک نام اسد اللہ بھی ہے۔ آپ کا ایک نام اسد رسول اللہ بھی ہے۔

رضاعت

تین دن جنتی انار کے عرق کی گھٹی آپ نے مریم کے ہاتھ سے پیا کعبہ سے نکلے تو رسالت مابؐ کی زبان چوسی جس سے باعجاز دودھ یا علم کا دریا جاری ہو کر سیر کرتا رہا اپنی اماں جان، خدا کی کنیز خاص، عابدہ، زاہدہ، فاطمہ بنت اسد کا دودھ پیا دوسری عورتوں نے بھی صاف ستھرا خوبصورت ہونہار بچہ دیکھ کر محبت و پیار سے دودھ پلانا چاہا مگر آپ منہ پھیر لیتے تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰ قصر فرعون میں کسی غیر عورت کا دودھ نہ پیتے جب آپ کی بہن آپ کی ماں کو بلا کر لائیں تو ہمک کر ماں کی گود میں آ گئے۔ اور دودھ پینے لگے۔ اور اسی طرح حضرت علیؑ نے بھی اپنی ماں کے علاوہ کسی کا دودھ نہ پیا۔

عورتیں ارمان و شوق سے کہتی تھیں کہ علیؑ کے منہ میں دودھ دے دیں مگر آپ منہ پھیر لیتے تھے۔ اور کسی طرح دودھ نہ لیتے تھے۔

پہلے دن رسالت مابؐصلعم نے اپنی زبان علیؑ کے منہ میں دی۔ آپ زبان رسالت مابؐ چوستے چوستے سو گئے۔ دوسرے دن دودھ پلانے والی عورت آئی مگر آپ نے اس عورت کا دودھ منہ میں نہ لیا۔ جب آنحضرت آئے گود میں لیا حضرت علیؑ نے سلام کیا اور مسکرا دیئے۔ فاطمہ بنت اسد نے کہا یہ بچہ آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا آپ نے خوش ہو کر زبان منہ میں دی اور بچہ نے چوسنا شروع کر دی۔ اور زبان چوستے چوستے سو گیا۔

ولیمہ

دوسرے دن جناب ابو طالب جوش مسرت میں آنحضور سے مشورہ کر کے دعوت ولیمہ کا انتظام کیا۔ تمام مکہ کی اپنے خاندان کے شایان شان دعوت کی فراخ دلی کے ساتھ انتظام کیا تھا۔ صرف گوشت کیلئے ۳۰۰ اونٹ نحر اور ایک ہزار بکریاں اور گائیں ذبحہ کی گئیں کھانا پکوایا۔ قریب خانہ کعبہ کے کھانا کھلانے کا انتظام کیا۔

جب لوگ جمع ہونے لگے تو فرمایا پہلے بچہ کے ولادت گاہ کعبہ کا ہر شخص سات مرتبہ طوائف کرے تب دستر خواں پر بیٹھے لوگ آئے تھے اس عجیب و غریب بچہ کو جو تین دن کی عمر میں ہر شخص سے باتیں کرتا تھا۔ سلام کرتے تھے اور آپ سب کو حسب مراتب جواب سلام دیتے تھے۔ مگر وہ لوگ طواف کعبہ کر کے دستر خواں پر بیٹھ جاتے۔ اور کھانا کھاتے تھے جب دعوت ختم ہو چکی شعرا عرب نے ابو طالب کی عالی ہمتی فراخ دلی کی مدح میں قصیدے پڑھے سارے عرب میں مدحیہ نظموں کے ساتھ عرصہ دراز تک اس دعوت کا چرچا رہا۔

حلیہ و سراپا

کتب تاریخ و سیر کی رو سے امیرالمومنین کا حلیہ مبارک یہ تھا۔ جسم بھاری بھرکم رنگ کھلتا ہوا گندم گوں خدوخال انتہائی موزوں اور دلکش چہرہ تبسم اور چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں۔ ابوالحجاج مدرک کہتے ہیں کان من احسن الناس وجھا سب لوگوں سے وجیہہ اور حسین تر تھے۔ پیشانی کشادہ ابن عباس فرماتے ہیں۔ مارایت احسن من شر صتہ علی میں نے علیؑ کی کہنیوں سے حسین کسی کی کہنیاں نہیں دیکھیں۔ ماتھے پر سجدوں کی کثرت سے گھٹا پڑا ہوا ستوان ناک آنکھیں بڑی اور سیاہ اور ان میں عزم و ایقان کی چمک ابوالحجاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کی آنکھوں میں سرمہ کے نشان بھی دیکھے ہیں۔ پتلیاں روشن بھویں قوس نما پلکیں الدیغی دانت مسلک منظم کی طرح ضیا بار ضرار ابن ضمرہ کنانی کہتے ہیں۔

ان تبسم فعن مثل اللولوالمنظوم اگر مسکراتے تو دانت موتیوں کی لڑی کی طرح چمکتے گردن موٹی صراحی دار سینہ چوڑا چکلا اور اس پر بال بازوں کی مچھلیاں ابھری ہوئیں شانے بھرے بھرے کلائیاں ٹھوس کلائیوں اور بازوؤں پر جوڑ کا پتہ نہ چلتا تھا۔ دونوں کندھوں کی ہڈیاں چوڑیاں اور مضبوط ہتھیلیاں سخت پنڈلیاں نہ لاغر نہ پر گوشت پیٹ کچھ نکلا ہوا ریش مبارک گھنی اور عریض سر اا،

داڑھی کے بال سفید۔ محمدؑ ابن حنیفہ کہتے ہیں۔ اختضب علی بالحسنا مرۃ ثم ترکہ۔

حضرت علیؑ نے ایک دفعہ مہندی کا خضاب لگایا اور پھر چھوڑ دیا خود کے کثرت استعمال سے سر کے اگلے حصہ پر بال اڑے ہوئے قد میانہ سے کچھ نکلتا ہوا خود فرماتے ہیں۔

حلقنی معتدلا اضرب القصیر ماقد واضرب الطویل فاقطہ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے قد و قامت میں اعتدال بخشا ہے اگر میرا حریف پست قامت ہوتا ہے تو میں اس کے سر پر ضرب لگا کر دو ٹکڑے کر دیتا ہوں۔ اگر دراز قامت ہوتا ہے تو بیچ سے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں آواز پر شکوہ رفتار پیغمبر کی رفتار سے مشابہت پروقار اور کچھ آگے کو جھکی ہوئی جب میدان جنگ میں دشمن کی طرف بڑھتے تو تیزی کے ساتھ چلتے اور آنکھوں میں سرخی دوڑ جاتی تھی۔

(سیرت امیر المومنین مفتی جعفر حسین)

اخلاق و عادات

تربیت رسول کا یہ اثر ہوا کہ آپ میں تمام وہی صفات نظر آتے تھے جو رسالت مابؐ میں موجود تھے۔ آنکھ میں مروت مزاج میں سخاوت دل میں رحم طبیعت میں انکسار میدان جنگ میں سخت بزم احباب میں نرم دل غیروں میں خود دار اپنوں میں معتدل بے تکلفی' کفار پر شدید' سنگ دلوں پر سخت مزاج' مشرکین کے لیے عذاب خدا' بے ایمانوں کے لیے قہر الٰہی' بے کسوں پر رحم' کمزورں پر مہربان' یتیموں کے ہمدرد' بیواؤں کے سہارا' ایمانداروں کے لیے رحمت خدا تھے۔ باتیں کم کرتے کرتے تو آہستہ نرم لہجہ میں موقع محل کا لحاظ رکھتے مشوروں میں بے جھجک رائے دیتے طرز ادا میں آداب لاتے خلوص جمع روح علم اقوال عین حکمت

خطبوں میں وعظ و نصیحت الفاظ و فصیح اشعار فلسفہ کی جان معرفت کا دفتر عبرت کا خزانہ فقرے سنجیدہ لطافت خیز اظہار مقصد پر لطف ادائے مطلب پر پوری قدرت بات میں اثر گواہی میں عدالت کا لحاظ فیصلہ بے لاگ معاد میں معاش کا خیال۔ تمدن دین کا پابند شگفتہ طبع بے تکلف صحبتوں میں بدلہ مزا دیتی رجستہ فقروں سے دوستوں کو بے اختیار پھڑکا دیتے باتوں میں منہ سے پھول جھڑتے کلام اس انداز سے کرتے کہ اصحاب کا دل لہلوٹ ہو جاتا۔

مبالغہ سے نفرت فخر و مباہات ناپسند جھوٹ سے زبان ناآشنا حیلہ بہانہ مکرو فریب سے قلبی نفرت جعل سازی پر فریب سیاست دنیاوی چالوں سے فطرتاً کراہت تھی ہر بات کا انجام پہلے سے معلوم ہر قدم پر آخرت کا خیال سیاست تمدن تدبر کو اس خوبی سے برتا کہ دین کو دنیا سے آراستہ فانی کو باقی سے بدل کر حکومت و سیاست کو قانون شریعت سے جدا نہیں کیا۔

میدان جنگ میں جب گئے تو تیز کوئی یہ نہ سمجھے ڈرتے ہوئے آ رہے ہیں واپس ہوئے تو بے پروائی کے ساتھ جھومتے ہوئے جیسے پھوار پر شیر چلتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں۔ احکام میں استحکام‘ ارادے میں استقلال‘ عدالت میں سخت‘ انصاف میں فرد‘ نفس کشی میں مرد تھے ذاتی معاملہ میں لاپرواہ‘ خدا پر بھروسہ‘ راضی برضا صابر تھے مگر تحفظ ایمان میں بڑے شجاع اظہار حق میں دلیر ارادے میں مضبوط جہاد میں مطمئن مقابلہ میں نڈر تھے۔ تلوار سے ہمیشہ جہاد پسند کرتے فرمایا کرتے مجھے تین چیزیں پسند ہیں تلوار سے جہاد‘ گرمی میں روزہ‘ مہمان کی خاطر و مدارات

ایک مرتبہ ضرار ابن خمرہ ضیائی معاویہ کے ہاں آئے۔ معاویہ نے کہا کہ تمہیں تو علی علیہ السلام کی صحبت میں رہنے اور انھیں قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے کچھ ان کے متعلق بیان کرو ضرار نے معذرت چاہی جب اسرار زیادہ ہوا تو کہا۔ خدا کی قسم ان کے اردادے بلند قول مضبوط تھے فیصلہ کن بات کہتے اور عدل و انصاف کے ساتھ حکم کرتے۔

ان کے پہلوؤں سے علم کے سوتے پھوٹتے اور کلام کے گوشوں سے حکمت و دانائی کے نغمے گونجتے تھے دنیا اور اس کی رونق و بہار سے وحشت کھاتے رات اور اس کے سناٹوں سے جی بہلاتے آنکھوں سے ٹپا ٹپ آنسو گرتے اور فکر و سوچ میں ڈوبتے رہتے لباس وہ پسند آتا جو مختصر ہوتا اور کھانا وہ بھاتا جو روکھا پھکا ہوتا ہم میں ایک عام آدمی کی طرح رہتے سہتے ہم کچھ پوچھتے تو جواب دیتے اور کچھ دریافت کرتے تو بتاتے۔

خدا کی قسم۔ باوجود قرب کے ان کی ہیبت و جلال کے سامنے ہمیں لب کشائی کی جرات نہ ہوتی تھی۔ اہل دین کی تعظیم کرتے مسکینوں کو قرب کا شرف بخشتے طاقتور کو یہ توقع نہ ہوئی تھی کہ بے راہ روی میں ان کی ہمدردی حاصل کر سکے گا۔ اور کمزور کو ان کے انصاف سے مایوسی نہ ہوتی تھی خدا شاہد ہے میں نے بعض مقامات پر جب کہ رات کے پردے اویزاں اور ستارے تنہا ہوتے تھے انہیں دیکھا ہے کہ اپنی ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوتے اس طرح تڑپتے تھے جس طرح کوئی مار گزیدہ تڑپتا ہے۔ اور اس طرح روتے تھے۔

جیسے کوئی غمزدہ روتا ہے اور کہہ رہے تھے اے دنیا جا کسی اور کو فریب دے کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے۔ کیا مجھ پر فریفتہ ہو کر آتی ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع کی صورت نہیں تیری عمر چند روزہ اور تیری اہمیت ہی بہت کم ہے۔ افسوس زاد راہ تھوڑا سفر دور دراز اور راستہ وحشت ناک ہے۔

یہ وہ آواز حق تھی جو امیر شام جیسے دشمن کے دربار میں بلند ہوئی جہاں حکومت کے کاسہ لیس اور دولت کے پرستار جمع تھے مگر کسی کی زبان تردید میں نہ کھل سکتی بلکہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ لوگ اس طرح دھاڑیں مار مار کر روئے کہ گلے میں پھندے پڑ گئے اور معاویہ کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں یہ تھا سیرت و حسن عمل کا مقناطیسی اثر جس کے تذکرہ نے اغیار تک کے دل موم کر دیئے اور ہستی کھیلتی محفل کا رنگ بدل دیا۔ امیرالمومنین ہیبت وصولت اور رحم و رافت کے

امتزاج کا ایک دلکش پیکر اور پہاڑ کی مانند سخت اور اترتے ہوئے بادلوں کی طرح نرم تھے حضرت کے ایک صحابی صعصعہ ابن صوحان عبدی کہتے ہیں حضرت علی ہم میں سے ایک عام آدمی کی طرح رہتے سہتے کچھ خلقی انتہائی انکسار اور نرم روی کے باوجود ہم ان کے سامنے اس طرح خائف اور ترساں رہتے جس طرح کوئی جکڑا ہوا قیدی جس کے سر پر جلاد تلوار لیے کھڑا ہو حضرت کے ایسی دبدبہ و ہیبت اور جذبہ محبت و الفت کو دیکھتے ہوئے ملا علی آذر بائیجانی نے کیا خوب کہا۔ دشمن کو للکارتے اور اس پر حملہ آور ہوتے تو اللہ کے شیر اور بخشیش و احسان کرتے تو یتیموں کے باپ نظر آتے۔

شوکت میں دبدبہ' دبدبہ میں ایمان کی شان' شان میں آن بان بات میں رکھ رکھاؤ حفظ میں ایک کا لحاظ سلام میں سبقت کرتے تھے۔

غریبوں کے تحفے بخوشی قبول فرماتے ہر شخص سے اس کی عقل کے مطابق گفتگو فرماتے دشمن بھی اگر مشورہ لیتا تو نیک صلاح دیتے بیمار کی عیادت فرماتے غم رسیدہ کو دلاسہ دیتے اپنے مال میں سخی اور دوسروں کے امین تھے۔ دل کے غنی بات کے دھنی جو کہتے وہی کرتے۔ خمس میں جو خدا کا مقرر کردہ حق ملتا وہ فقراء میں صرف کر دیتے اہل ضرورت کی کار برائی میں اپنے نفس پر تکلیف اٹھاتے۔ ان کی حاجت کو اپنی حاجت پر ترجیح دیتے۔ وعدہ کے سخت پابند تھے آرائش ناپسند تھی۔ آسائش کے متلاشی نہ تھے۔ ساری زندگی دوست تو دوست دشمن بھی عیب نہ نکال سکے۔ اس لیے بے خطا اپنے معصوم کہتے ہیں۔ بچپن سے گھوڑے کی سواری کا شوق یہ شوق ترقی کر کے اس حد کمال پر پہنچا کہ عرب کے نامور سپاہی اور بے مثل سپاہی بن گئے۔ جس کے ذریعہ سے اسلام کو بام ترقی پہنچایا آج بھی قوم کے ہر فرد کا فرض ہے۔ کہ اتباع کر کے محافظ دین بنے۔ آپ کی صفات حمیدہ دوستوں تک ہی محدود نہ تھے۔ بلکہ دشمن بھی قائل تھے۔ معاویہ جیسا دشمن نے اپنے دربار میں ضرار سے کہا تم علی کی صحبت میں رہ چکے ہو کچھ ان کے خصائل بیان کرو۔ ضرار نے جواب دیا اے معاویہ کیا بیان کرو علی کو ہر طرف سے دیکھا ہے سوا اس

کے کہ اس کے دوستوں کو حق سے زیادہ نفع حاصل نہیں ہوتا تھا ان میں کوئی عیب نظر نہیں آیا۔

علیؑ طاقت میں فرد' شوکت میں بے مثل' ہمت میں نہ ملنے والا پہاڑ تھے فیصلہ عین عدالت ہر بات روح حقیقت ہوتی تھی سینہ علم کا خزینہ زبان حکمت کا چشمہ تھی الفاظ فصاحت کا دریا معانی بلاغت کا سمندر ہوتے تھے۔ دنیا اور دنیا کی آرائشوں سے دور ایمان اور اس کے ارکان کا مجسمہ اندھیری رات میں وحشت سے مانوس خوف خدا میں گریہ زاری محبوب تھی مشکل حالات میں ہمیشہ فکر کامیاب دشواریوں میں غور کر کے ہمیشہ نجات کا راستہ نکال لیتے تھے۔ کپڑا وہی پسند جو زیادہ بڑا نہ ہو کھانا وہی مرغوب تھا جو زیادہ لذیذ نہ ہو غرباء سے بے تکلف ملتے تھے سائل کو بقدر ضرورت جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے ہر بلانے والے کے پاس فوراً جاتے۔ مگر اس بے تکلفی کے باوجود چہرے کا رعب و داب کسی کو آپ کے لیے زبان کھولنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ ہیبت سے مقابلہ میں بولنے کی جرات نہیں ہوتی تھے۔

اہل ایمان تو ہمیشہ تعظیم اہل دین کی توقیر مساکین کو پاس بٹھاتے۔ جری سے جری آدمی ان کے خوف سے ناجائز خواہش کی تمنا دل میں نہیں لا سکتا تھا کمزور سے کمزور ان کے عدل سے نا امید قوی سے قوی ان کی طرفداری کا امیدوار نہیں بنتا تھا۔ رات کی تاریکیوں میں اکثر رو رو کر فرماتے اے سونے کی زردی اے چاندی کی سفیدی کسی اور کو دھوکا دے علیؑ تیرے فریب میں آنے والا نہیں ہے۔ اے دنیا کسی دوسرے کو اپنے مکر میں پھنسانے کی کوشش کر۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں اب تو رجوع کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

اے دنیا تیری زندگی کم اور مصیبتیں بہت زیادہ ہیں۔ آہ آہ زاد سفر کم راستہ طولانی ہے یہ کلمات سن کر معاویہ سا شقی القلب رونے لگا اور کہا خدا ابوالحسن پر رحم کرے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے اے ضرار تجھے ان کے مرنے کا رنج ہوا ہے یا نہیں ضرار نے کہا بے شک رنج ہوا اور اتنا رنج جتنا ماں کو اپنی گود

کا بچہ ذبح ہونے سے ہوتا ہے۔ ارجح المطالب

بچپن

انسان کی زندگی کے تین ادوار ہیں بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ ہر سن کے تقاضے جدا اور ہر دور کے مشغلے مختلف ہوتے ہیں۔ بچپنا کا کھیل کود کا زمانہ ہے۔ جس میں کھیل کود کے علاوہ کسی اور بات کا خیال نہیں ہوتا اس دور میں نہ ہی فہم کامل ہوتا ہے اور نہ ہی شعور پختہ اور بچوں کے مشاغل سے ان کے شعور کی ناپختگی کا اظہار ہوتا رہتا ہے چنانچہ وہ اچھے برے سے آنکھ بند کر کے جن کھیلوں میں اپنے ہمسنوں کو دیکھتے ہیں۔ وہی کھیل کھیلتے اور انہی سے دلچسپی اور شغف رکھتے ہیں فرزند ابوطالب کی روش عام بچوں سے مختلف تھی وہ نہ کبھی کھیل کود میں نظر آئے نہ لہو و لعب میں دکھائی دیتے اور ان تمام مشغلوں سے جو عام طور پر بچوں کی دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں کنارہ کش رہے انہیں نہ اس سے غرض تھی کہ لہو و لعب کسے کہتے ہیں۔ اور نہ ہی اس سے کوئی مطلب تھا کہ لعب کیا ہے۔ ان کے تیوروں سے ہمت و جرات کے ولولے عیاں اور حرکات و سکنات سے عظمت و وقار کے آثار نمایاں تھے اور کیا جسمانی اور کیا ذہنی اعتبار سے ان کا بچپنا دوسرے بچوں کی عہد طفولیت سے میل نہ کھاتا تھا ان کی جسمانی نشوونما دوسروں سے تیز تر تھی اور ایک دن میں اتنا بڑھتے جتنے دوسرے بچے ایک مہینہ میں اس قوت نمو کی فراوانی کا اثر تھا کہ جسم مضبوط فہم و ادراک قوی اور ظاہری و باطنی حاسے تیز تھے صاحب ارجح المطالب نے نجم الدین فخرالسلام ابوبکر ابن محمد المرندی کی کتاب مناقب الاصحاب کے حوالے سے حیدر کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علی ابھی شیر خواری کے زمانے میں تھے ان کی والدہ انہیں گھر میں تنہا چھوڑ کر کسی کام سے باہر گئیں یہ گھر ایک پہاڑی کے دامن میں واقع تھا اس پہاڑی سے ایک سانپ اترا اور آپ کے قریب پہنچ کر پھنکارنے لگا آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا یہاں تک کہ وہ آپ کے ہاتھوں ہی میں مر گیا جب

آپ کی والدہ واپس آئیں تو علیؑ کی گرفت میں مردہ سانپ دیکھ کر کہنے لگیں حیاک اللہ یا حیدرہ اے میرے شیر خوار خدا تجھے زندہ رکھے۔

عموماً" بچے پیدا ہونے کے بعد ہفتوں ایک زندہ گوشت کا لوتھڑا ہوتے ہیں نہ ان میں طاقت ہوتی ہے نہ فہم کمزور اتنے کہ اگر ماں شفقت مادری سے مجبور ہو کر کوشش سے دودھ نہ پلائے تو کھینچ نہیں سکتے اگر وہ خود دودھ منہ میں نہ دیں تو شناخت بھی نہیں کر سکتے مگر علیؑ کا بچپن غیر معمولی تھا خدا نے انہیں اتنی طاقت عطا کی تھی کہ پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا ہمک کر گود میں آ گئے جب فاطمہ بنت اسد آپ کو گود میں لائیں۔ دستور عرب کی مطابق کپڑے میں بند لپیٹ کر باندھ دیتے آپ نے انگڑائی لی۔ تو سارے بند ٹوٹ گئے اور ہاتھ نکل آئے بنت اسد دوبارہ مضبوط کپڑا لائیں اچھی طرح اسمیں لپیٹ دیا آپ نے انگڑائی لی تو بند ٹوٹ گئے۔ مجبور ہو کر سات نہایت ہی مضبوط کپڑوں میں لپیٹ کر اور چمڑے کے بند باندھ دیئے۔ مگر انگڑائی لیتے ہی وہ سب بند ٹوٹ گئے آپ نے ہاتھ نکالا اور عرض کیا اے مادر گرامی میرے ہاتھ نہ باندھیے جن ہاتھوں میں خدائی طاقت ہو ان کو کوئی نہیں باندھ سکتا۔ چاہتا ہوں اپنے ہاتھ تضرع و زاری کے ساتھ درگاہ خدا میں بلند کرتا رہوں اپنی انگلیوں پر تسبیح پروردگار بجا لاؤں۔

جنگ خیبر میں مرحب کو رجز پڑھتے ہوئے یہی نام بتایا میں ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا۔ اس طرح فہم کی یہ حالت تھی کہ جب رسالت مابؐ دوسرے دن آئے تو آپ دیکھتے ہی مسکرائے رسالت مابؐ روزانہ حضرت علیؑ کے جھولے کے قریب آ کر گود میں لے کر پیار کرتے اپنی زبان منہ میں دے کر چوساتے تھے پھر گہوارہ میں لٹا کر ڈوری پکڑ کر ہلاتے۔

کبھی پھر اٹھا لیتے چھاتی سے لگا کر فرماتے یہ میرا پیارا بھائی ہے۔ میرے علوم کا وارث ہر مقام پر میرا ساتھی ہر مصیبت میں میرا مددگار دوست ہر بات میں فرمانبردار ہر حکم کا تابع ہے خداوند جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اکثر گود میں کھلاتے ہوئے باہر لا کر فرماتے تھے یہ میرا بھائی مجھے بہت محبوب ہے

حضرت علی بھی رسول کی گود میں بہت خوش رہتے تھے آپ کی گود سے ماں کی گود میں بمشکل جاتے تھے۔

بچپن ہی میں آپ کے خداداد فہم و عقل کا یہ حال تھا کہ بچوں کو ایک مقام پر جمع کر کے تقریر فرماتے تھے بچو آپس میں لڑنا جھگڑنا بری بات ہے۔ کسی کی کوئی چیز بلا اس کی رضا مندی سے لینا عیب ہے آپس میں ہنسی خوشی پیار محبت سے کھیلا کرو ایک دوسرے کو مت ستاؤ اگر آپس میں لڑکے لڑتے تھے تو آپ ہمیشہ کمزور کا ساتھ دے کر شہ زور سے بچاتے تھے۔ فیصلہ حضرت علیؑ سے کر لیا آپ جو فیصلہ کرتے سب کو پسند آتا تھا فیصلہ کی یہ خدا داد طاقت بچپن ہی میں پتہ دے رہی تھی کہ رسول خدا کے بعد کہ تمام امت میں فیصلہ کی اہلیت جھگڑے چکانے کی قابلیت سب سے زیادہ علیؑ میں ہو گی یہی وجہ ہے کہ بعد رسول تخت پر جو بھی بیٹھا فیصلے آپ ہی پر منحصر رہے اور ہر عہدہ میں خواہ مشکل سوالات ہوں یا دشوار قضیے جواب و فیصلہ کیلئے دنیا آپ کی محتاج رہی۔

بچو ان حالات کو غور سے پڑھو تمہارے لیے مکمل دستور العمل ہے۔ ایک مرتبہ علیؑ نے رسول خدا کے جسم مبارک پر چوٹوں کے نشانات دیکھے۔ تو پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کے جسم پر نشانات کیسے ہیں۔ حضورؐ نے کہا اے علیؑ قریش خود تو سامنے آتے نہیں اپنے بچوں کو سکھاتے پڑھاتے ہیں کہ وہ مجھے جہاں پائیں تنگ کریں۔ بچے اکٹھے ہو کر مجھ پر ڈھیلے پھینکتے اور پتھر برساتے ہیں۔ یہ انہی چوٹوں کے نشانات ہیں۔ علیؑ نے یہ سنا تو بے چین ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ آئندہ آپ تنہا کہیں نہ جائیں۔ جہاں جانا ہو مجھے ساتھ لے جائیں۔ آپ تو ان بچوں کا مقابلہ کرنے سے رہے مگر میں تو بچہ ہوں۔ دوسرے دن پیغمبرؐ گھر سے نکلے تو علیؑ کو بھی ساتھ لے لیا۔ قریش کے لڑکے حسب عادت ہجوم کر کے آگے بڑھے دیکھا کہ پیغمبرؐ کے آگے علیؑ کھڑے ہیں۔

وہ بچے بھی علیؑ کے سن و سال کے ہوں گے بچے علیؑ کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر جھجکے۔ پھر ہمت کر کے آگے بڑھے۔ ادھر علی نے اپنی آستینیں الٹیں اور

بپھرے ہوئے شیر کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ کسی کا بازو توڑا کسی کا سر پھوڑا کسی کو زمین پر پٹخا اور کسی کو پیروں تلے روندا۔ بچوں کا ہجوم اپنے ہی سن و سال کے ایک بچے سے پٹ پٹا کر بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے بڑوں سے فریاد کی کہ قضمنا علیؑ علیؑ نے ہمیں بری طرح پیٹا ہے۔ مگر بڑوں کی بھی جرات نہ ہوئی کہ فرزند ابو طالب کو کچھ کہیں کیونکہ یہ سب کچھ ان کے ہی ایما پر ہوتا تھا۔ اس دن کے بعد بچوں کو بھی ہوش آگیا اور جب وہ پیغمبرؐ کے ہمراہ علیؑ کو دیکھتے تو کہیں دبک کر بیٹھ جاتے یا ادھر ادھر منتشر ہو جاتے۔ اور پھر پیغمبرؐ کو ستانے اور اینٹ پتھر پھینکنے کی جرات نہ کر سکے۔ اس واقعہ کے بعد علیؑ کو فضیم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا جس کے معنی ہیں ہڈی پسلی کا توڑ دینے والا۔

لباس

امیر المومنین سیدھی سادی وضع کا عام اور کم قیمت لباس پہنتے تھے جو عرب میں اس دور کا غریب اور متوسط طبقہ پہنتا تھا بلکہ بعض اوقات اس سطح سے بھی گر جاتا تھا۔

سر پر منڈھی ہوئی عربی ٹوپی پر سیاہ یا سفید یا سبز عمامہ گلے میں موٹے کپڑے کی قمیض کبھی کبھی پشمینہ کا جبہ اور سے ردا پاؤں میں ڈھیلا پاجامہ کبھی کبھی ٹخنوں تک تہہ بند پیروں میں لیف خرما سے بنی ہوئی عربی جوتی یا چمڑے کا موزہ کمر سے میں ذوالفقار یا کوئی دوسری تلوار جس طرح باطن صاف تھا ظاہر بھی ستھرا رہتا تھا لباس موٹا اور سفید استعمال فرماتے تھے وہ بھی صرف تن ڈھانپنے کے لیے لباس فاخرہ کبھی نہیں پہنا ہاں اگر رسالت مابؐ نے محبت میں کوئی لباس پہنا دیا تو عذر نہ کر سکے۔

اتنا خیال ضرور رکھتے تھے۔ کہ کپڑے پھٹے ہوئے ہوں پرانے ہوں پیوند دار ہوں مگر صاف ہوں خوشبو کو پسند فرماتے تھے سونگھنے کے وقت خوش ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے۔

غذا

حضرت علی علیہ السلام کا کھانا لباس کی طرح روکھا پھیکا اور نہایت سادہ ہوتا تھا۔ تمام عمر جو کے آٹے پر قناعت کی اور کبھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ گیہوں تو کبھی کھایا ہی نہیں۔ ابھی بھوک باقی رہتی تھی۔ ہاتھ کھینچ لیتے تھے اور حمد خدا بجا لاتے تھے۔ پہلے دریافت کر لیتے کہ علاقہ میں کوئی بھوکا تو نہیں جب یقین ہو جاتا تب کھانا تناول فرماتے۔ اکثر اپنا کھانا بھوکوں کو کھلا کر خود بھوکے رہتے تھے۔ زیادہ تر سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کبھی کبھی نمک کے ساتھ گاہے بگاہے سرکہ سے بھی نوش فرماتے شہد کو مفید اور بحکم خدا شفا سمجھ کر کبھی نوش فرما لیتے۔ گوشت کبھی تناول نہیں فرمایا اور اکثر وعظ میں کہتے تھے اپنے پیٹوں کو حیوانات کا مقبرہ نہ بناؤ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام مہمانوں کو گوشت اور روٹی کھانے کو دیتے اور خود جو کی روٹی سرکہ یا روغن زیتون کے ساتھ کھاتے۔

حضرت روٹی کے سوکھے ٹکڑے اور ستو ایک تھیلی میں بند رکھتے تھے اور اس پر مہر لگا دیتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ عراق جیسی سرزمین پر رہتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ جبکہ یہاں غلہ کی کوئی کمی نہیں آپؑ نے فرمایا کہ میں کمی کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا بلکہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس چیز سے پیٹ بھروں جسے میں جانتا نہیں ہوں۔

طرز رہائش

حضرت علی علیہ السلام کا طرز رہائش بہت ہی سادہ تھا اس سے سادہ طرز رہائش ناممکن ہے گھر کا سب کام خود کرتے سودا سلف بازار سے خود لاتے۔ اپنے ہاتھوں ہی سے اپنے لباس کو پیوند لگاتے۔ گھریلو کام میں بھی اکثر مدد دیتے مسجد کی ساری خدمتیں امامت کی اعلیٰ منصبت سے لے کر جھاڑو تک دینا آپ کے

ذے تھی کوفہ میں خلافت منتقل کرنے کے بعد بھی آپ کی رہائش میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور نہ ہی حکومت آپ کی انکساری کو بدل سکی۔

اپنے غلاموں کو اپنے سے اچھا کپڑا پہناتے تھے۔ اور اچھا کھانا دیتے تھے خود موٹا کپڑا استعمال کرتے تھے۔ اور جو کی روٹی کوئی اجنبی آپ کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ آپ اسلامی ممالک کے تاجدار ہیں اکثر پیدل چلتے تھے رعایا پر کبھی حکومت نہ جتائی کسی کو سفارش یا خوشامد کی حاجت نہ تھی۔

ملاقات کرنے والوں کو دربان کی زحمت نہ تھی مظلوم کی فریاد خود سنتے تھے۔ خود بازار اور سڑکوں پر آ جاتے تھے کوئی پہچانتا ہی نہیں تھا کہ بادشاہ جا رہا ہے۔ کہ کوئی معمولی انسان اگر ہجوم کی وجہ سے رستہ نہ ملتا تو کھڑے ہو جاتے حکومت کا رعب نہیں دکھاتے تھے بلکہ نہایت دھیمے لہجے میں فرماتے السلام علیکم اپنے غلاموں سے بہت کم خدمت لیتے جس دن سے جناب فضہ گھر میں آئی تھی جناب سیدہ کو تاکید کر دی تھی کہ ایک دن خود کام کرو فضہ آرام کرے ایک دن فضہ کام کرے اور تم آرام کرو مختصراً" آپ کی زندگی تکلیف سے دور تھی اپنی ذات سے بے پرواہ دوسرے مصیبت زدہ لوگوں کی غم خواری اور ہمدردی میں زندگی گزاری حق یہ ہے دو عالم کی شہنشاہی ایسے ہی لوگوں کے لیے زیب دیتی تھی۔

اظہار اسلام

حضرت علیؑ دین فطرت پر پیدا ہوئے اور ایسے ماحول میں تربیت پائی جو پوری طرح فطرت سے ہم آہنگ حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں خود فرماتے ہیں کہ میں دین فطرت پر پیدا ہوا اور ایمان و ہجرت میں سبقت لے گیا۔

آپ اوائل ہی سے پیغمبر کے ساتھ ساتھ رہے ہیں۔ انہی کی آغوش میں پرورش پائی اور انہی کے عقائد و نظریات پر اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد رکھی اور کبھی کفر و شرک سے واسطہ ہی نہ رہا۔ لہذا جس کی ولادت اسلام پر اور تربیت بانی اسلام کے زیر سایہ ہو اور تمام افعال و اعمال میں نبی کا تابع رہا ہو۔ اسے قانون

فطرت و حکم تربیت کی رو سے ایک لحمہ کے لیے بھی کافر و مشرک تصور نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کے بارے میں اس سوال کی کوئی گنجائش ہے کہ وہ کب اسلام لائے اور کس عمر میں مسلمان ہوئے۔ ایک مرتبہ سعید ابن مسیب نے امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت علی علیہ السلام کس عمر میں اسلام لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا وہ کبھی کافر بھی رہے ہیں؟ (جو یہ پوچھتے ہو)

عام مسلمانوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ سب سے پہلے کون شخص مسلمان ہوا۔ مگر تحقیق کی جائے تو حضرت علیؑ کو اس میں رکھنے کی گنجائش میں نہیں نکلے۔ کیونکہ یہ بحث تو ان لوگوں میں ہے۔ جو پہلے کافر تھے۔ بعد کو آنحضرت پر ایمان لائے۔ یا اسلام ظاہر کیا لیکن حضرت علیؑ تو کبھی کافر تھے ہی نہیں۔ کبھی کسی بت کو پوجا ہی نہیں۔ چنانچہ اوپر مورخین کی عبارت نقل کی گئی کہ جس وقت حضرت رسول خدا صلعم کو خدا نے پیغمبر مقرر کیا اسی وقت حضرت علیؑ نے اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور چون کہ اس وقت آپ کی عمر دس برس کی تھی۔ اس سبب سے اس کے قبل کسی دوسرے مذہب کے اختیار یا ظاہر کرنے کا موقع ہی نہیں پیدا ہوا۔ علماء محققین نے بتصریح لکھا ہے کہ (ترجمہ) حضرت علیؑ تو کبھی بھی کافر رہے ہی نہیں۔ کیونکہ آپ شروع سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت میں اس طرح رہے جس طرح خود حضرت کی اولاد رہتی کہ کل امور میں حضرتؐ کی پیروی کرتے تھے اس سبب سے اس کی ضرورت ہی نہیں ہوئی کہ آپ کو اسلام کی طرف بلایا جائے۔ جس کے بعد کہا جائے کہ آپ مسلمان ہوئے۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۲۶۹) نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کافر نہیں تھے۔ حضرت علیؑ بھی کافر نہیں رہے۔ اور جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ مسلمان ہوئے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کے بارے میں بھی یہ نہیں کہنا چاہیے کہ مسلمان ہوئے۔

لوگوں کو شبہ صرف اس سبب سے ہوا کہ حضرت علیؑ نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا (ترجمہ القاید جلد ۷ ۲۴) یہ بھی اس کی دلیل ہے۔ کہ آپ اسلام کے سوا

کبھی کسی دین پر تھے ہی نہیں۔ اس وجہ سے ظاہر ہی نہیں کیا کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ جو لوگ پہلے سے مسلمان نہیں تھے وہ کہتے تھے کہ میں مسلمان ہو گیا۔ لیکن جو لوگ بچپن سے مسلمان ہی تھے۔ وہ یہ بات کیسے کہتے۔ اسی وجہ سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ فرشتے میرے اور علیؑ کیلئے سات برس تک دعا مانگتے تھے۔ اور وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں سوائے علیؑ کے کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ علامہ محفض و مورخ جلیل مسعودی نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے اسلام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ اکثر لوگوں کا تو یہ قول ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی شرک کیا ہی نہیں۔ پھر وہ نیا اسلام کیوں قبول کرتے۔ کیونکہ وہ تو شروع سے اسلام پر تھے۔ اس لیے کہ آپ اپنے کل کاموں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع اور پیرو تھے۔ اور ایسی حالت میں حد بلوغ تک پہنچے اور خدا نے آپ کو معصوم بنایا اور سیدھی راہ پر قائم رکھا۔ اور آپ کو اس بات کی توفیق دی کہ برابر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے رہیں۔ کیونکہ دونوں بزرگ (حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ) اس دین کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیے گئے تھے۔ نہ ان سے کوئی زبردستی کی گئی تھی۔ کہ خدا کی اطاعت ہی کا کام کریں بلکہ حضرات کو پورا اختیار اور ہر طرح کی قدرت دی گئی تھی کہ جو راہ چاہیں اختیار کریں۔ تو دونوں حضرات نے خدا کی اطاعت اور اس کے احکام کی پابندی اور اس کی منع کی ہوئی بات سے بچتے رہنے ہی کو اختیار کیا۔

اس بارے میں کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ بعض روایات وہ ہیں۔ جن کو سیدی نے ابو مالک سے وہ ابن عباس سے آیت والسابقون السابقون اولئک المقربون کے تحت روایت کرتے ہیں کہ اس آیت میں سابق الاسلام علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ مالک ابن انس ابو صالح سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت امیر المومنین حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ خدا کی قسم حضرت علیؑ نے کل اہل ایمان سے پہلے ایمان لانے میں پہل کی ہے اور قیامت کے روز تمام بندوں سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

ابوبکر شیرازی کی کتاب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے تمام لوگوں سے پہلے ایمان لانے کی سبقت کی۔ اور دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور دو بیعتیں کی ہیں۔ ایک بیعت بدر اور دوسری بیعت رضوان اور دو ہجرتیں کی ہیں۔ ایک ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف (حضرت علیؑ کی یہ ہجرت ثابت نہیں ہے۔ آپ نے صرف مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی ہے)

مفسرین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بلکہ اکثر تفاسیر میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی جس آیت میں یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس آیت کے سردار علی علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ آپ تمام لوگوں سے پہلے اسلام لائے ہیں۔

الخصائص العادیہ میں نطنزی اپنے اسناد سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر ابن خطاب کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ! تم مسلمانوں میں اسلام لانے کے لحاظ سے پہلے ہو۔ اور ایمان لانے میں مومنین سے پہلے ہو۔

المعرفتہ والتاریخ میں ابو یوسف نسوی نے تحریر کیا ہے کہ سدی نے ابو مالک سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا علیؑ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ اور سب سے پہلے میری تصدیق کی۔

حلیتہ الاولیا میں ابو نعیم اور الخصائص میں نطنزی اپنے اسناد سے ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے دونوں شانوں پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا اے علیؑ سات خصوصیات ایسی ہیں جن کا تیرے ساتھ اور کوئی قیامت کے روز تک مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم تمام مومنین سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ سب سے زیادہ عہد خدا کے پورا کرنے والے ہو۔ تمام لوگوں سے رعایا پر زیادہ مہربان ہو اور قیامت کے روز سب سے زیادہ مرتبے والے ہو (علی

پیدائشی مومن تھے)

شبلی نے اپنی کتاب کشف میں اپنے استناد کے ساتھ عبدالرحمٰن بن لیلیٰ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں دونوں حضرات کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ نے فرمایا امتوں میں (اسلام لانے میں) سبقت کرنے والے تین شخص ہیں جنہوں نے ایک لمحہ بھی کفر نہیں کیا۔ وہ علیؑ بن ابی طالبؑ صاحب یٰس اور مومن آل فرعون ہیں۔ یہ حضرات صدیق ہیں۔ علیؑ ان سے افضل ہیں۔

امامت

امام کے معنی عربی زبان میں پیشوا، سردار یا مقدم کے ہیں لہٰذا پیش نماز کو "امام" کہا جاتا ہے لیکن فرقہ اثنا عشریہ کی اصطلاح میں اس شخصیت کو کہتے ہیں جو خدا کی جانب سے نیابت و خلافت رسولؐ کے واسطے مقرر کیا گیا ہو کیونکہ ان کے اعتقاد میں بعد رسولؐ نائب رسول کا تعین خدا پر واجب ہے، خلافت و نیابت رسولؐ در حقیقت زمین پر نیابت خدا ہے لہٰذا جو بجائے پیغمبرؐ کے اس کی جگہ پر آ جائے وہ بھی اس کے ہی حکم میں آنا چاہیے فرق صرف اسی قدر ہے کہ نبی یا رسول بلاواسطہ آدمی براہ راست خدا کے حکم سے مقرر کیا جاتا ہے لیکن نائب بذریعہ آدمی یعنی بواسطہ رسول خدا کے حکم سے مقرر ہوتا ہے نائب کے لیے قرآنی صفات کا ہونا ضروری ہے جو نبی یا رسول میں ہیں ورنہ وہ حق نیابت ہرگز ادا نہیں کر سکتا فرق یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی ہوتا ہے اور یہ امام اسی لیے ضروری قرار دیا کہ ہر شخص اپنے امام کو پہچانے چنانچہ یہ حدیث کتب طرفین میں موجود ہے اور سب کو یقین ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا :- من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ" جاھلیتہ "یعنی جو شخص مر گیا اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا"

آیئے آپ اور ہم تاریخ قرآن و اسلام سے استفسار کریں کہ کیا پیغمبران خدا اپنی زندگی میں اپنے جانشین کی تعین کے بغیر اس دار فانی سے انتقال فرما گئے؟

اگر پیغمبر نے اپنے بعد خلیفہ کی نامزدگی کا اعلان نہیں کیا، تو ہمیں قیل و قال، توجیہ و بحث کا موقع ملے گا، اور اگر انبیاء نے تعین خلیفہ فرمائی، تو ان کا عقیدہ بھی یہ تھا کہ جانشین کا معین کرنا واجب ہے، تو بلا چوں چراں امر واقعی کی طرف رجوع کر کے امامت کے بارے میں موقف حق کو تسلیم کیا جائے، قول نقل غیر کے عنوان سے یہ کہاں مانا جائے کہ پیغمبر خلیفہ نامزد نہیں کر کے جاتے تو یہ قول یا امر خلاف عقل ہوگا، کیونکہ عقلاء یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک قوم کا سربراہ

کچھ وقت کے لیے کہیں جائے تو وہ اپنی قوم کو بغیر سرپرست ولیڈر کے نہیں چھوڑ سکتا۔

اسی عقلی کلیہ اور معاشرتی قومی ضروریات کو سامنے رکھ کر یہ سوچیے کہ ایک قوم کا رہبر و سردار یا سرپرست دنیا کا نہیں بلکہ سفر آخرت کرے جہاں سے واپسی ناممکن ہے تو وہ عقلاً" اپنی قوم کو بغیر سرپرست چھوڑ سکتا ہے؟

اگر بغیر سرپرست چھوڑ دے تو کیا وہ قوم کی بھلائی و فلاح کرکے جا رہا ہے؟

یا اپنی قوم کو گمراہی کی راہوں پر ڈالے جا رہا ہے؟

عقل انسانی اور قوم کی اجتماعی ضروریات یہ تقاضا کرتی ہیں کہ دنیا سے سفر آخرت کرنے والا رئیس قوم' سردار' لیڈر اگر اپنی قوم کا رہنما اور مخلص ہے تو حتمی طور پر اپنے جیتے جی مرنے سے پہلے اپنے جیسا عالم' مدبر فعال نائب دیکر جائے جو اس کی قوم کے انفرادی و اجتماعی امور کو ہاتھ میں لے کر قوم کے ریاستی و قومی امور میں خلل نہ آنے دے' تو سوچ اور سمجھ سرور کائنات' فخر موجودات' نبی خاتم' رسول اعظم' رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون کامل کا مالک ہو سکتا ہے؟

حضور پاک' خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی سے بڑھ کر کون عالم' مدبر مستقبل امت کے ضروریات کو سمجھنے والا فعال لیڈر و قائد ہو سکتا ہے' جن کو اللہ تعالیٰ نے خود رحمتہ العالمین بنا کر انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجا کیا رسول رحمت اپنی امت اور اسلام کے مستقبل کو بغیر نائب کے کیسے بے یار و مددگار اور بے سہارا یتیم بنا سکتا ہے۔

تعین نائب و خلیفہ کو حضور اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم بہت اہمیت دیتے تھے' آپ اپنی امت کے لیے حد درجہ بہت ہی مہربان تھے' یہاں تک کہ اگر چند دن بھی مدینہ سے باہر سفر کے لیے تشریف لے جاتے تو حتماً" کسی کو اپنی جگہ متعین فرماتے۔

جنگ تبوک میں آقائے نامدار کا طرزِ عمل امام و نائب' خلیفہ کے تعین کے لیے قابل ذکر' قابل قدر' اور نمونہ عمل اور واضح مثال ہے' جس سے امامت کے بارے میں اسلام اور رسول اسلامؐ کے حکم شرعی کو باآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

تاریخ اسلام آج بھی بول بول کر گواہی دے رہی ہے اور صاحبان علم و خرد کو دعوت فکر و نظر دے رہی ہے کہ امام کے تعین کا مسئلہ فجر صادق کا کام ہے' امت رسول کا وظیفہ نہیں ہے۔

مورخین شیعہ و سنہ کا متفق علیہ بیان ہے کہ جب ختمی المرتبت محمد مصطفیٰ جنگ تبوک کے لیے مدینہ سے جانے کا ارادہ فرمایا تو اسلامی لشکر کو ساتھ لیکر چلنے سے پہلے' حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنی جگہ خود اپنی زبان مبارک اور ہاتھ سے پکڑ کر نائب معین فرمایا۔

منافقوں کو حضور پاک کا یہ طرزِ عمل اچھا نہ لگا اور وہ لگے اعتراض سے منہ کھولنے کہ دیکھو علیؑ کو رسولؐ نے خود اپنے سے علیحدہ کر کے پیچھے چھوڑ دیا ہے تو رسالتمابؐ نے ان منافقوں کے مکر پر ضرب کاری لگاتے ہوئے صحابہ کرام کے مجمع عام میں حضرت علی علیہ السلام کی عظمت کو یہ حدیث پاک فرما کر چار چاند لگا دیئے "یا علی انت بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی" یا علیؑ تجھ کو مجھ سے وہ نسبت و منزلت حاصل ہے' جو ہارون کو موسیٰ سے تھی ہاں مگر میرے بعد نبوت نہیں۔

اس حدیث سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ رسالتمابؐ حوزہ ریاست اسلامی اور امور مسلمین کی حفاظت کو اپنے بعد خلیفہ و امام کے بغیر نامکمل جانتے تھے' یہی وجہ تھی کہ اپنی حیات طیبہ میں اسلامی ریاست کے دارالخلافہ مدینہ کو کبھی بھی اپنے بعد اپنے نائب کی موجودگی سے خالی نہ رکھا۔

جس طرح رحمت لامتناہی الٰہیہ نے نبیؐ اور رسولؐ کو اپنے بندوں کی اصلاح کی غرض سے دنیا میں بھیجا کہ ان کو ان کے نفع اور نقصان سے آگاہ کریں اور اوامر و نواہی میں اپنی اصلاح کے لیے پیغمبروں سے رجوع کر کے مفاسد سے

محفوظ رہیں۔ بعینہہ یہی مقصد اور غرض بعد رحلت پیغمبر بھی بحال خود باقی ہے اور ہر پیغمبر کے لیے بعد رحلت اپنا نائب و جانشین بحکم خدا چھوڑ جانا ضروری ہے تاکہ وہ نائب احکام شریعت کی پاسبانی کرے اور اس میں کمی و بیشی نہ ہونے پائے اور شیاطین، جن و انس جو کمین گاہوں میں رہروان شریعت کی راہوں میں بھٹکانے کے لیے بیٹھے ہیں گمراہ نہ کر سکیں اور جس طرح نبی اور رسول کے واسطے ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو۔ یعنی ہر گناہ ظاہری و باطنی سے مبرا ہو اسی طرح بعد رحلت پیغمبر اکرم (کیونکہ ابھی تمام ضروریات باقی ہیں اس کے لیے) نائب کا ہونا اور اس کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ احکام خداوندی کو بے غرضانہ اور بے کم و کاست بندوں تک ارشاد الٰہی کے مطابق پہنچا سکے اور بعد پیغمبر تحفظ شریعت کا صحیح اہل ہو۔

اگر امام معصوم نہ ہو گا تو ظاہر ہے کہ غیر معصوم ہو گا اور جب غیر معصوم ہو گا اس کے کسی حکم میں غلطی بھی ہو سکتی ہے جب غلطی کا احتمال ہو تو یہ کون بتلائے کہ کہاں اور کس حکم میں غلطی ہو یا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا غیر معصوم کے تمام احکامات مشکوک ہوئے اور ایسے مشکوک احکامات کی تعمیل بھی خالی از شک نہیں۔

بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ احکام الٰہی بعد رحلت رسولؐ قرآن سے حاصل کیے جا سکتے ہیں اور امام کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ عقیدہ صریحاً" غلط ہے۔ اگر صرف قرآن کافی ہوتا تو آج قرآن کی بدولت سب مسلمان ایک مرکز پر ہوتے اور کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اور بہتر تہتر فرقے جو نظر آ رہے ہیں اور سب قرآن کے ماننے والے ہیں نہ ہوتے لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح زمانہ رسولؐ میں معلم قرآن کی صحیح تعلیم، قرآن کے اصل اور صحیح منشاء سے سب کو باخبر کر دے اور جس طرح نبیؐ کا معصوم ہونا ضروری ہے کیونکہ نائب کو بھی وہی کام انجام دینا ہے اس لیے امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ہو گیا اور معصوم کو کوئی نہیں پہچان سکتا کہ یہ معصوم ہے۔ سوائے اس عالم الغیب خدا کے لہٰذا خدا کی طرف سے اس کا مقرر

ہونا ضروری اور لازمی ہوا۔

3) ضرورت وجود امام پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو گی کہ خود خالق موجودات اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

ایحسب الانسان ان یترک سدی" (سورۃ القیامہ آیت نمبر۳۶)

ترجمہ۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو بے سردار چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے نفس و خواہش کے مطابق جو چاہے کرے۔

ایسا نہیں انسان ذرا اپنی ساخت اور خلقت پر نظر ڈالے جیسا کہ مولائے کائنات حضرت امیرالمومنین کا ارشاد ہے۔

"اے انسان کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں ایک چھوٹا سا جسم ہوں حالانکہ تجھ میں ایک بڑا عالم پوشیدہ ہے"

تو معلوم ہو جائے گا کہ بدن انسان کے تمام حواس خمسہ ظاہری و باطنی کو یونہی مطلق العنان نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے ایک سردار مقرر کیا ہے جس کو ہم دل کہتے ہیں کہ اگر حواس انسانی سے غلطی ہو تو دل جو کہ سردار ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ تو پھر اس اتنے بڑے عالم کو وہ حکیم مطلق کس طرح ہو سکتا ہے کہ اپنی مخلوق کو تامدت دراز بغیر سردار کے چھوڑ دے۔

4) فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے اگر دنیا میں کوئی باقی نہ رہے سوائے دو آدمیوں کے تو ایک ان میں سے امام ہو گا اور دوسرا ماموم۔ ضرورت امام نہ صرف فرقہ اثناء عشری کے نزدیک بلکہ اہلسنت کے نزدیک بھی ضروری ہے اور رسولؐ کی تجہیز تکفین سے بھی زیادہ ضروری ہے فرق اتنا ہے کہ فرقہ اثناء عشری کہتا ہے کہ۔

خدا اور رسولؐ اسلام کے زیادہ ہمدرد ہیں اس ضرورت کو ان کو محسوس کرنا چاہیے تھا چنانچہ محسوس کیا اور امام کا تقرر رسولؐ اللہ بحکم فرما گئے۔ اہلسنت کا خیال ہے کہ اس جھگڑے میں رسولؐ خدا نے پڑنا نہیں چاہا' بلکہ امت کے سپرد کرگئے کہ تم اپنی سابقہ عادت کے مطابق جس کو چاہو اپنا سردار بنالو۔

یہ واضح ہونے کے بعد کہ امام کی ضرورت ہے اور اس کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ارشاد جناب ختمی مرتبت کے مطابق علیؑ سے زیادہ کوئی عالم شجاع' عابد و زاہد' طاہر و عادل' نہیں۔ لہٰذا ایسے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا انتخاب ترجیح بلا مرجح ہو گا۔ دنیائے اسلام میں کوئی بھی ایسا نہیں جو حضرت علیؑ بن ابی طالب کے فضائل کا منکر ہو۔

چنانچہ ابن ابی حدید شرح نہجہ البلاغہ میں اور ملا سعد الدین شرح مقاصد میں اور ملا علی قوشجی شرح تجرید میں لکھتے ہیں کہ کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ علیؑ بعد رسولؐ عالم' اشجع' اور زاہد ترین انسان تھے لیکن ہمارے فقہاء نے جو راستہ اختیار کیا ہم کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے شاید خدا کی نظر میں ان کا درجہ بھی سب سے بلند ہو۔ ہم اس موقع پر حسب و نسب امیرالمومنین مختصراً" بیان کر رہے ہیں ہرچند کہ ذات علیؑ محتاج تعارف نہیں۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی علیؑ ابن ابی طالب ابن عبد المطلب ہی ابوطالب کے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا۔ اس لیے "ابو طالب" کی کنیت سے مشہور ہوئے ورنہ اصل نام بہ تحقیق مفید علیہ الرحمہ اور دیگر علما "عمران" تھا حضرت ابوطالب کے تین پسر اور تھے (عقیل جعفر علیؑ) حضرت علیؑ کی مادر گرامی فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم بن مناف تھیں فاطمہ بنت اسد والدہ امیرالمومنین نے رسولؐ خدا کے ہمراہ ہجرت فرمائی اور وہیں رحمت حق سے جا ملیں۔ رسولؐ اللہ نے اپنے دست مبارک سے لحد تیار کی اور اپنے پیراہن کا کفن دیا خود تلقین پڑھی لہٰذا حضرت علیؑ مرتضیٰ بہ اعتبار نسب اول ہاشمی ہیں جو دو ہاشمی کے پسر ہیں۔ اور آپؑ کا نام "علیؑ" خدا کا منتخب کردہ نام ہے۔ چنانچہ خوارزمی لکھتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ میں مقام "قاب قوسین" تک پہنچا تو خطاب رب الارباب ہوا' اے محمدؐ علیؑ کو ہماری جانب سے سلام پہنچا دو اور کہو کہ اس (علیؑ) کو دوست رکھتا ہوں اور جو اس کو دوست رکھتا ہے (خدا) اس کو دوست رکھتا ہے۔

اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے میں "علی عظیم" ہوں وہ

"علی" اور میں "محمود" ہوں تم "محمدؐ" ہو

ایک نام آپ کا حیدر ہے چنانچہ روز فتح خیبر مرحب کے مقابل میں آپؑ نے فرمایا۔

سمتنی امی حیدرا"

یعنی میری ماں نے میرا نام "حیدر" رکھا۔

اور ایک نام آپ کا "اسد اللہ الغالب" ہے جس کو اکثر فریقین نے ذکر کیا ہے۔

5 (نبیؐ کی طرح امام کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ تمام ظاہری اور باطنی برائیوں سے بچپن سے لے کر موت تک محفوظ رہے اس سے عمداً" یا سہواً" کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور بھول چوک اور خطا سے محفوظ رہے) کیونکہ آئمہ شریعت کے نگران اور محافظ ہیں اور اس لحاظ سے ان کی حیثیت وہی ہے جو نبیؐ کی ہے جس کی رو سے ہمارے لیے انبیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد ضروری ہے اسی دلیل کی رو سے ہمارے لیے آئمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ بھی ضروری ہے اس معاملے میں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

(عقائد الامامیہ شیخ محمد رضا مظفر)

6 (امام شکم مادر میں لوگوں کا کلام سنتا ہے اور سمجھتا ہے شکم مادر میں فرشتہ اس کے بازو میں آیت لکھتا ہے۔

"و تمت کلمت ربک صدقا" وعدلا لامبدل بکلماتہ و ھو السمیع العلیم ترجمہ۔" یعنی تمام ہوا کلمہ تیرے رب کا از روئے صدق و عدل کے نہیں کوئی بدلنے والا حق تعالیٰ کے کلمات کو اور وہی سمیع و علیم ہے"

امام شکم مادر میں خدا کا ذکر کرتا ہے اور سورۃ انزلنا اور تمام آیات پڑھتا ہے جب امام پیدا ہوتا ہے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھوں کو زمین پر رکھتا ہے) اور آسمان کی طرف سر بلند کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہے فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں اور دونوں شانوں کے درمیان اسی آیت کو نقش کرتا ہے بعد اس کے

عرش سے اس کی ندا آتی ہے کہ حق پر ثابت رہ کہ میں نے ایک عظیم امر کے لیے تجھے پیدا کیا اور تو تمام مخلوق سے برگزیدہ ہے اور میرے اسرار کا محل اور میرے علم کا صندوق میری وحی کا امین اور میری زمین پر میرا خلیفہ ہے میں نے اپنی رحمت واجب کر دی ہے تجھ پر اور اس پر جو تجھے دوست رکھے اور اپنا بہشت عطا کیا ہے قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی جو تیرے ساتھ دشمنی کرے گا اس کو میں بدترین عذاب میں جلاؤں گا اگرچہ اس کی روزی دنیا میں فراخ کر دی جب منادی کی یہ ندا تمام ہوتی ہے تو امام آیتہ شہد اللہ کو تا آخر منادی کے جواب میں پڑھتا ہے پس اس وقت پروردگار علوم اولین و آخرین اس کو عطا فرماتا ہے اور وہ اس کا مستحق ہوتا ہے کہ لیلتہ القدر وغیرہ میں روح القدس امین کی زیارت کرے اس کے بعد جب امامت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے پروردگار ایک منارہ اور ایک علم نور اس کے لیے شہر میں بلند فرماتا ہے کہ بندگان خدا کے اعمال اس میں مشاہدہ کرے۔

بروایت دیگر جس رات امام پیدا ہوتا ہے اس گھر میں ایک نور ساطع ہوتا ہے جس کو اس کے ماں باپ دیکھتے ہیں اور جب زمین پر پہنچتا ہے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے تین بار عطسہ کرتا ہے اور انگلی اٹھا کر حمد خدا کرتا ہے امام ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے اس کے تمام دانت منہ میں موجودہ ہوتے ہیں۔

ایک دن تک ایک نور اس کے ہاتھوں سے ساطع ہوتا ہے بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ان بزرگوں کے گھر محل نزول ملائکہ ہیں اور ان کے گھر میں فرشتے مکرر نازل ہوتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "ہمارے اطفال پر ہم سے زیادہ فرشتے مہربان ہیں" علامہ مجلسیؒ نے حق الیقین میں آئمہ علیہم السلام سے حدیث نقل کی ہے کہ ہم کو خدا کا شریک قرار نہ دو اور ہمارے پروردگاری کے قائل نہ بنو اور اس کے سوا جتنے فضائل و کمالات ہمارے لیے ثابت کرو وہ کم ہیں۔

اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قل لو کان البحر مدادا

لکلمات ربی القدر بحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لوجئنا بمثلہ مدد"

یعنی اے محمد کہو کہ اگر دریا میرے پروردگار کے کلمات لکھنے کے لیے سیاہی بن جائیں وہ دریا میرے پروردگار کے کلمات تمام ہونے سے پہلے تمام و آخر ہو جائیں گے۔

ہر چند کہ ہم مثل اس دریا کے اس کی مدد کے واسطے لائیں۔

احادیث میں روایت ہے کہ پروردگار کے کلمات ہم ہیں اور ہماری فضیلتوں کا احصار کرنا ممکن نہیں۔

بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو معجزہ عطا کیا تھا وہ سب رسول خداؐ و آئمہ طاہرین علیہم السلام کو عطا فرماتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار طے الارض پر قادر ہیں کہ سفر طویل کو تھوڑی دیر میں طے کریں بلکہ ایک روز بلکہ اس سے بھی کم میں کئی مرتبہ دنیا کے گرد پھریں تمام انبیاء علیہم السلام کی کتابیں مثل توریت و انجیل و زبور و صحیفہ ہائے آدمؑ و صحیفہ ادریسؑ و ابراہیمؑ اور الواح موسیٰؑ ان کے پاس تھیں اور تمام پیغمبروں کے آثار بھی مثل عصائے موسیٰ پیراہن ابراہیم و یوسف علیہ السلام و سنگ موسیٰ علیہ السلام جس سے بارہ چشمے جاری ہوتے تھے۔ اور حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور ان کی بساط وغیرہ ان کے پاس تھے اور اب یہ سب چیزیں حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے پاس ہیں۔

پروردگار عالم نے ان بزرگوں کے لیے بادل کو ان کا مسخیر و مطیع کیا تھا کہ اس پر سوار ہو کر ملکوت آسمان و زمین میں پھریں اور خدا کے بہتر(۷۲) اسم عظیم کو جانتے ہیں۔

جس امر کے لیے پڑھتے تھے وہ ضرور مستجاب ہوتا تھا جس کے سبب تخت بلقیس کو دو مہینے کی راہ سے ایک چشم زدن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر کیا۔

ان بزرگوں کے علوم کئی اقسام کے تھے کبھی وہ فرشتہ کی آواز سنتے تھے کبھی روح القدس جو جبرائیلؑ اور میکائیلؑ سے بزرگ تر ہے۔

بالمشافہ ان کو تعلیم دیتا تھا کبھی الہام خدا کے ذریعہ سے ان کے دلوں میں نقش پذیر ہوتا تھا۔ کبھی فرشتہ کی آواز ان کے کانوں تک پہنچتی تھی مثل اس آواز کے جو طشت پر زنجیر گرنے سے پیدا ہو (حق الیقین)

بہت سی معتبر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت رسول خداؐ کی روح مقدس اور گذشتہ اماموںؑ کی روحوں اور امام صاحب العصر علیہ السلام کی روح کو ہر شب جمعہ اجازت دیتے ہیں کہ آسمانوں پر عروج کرتی ہیں یہاں تک کہ عرش الٰہی تک پہنچتی ہیں اور اس کے گرد سات مرتبہ طواف کر کے عرش کے ہر ایک قائمہ کے پاس دو رکعت نماز پڑھتی ہیں پھر سرور بے پایاں اور علوم فراواں کے ساتھ اپنے بدنوں کی طرف رجعت فرماتی ہیں۔

امت کے ہر فرد نیک و بد کے اعمال کو ہر صبح و شام اور ہر ہفتہ اور ہر مہینے حضرت رسول خدا کی روح مقدس اور گذشتہ اماموں کی روحوں اور امام زمانؑ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

دیوار یا پہاڑ یا دریا پردے ان کے علم میں مانع نہیں ہیں خدا کی جانب سے ان سب پر مطلع ہوتے ہیں۔

بوقت وفات خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام علوم حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو سپرد فرمائے اور حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت ہزار باب مجھے سکھائے کہ ہر باب سے اور ہزار باب میرے لیے مفتوح ہوئے اور حضرت رسول خداؐ نے فرمایا تھا۔

یا علیؑ مجھے غسل و کفن دینے کے بعد بٹھا دینا اور جس چیز کا چاہنا سوال کرنا پس میں نے ایسا ہی کیا اور اس وقت بھی مجھے ہزار باب علم کے سکھائے کہ ہر باب سے اور ہزار باب مجھ پر مفتوح ہوئے۔

اسی طرح ہر ایک امامؑ اپنی وفات کے وقت اپنے تمام علوم اپنے جانشین

امامؑ کو سپرد و تعلیم کرتا ہے اور امامؑ کو امامؑ کے سوا کوئی دوسرا شخص غسل و کفن و دفن نہیں کرتا اور نہ ہی نماز پڑھتا ہے۔

اگر کوئی امامؑ مشرق میں رحلت کر جائے اور اس کا جانشین مغرب میں ہو۔ البتہ اس وقت یہ اعجاز امامت طے الارض اس کے پاس حاضر ہوتا ہے اور اس کے علوم حاصل کر کے اس کی تجہیز و تکفین کرتا ہے اس طرح کہ اکثر لوگ اس سے آگاہ نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام بغداد میں اور حضرت امام محمد تقیؑ خراساں میں تشریف لائے۔ (حق الیقین)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امام کی چند علامات یہ ہیں کہ دانا ترین انسان ہو' پرہیز گار ترین ہو' سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہو' شجاعت و سخاوت میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو' سب سے زیادہ عبادت گذار ہو جب پیدا ہو (فاعتبروا یا اولی الابصار) پاک و صاف متولد ہو۔

جس طرح سامنے سے دیکھتا ہے اسی طرح پس پشت دیکھتا ہو اس کے جسم کا سایہ نہ ہو جب پیدا ہو تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر شہادتین پڑھے محتلم نہ ہو چشم ظاہر خواب میں ہوں مگر چشم دل پھر بھی بیدار ہو مستقبل کے امور سے بذریعہ خواب آگاہ ہو جائے۔ فرشتہ اس سے کلام کرتا ہو' لوگ اپنی جانیں اپنے امام پر نثار کریں مومن پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہو تواضع اور فروتنی میں سب سے بہتر ہو' لوگوں کو جن نیکیوں کا حکم دے خود بھی ان پر عمل کرتا ہو جن چیزوں سے منع کرے خود بھی اجتناب کرتا ہو اس کی دعا اس قدر مستجاب ہو کہ اگر پتھر کو چاہے تو ٹکڑے ہو جائے۔

جناب رسول خداؐ کے تمام اسلحہ اس کے پاس ہوں' ذوالفقار کا وہ حامل ہو اس کے پاس ایک صحیفہ ہو جس پر اس کے دوستوں اور دشمنوں کے نام تحریر ہوں' جعفر اکبر اور جعفر اصغر کا عالم ہو۔ جس میں تمام حالات مندرج ہیں۔ اور صحیفہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا السلام علیہا اس کے پاس ہو اس کا کوئی استاد نہ ہو علم لدنی کا مالک ہو۔

کلینی سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام کی دس علامتیں ہیں۔ پاک اور پاکیزہ مختون متولد ہو۔ جب پیدا ہو تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر باآواز بلند کلمہ شہادتین پڑھے محتلم نہ ہوتا ہو۔ چشم دل کبھی خوابیدہ نہ ہوں کبھی انگڑائی اور جماہی نہ لیتا ہو' سامنے کی طرح پس پشت بھی دیکھے رسول خداؐ کی زرہ اس قد پر بالکل درست آئے' ملائکہ سے کلام کرتا ہو۔

حضرت علامہ باقر مجلسی نے حق الیقین میں امام کی جو خصوصیات بیان کی ہیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ امام مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوتے ہیں۔ آلائشوں سے پاک اور ہر نجاست سے محفوظ ہوتے ہیں۔

۲۔ امام کا سایہ نہیں ہوتا۔

۳۔ پیدا ہوتے ہی انہیں تین مرتبہ چھینک آتی ہے بعد از ولادت رو بقبلہ سجدہ کرتے ہیں پھر انگشت مبارک بلند کر کے کلمہ شہادت ادا کرتے ہیں ایک نور چمکتا ہے جسے ماں باپ ملاحظہ کرتے ہیں۔

۴۔ بظاہر سوتے ہیں' دل نہیں سوتا' سوتے جاگتے دیکھتے اور سنتے ہیں پشت کی جانب سے بھی کبھی نظر آتا ہے۔

۵۔ ان کا فضلہ زمین جذب کر لیتی ہے اس جگہ سے مشک کے مانند خوشبو آتی ہے۔

۶۔ حضورؐ کی زرہ ان کو ہر عمر میں اور ہر قد میں پوری ہوتی ہے اگر کوئی دوسرا پہنے تو اس سے بڑی ہوتی ہے۔

۷۔ ملائکہ ان سے کلام کرتے ہیں۔

۸۔ ہر کمال میں سب سے زیادہ اور بہتر و افضل ہوتے ہیں۔

۹۔ ماں باپ سے زیادہ خلق خدا پر مہربان ہوتے ہیں۔

۱۰۔ آنحضرتؐ کا اسلحہ ان کے پاس ہوتا ہے۔

۱۱۔ پتھر پر دعا کریں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ ان کے پاس ایک کتاب میں قیامت تک کے دوستوں اور دشمنوں کے نام درج ہیں اور ایک کتاب میں ہر ضرورت اور اس کا حل درج ہے۔ حتیٰ کہ کھال چھل جانے کا تاوان بھی اسی طرح ایک یا نصف یا ثلث یا ربع تازیانہ کا تاوان بھی درج ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے امیرالمومنین علیہ السلام نے تحریر کیا ہے ایک مصحف فاطمہ صلواۃ اللہ علیہا ہے جس میں قیامت تک کے بادشاہوں کے حال درج ہیں جو امیرالمومنین علیہ السلام نے تحریر کئے ہیں۔

۱۳۔ امام کے سامنے عمود ہوتا ہے جس میں وہ حالات دیکھتے ہیں۔

۱۴۔ نبی یا پہلا امام ہر دوسرے پر نص کرتا ہے۔

۱۵۔ ان سے جو سوال کیا جائے جواب دیتے ہیں اور جو نہ پوچھا جائے خود بیان کرتے ہیں۔

۱۶۔ غیب کی خبریں سناتے ہیں۔

۱۷۔ تمام زبانیں جانتے ہیں اور ہر ایک سے ان کی زبان میں کلام کرتے ہیں۔

۱۸۔ تمام حیوانات کی زبانیں جانتے ہیں اور ہر ایک سے ان کی زبان میں کلام کرتے ہیں۔

۱۹۔ مردے زندہ کرتے ہیں جیسا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے کئی مردے زندہ کئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوبصیر نابینا کو بینا کر دیا۔

۲۰۔ جس قدر معجزات خداوند عالم نے پیغمبروں کو کرامت فرمائے ہیں۔ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کو بھی کرامت فرمائے ہیں۔

۲۱۔ وہ طی الارض پر قادر ہوتے ہیں۔ ایک دن سے کم مدت میں کئی مرتبہ دنیا کا چکر لگاتے ہیں۔

۲۲۔ تمام پیغمبروں کی کتابیں توراۃ، زبور، انجیل، صحف آدم و شیث و ادریس و ابراہیم و یوسفؑ اور الواح موسیٰ علیہ السلام سب ان کے پاس ہیں۔

۲۳۔ تمام پیغمبروں کی نشانیاں جیسے عصاء موسیٰ، پراہن ابراہیمؑ قمیص یوسفؑ سنگ موسیٰؑ جس سے بارہ چشمے نکلتے تھے انگشتری سلیمانؑ تمام آثار انبیاء ان کے پاس

ہیں۔

۲۴۔ ابران کے لیے مسخر ہے جہاں چاہیں اس پر سوار ہو کر سیر کر سکتے ہیں۔

۲۵۔ بہتر اسم اعظم ان کے پاس ہیں۔ ان میں سے ایک آصف بن برخیا کے پاس تھا۔

۲۶۔ شب قدر کو ملائکہ ان پر نازل ہو کر سلام کرتے ہیں اور اس سال کے امور ان کے پیش کرتے ہیں۔

۲۷۔ وہ علم ما کان و ما یکون جانتے ہیں تمام پیغمبروں کے علوم کے وارث ہیں اور خزانہ علم الٰہی سے کوئی علم ایسا نازل نہیں ہوا جو ان کے پاس نہ ہو۔

۲۸۔ وہ ہر شخص کی پیشانی دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ مومن ہے یا منافق یا کافر۔

۲۹۔ وہ جمادات' نباتات جس شے پر نظر کرتے ہیں اس کا علم ان کے سامنے آ جاتا ہے۔

۳۰۔ قرآن مجید کے ظاہر و باطن بلکہ ستر بطون تک جو اس میں مضمر ہیں ان سے واقف ہوتے ہیں۔

۳۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص تبرکات ان کے پاس ہوتے ہیں۔

۳۲۔ ان کے پاس ایک صندوق ہے جس میں تمام انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے علوم محفوظ ہیں اسے جفرا بیض کہتے ہیں اور دوسرے صندوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلحہ ہیں اسے جفرا اخضر کہتے ہیں۔

۳۳۔ تمام بندوں کے نیک و بد اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے سامنے ہر روز پیش ہوتے ہیں۔

۳۴۔ در و دیوار دریا و پہاڑ ان کے علم کے لیے مانع نہیں ہوتے مشرق و مغرب میں جو کچھ ہوتا ہے ان کے سامنے ہے۔

۳۵۔ نبی و امام کو امام کے سوا کوئی دفن نہیں کر سکتا' امام باعجاز پہنچ جاتے ہیں جیسے امام رضا علیہم السلام نے بغداد پہنچ کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اور امام محمد تقی علیہ السلام نے طوس پہنچ کر امام رضا علیہ السلام کی نماز ادا کی۔

۳۶۔ ان کے انوار طیبہ قدرت خدا سے خلق ہوئے ہیں۔ جب خدا امام کو بشری لباس میں خلق کرنا چاہتا ہے تو ملک عرش سے شربت لے کر آتا ہے جسے امام نوش کرتے ہیں اس امام کا تولد ہوتا ہے۔

۳۷۔ ان کے گھروں میں ملائکہ نازل ہوتے رہتے' ان کے بچوں سے محبت کرتے اور ان کے تکیوں سے لگ کر بیٹھتے ہیں۔

۳۸۔ جن فوج در فوج ان کے پاس آتے اور ان سے احکام حاصل کرتے اور امام ان کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کرتے ہیں۔ جیسا کہ عمرو بن عثمان مسجد کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تھا۔ اور آپ نے اسے باپ کا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ یہ ان کے ظاہری حالات ہیں' رہے ان کے اسرار تو ملک مقرب یا نبی مرسل یا مومن کامل کے سوا جس کے دل کا خداوند عالم نے امتحان لے لیا ہو کوئی نہیں جانتا۔

عین الحیات میں علامہ مجلسی نقل کرتے ہیں سیف تمار کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کے ہمراہ ہوتا تو ان کو یقین کرنا پڑتا کہ میں ان سے زیادہ دانا اور باخبر ہوں۔ ان کو کچھ ایسی باتیں بتاتا جن سے وہ بے خبر تھے کیونکہ وہ تو صرف گزشتہ کے حالات کا علم رکھتے تھے اور ہمیں گزشتہ اور آئندہ کے عجائب و غرائب سب کا علم جناب رسول خداؐ سے میراث میں پہنچا ہے۔

پھر فرمایا کہ وہ رحیم و کریم خدا اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے اس نے آسمان و زمین کی صبح و شام ہونے والے حالات سے ہمیں باخبر رکھا ہے۔ نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں جبرائیلؑ امین دو انار لائے۔ آنحضرت نے ایک انار خود تناول فرما لیا اور دوسرے کے دو حصے کیے نصف خود تناول فرمایا اور نصف جناب علی مرتضیٰؑ کو کھلایا اور فرمایا اے علیؑ معلوم ہے کہ یہ دو انار کیسے تھے؟ ایک انار میں پیغمبری تھی جس میں تم شریک نہیں تھے۔ اور دوسرا انار علم تھا جس میں ہم دونوں شریک ہیں۔

راوی نے سوال کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ علم میں رسول خداؐ کے کس طرح شریک تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی علم اپنے رسولؐ کو تعلیم نہیں فرمایا جس میں یہ ہدایت نہ فرمائی ہو کہ اس کو علیؑ تک پہنچا دو اور اس طرح وہ علم ہم تک بھی پہنچا۔

پھر ارشاد فرمایا جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ دریا کے کنارے ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہتے تھے تو انہوں نے ایک طائر کو دیکھا جس نے ایک قطرہ مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی جانب تیسرا آسمان کی طرف اور چوتھا زمین پر پھینکا اور پانچواں قطرہ دریا میں ڈال دیا دونوں حیران تھے کہ یہ کیا معمہ ہے کہ ایک صیاد دریا سے برآمد ہوا اور اس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کو بتلایا کہ یہ پرندہ جو دریا سے نکلا اور چار قطرے ہر چار جانب پھینکے اس کا مطلب یہ تھا کہ آخری زمانہ میں ایک پیغمبر پیدا ہو گا جس کے پاس مشرق و مغرب آسمان و زمین کا علم ہو گا اور یہ پانچواں قطرہ جو دریا میں ڈالا وہ علم مثل دریا کے ہے جو اس کے ابن عم اور وصی کے پاس ہو گا یہ کہہ کر وہ صیاد غائب ہو گیا جس سے وہ سمجھ گئے کہ یہ کوئی من جانب اللہ فرشتہ ہے۔

عین الحیات میں علامہ مجلسی نقل کرتے ہیں۔ جویریہ بن مسھر سے منقول ہے کہ ہم جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ہمراہ جنگ خوارج سے جب واپس ہوئے اور سر زمین بابل پر وارد ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اس سر زمین سے تیزی سے گزرنے کی کوشش کرو کیونکہ اس سر زمین پر عذاب الٰہی تین مرتبہ نازل ہو چکا ہے اور یہ سب سے پہلی زمین ہے جس پر بتوں کی پرستش کی گئی ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ نماز عصر ادا کر لیں اور اس سر زمین پر نماز نہ پڑھیں چنانچہ ہم جلدی جلدی وہاں سے گذر رہے تھے کہ سورج غروب ہو گیا' لیکن جناب امیرالمومنین نے یہاں سے نکل کر وضو فرمایا ہم نے بھی بڑی حیرانی میں وضو کیا کیونکہ نماز عصر کا وقت تو ختم ہو چکا تھا۔ تاہم آپ نے نماز ادا کرنے کا حکم دیا

اور اذان کہنے کے لیے فرمایا میں متعجب ہوا جب آپ نے غروب شدہ آفتاب کو اپنی انگشت مبارک کے اشارہ سے واپس عصر کے مقام پر پہنچا کر نماز عصر فرمائی ہم سب نے بھی آپ کے پیچھے نماز ادا کی پھر آفتاب غروب ہو گیا اور ستارے نمودار ہو گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے جو یریہ! تم اس قدر متعجب نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فسبح باسمه ربک العظیم میں نے اللہ تعالیٰ کو اس کے عظیم اسم سے پکارا اس نے میرے واسطے آفتاب کو پلٹا دیا۔

علی بن مغیرہ سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام منیٰ میں ایک عورت کی طرف سے گذرے جو خود اور اس کے بچے اپنی گائے کے مر جانے کے باعث رو رہے تھے۔ آپؑ نے اس سے رونے کا سبب دریافت فرمایا اس نے کہا یہ بچے یتیم ہیں' یہ گائے ہمارے لیے ذریعہ معاش تھی جو مر گئی ہے اب ہمارے معاش کا ذریعہ ختم ہو گیا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کیا تیرے لیے اس کو زندہ کردوں؟ اس نے کہا ہاں چنانچہ آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور گائے کے قریب جا کر ٹھوکر ماری اور کہا "قم باذن اللّٰه" اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ گائے زندہ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عورت حیران و ششدر رہ گئی اور چلائی کہ کعبہ کی قسم آپ عیسیٰ بن مریمؑ ہیں آپ نے فوراً" خود کو اس اژدہام میں پوشیدہ فرمایا' تاکہ لوگوں کو معلوم نہ ہو۔

داؤد بن کثیر سے روایت ہے کہ میں اپنی زوجہ کے ہمراہ زیارت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو گیا۔ راستے میں بیوی انتقال کر گئی۔ میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا آپؑ نے ارشاد فرمایا جاؤ اور تم دیکھو گے کہ وہ کھانا کھا رہی ہو گی میں واپس آیا اور دیکھا واقعی وہ کھانا کھانے میں مشغول تھی۔

سماعہ سے منقول ہے کہ میں ایک روز بعد وفات حضرت امام محمد باقرؑ خدمت امام صادق علیہ السلام میں پہنچا آپؑ نے فرمایا میرے والد ماجد کو دیکھنا

چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا' جی ہاں آپ نے فرمایا' اس گھر میں داخل ہو جاؤ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا پھر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بعد شہادت جناب امیرالمومنین کچھ شیعہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کیے۔ آپ نے ان کے سوالات کے جوابات دینے کے بعد فرمایا "میرے پدر بزرگوار جناب امیرالمومنین کو اگر دیکھو گے۔ تو کیا انہیں پہچان لو گے؟" انہوں نے فرمایا سامنے سے یہ پردہ اٹھاؤ انہوں نے پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ جناب امیرالمومنینؑ سامنے تشریف فرما تھے۔ حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے صفین کا قصد فرمایا دریائے فرات عبور کر کے ایک پہاڑ کے قریب پہنچے تو نماز عصر کے واسطے آپؑ نے وضو فرمایا اذان دی گئی جیسے ہی اذان تمام ہوئی وہ پہاڑ شگافتہ ہوا اور ایک آواز آئی "اے وصی خاتم پیغمبران یا امیرالمومنین آپ پر سلام ہو"

آپؑ نے جواب میں فرمایا و علیک السلام اے برادر من شمعون بن حمون وصی عیسیٰ بن مریمؑ کیا حال ہے تمہارا؟ جواب میں انہوں نے "الحمدللہ" کہ آپ پر رحمت پروردگار ہو کہا اور یہ بھی فرمایا کہ "میں حضرت عیسیٰ کا منتظر ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور آپؑ کے فرزند کی نصرت فرمائیں اے امیرالمومنین! اگر ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ آپ کا مرتبہ پیش پروردگار کیا ہے تو ہرگز ہرگز آپؑ سے ارادہ جنگ نہ کرتے اور وہ لوگ جو آپؑ کی مدد کر رہے ہیں ان کو اگر علم ہوتا کہ اس میں کیا ثواب ہے تو اپنے اجسام کے پارہ پارہ ہونے کی دعائیں کرتے والسلام۔ اس کے بعد جناب امیرالمومنین علیہ السلام مشغول نماز ہوئے اصحاب میں سے عمار بن یاسر مالک اشتر ابن عباس وغیرہ ہم نے سوال کیا یا امیرالمومنین یہ کس شخص کی آواز تھی؟ آپؑ نے فرمایا کہ شمعون وصی حضرت عیسیٰ کی آواز تھی۔

عبادہ اسدی سے روایت ہے کہ میں جب ایک روز جناب امیرالمومنین کی خدمت میں پہنچا تو آپ ایک شخص سے گفتگو میں مشغول تھے۔ جب وہ شخص چلا

گیا تو میں نے جناب امیرالمومنین سے سوال کیا کہ یہ شخص کون تھا؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا' یہ وصی حضرت موسیٰ (ہارون) تھے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے جناب رسول مقبول نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے مخلوق میں سے کسی کو ہم سے بہتر خلق نہیں فرمایا۔

جناب امیرالمومنین نے عرض کیا رسول اللہ آپ افضل ہیں یا جبرائیلؑ؟ آنحضرت نے ارشاد فرمایا اے علیؑ خدا تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو ملائکہ مقربین سے بھی افضل قرار دیا ہے اور مجھے تمام انبیاء پر فضیلت عطا فرمائی ہے میرے بعد تم کو اور آئمہ معصومین علیہم السلام کو سب پر فضیلت دی ہے تمام ملائکہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے خدمتگار ہیں۔

اے علیؑ جو فرشتے حاملان عرش ہیں وہ ہمارے دوستوں کے لیے خدا کے حضور طلب مغفرت کرتے ہیں اے علیؑ اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آدمؑ کو پیدا کرتا نہ حوا کو' نہ بہشت کو' خلق فرماتا' نہ دوزخ کو' نہ آسمان کی تخلیق ہوتی نہ زمین عالم وجود میں آتی اور ہم ملائکہ سے افضل کیوں نہ ہوں کیونکہ ہم ان سے پہلے اللہ کی معرفت رکھتے تھے اور اس کی تسبیح و تہلیل بجا لاتے تھے اور جو چیز سب سے پہلے خلق ہوئی وہ ہماری ارواح تھیں جنہوں نے سب سے پہلے اس کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اس کی حمد و ثناء بجا لائے اس کے بعد ملائکہ کو خلق فرمایا ہم سب ایک نور تھے جب ملائکہ نے دیکھا تو ہماری عظمت دیکھ کر حیران ہوئے ہم نے ان کی حیرانی کو دیکھ کر کہ کہیں یہ ہم ہی کو سب سے عظیم نہ سمجھ جائیں۔

ہمارے نور نے کہا سبحان اللہ ہماری اس تسبیح کو سن کر انہوں نے بھی تسبیح خدا شروع کر دی پھر اس خیال کے پیش نظر کہ خدا کی عظمت و بزرگی میں یہ ہمیں نہ کرلیں ہم نے لا الہ الا اللہ کی تسبیح شروع کی چنانچہ ملائکہ سمجھ گئے کہ اللہ کی عظمت و بزرگی میں کوئی شریک نہیں یہ تسبیح سن کر انہوں نے بھی لا الہ

الا اللہ کہنا شروع کیا پھر اس لیے کہ ہماری رفعت و بلندی کو دیکھ کر ہمیں بلند تر نہ سمجھنے لگیں ہم نے کہا اللہ اکبر اور اس لیے کہ کہیں وہ قوت و قدرت میں ہمیں ہی بڑا نہ سمجھنے لگیں ہم نے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہماری ساری قوت و طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے اس لیے کہ ملائکہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہماری یہ تمام تر طاقت و غلبہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثنا کے باعث تھے ہم نے کہا الحمد للہ ملائکہ نے بھی کہا الحمد للہ اس طرح ملائکہ نے ہم سے خدا کی تسبیح و حمد و ثنا کرنی سیکھی پھر خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کے صلب میں ہمارا نور ودیعت فرمایا پھر فرشتوں کو اس لیے کہ ہم اور ہمارا نور صلب آدمؑ میں تھا۔ حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو فرشتوں نے سجدہ تکریمی حضرت آدمؑ کو کیا۔

لہٰذا ہم بلحاظ معرفت خداوندی اور وجود ازلی فرشتوں سے افضل ہوئے اور جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جبرائیلؑ نے اذان دی اور مجھ سے درخواست کی کہ آپ نماز پڑھائیں میں نے پوچھا کیا میں تم سے افضل ہوں؟

جبرائیل نے کہا جی ہاں خداوند عالم نے پیغمبروں کو تمام ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور آپ تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ اس کے بعد جب میں حجاب نور میں پہنچا تو جبرائیلؑ نے کہا اب آپ تشریف لے جائیے میں آگے نہیں جا سکتا میں نے کہا تم مجھے تنہا چھوڑ کر جا رہے ہو؟

جبرائیلؑ نے کہا اے محمدؐ یہ میری آخری حد ہے اس سے اگے اگر بڑھ جاؤں تو میرے بال و پر جل جائیں گے پھر میں دریائے نور میں داخل ہوا اور یہ وہ مقام تھا جہاں فرشتوں کا بھی گزر نہیں وہاں ایک آواز آئی اے محمدؐ میں نے کہا لبیک یا رب

خدا نے فرمایا اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں پس میری ہی عبادت کر اور مجھ ہی پر توکل کر اس لیے کہ تو میرا نور ہے جس کو میں نے اپنی مخلوق کی طرف اپنی حجت بنا کر بھیجا ہے میں نے تیرے اور تیرے تابعین کے لیے بہشت کو

خلق فرمایا ہے اور تیرے اوصیا کے لیے بلند درجات قرار دیے ہیں اور ان کے شیعوں کے واسطے ثواب عظیم بخشا ہے۔

میں نے عرض کیا پالنے والے میرے اوصیاء کون ہیں آواز آئی کہ تیرے اوصیاء کے اسماء ہم نے ساق عرش پر لکھ دیے ہیں میں نے نظر کی تو دیکھا ساق عرش پر نور کی سطروں میں ہر وصی کا نام لکھا ہوا تھا۔ سب سے پہلے علیؑ ابن ابی طالب کا نام اور آخر میں مہدی آخرالزمان کا نام تھا میں نے کہا مالک کیا یہ سب میرے اوصیاء ہیں؟

آواز آئی اے محمدؐ یہ سب اولیاء اور اوصیاء میرے ہیں۔ جو تیرے بعد تمام مخلوق پر حجت ہیں۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں اپنے دین کو ان کے ذریعے قائم رکھوں گا اور آخری ان کا قائم وہ ہو گا جو زمین کو میرے دشمنوں سے پاک کر دے گا۔ مشرق اور مغرب کا وہ حکمران ہو گا۔ جس کی حکومت اور سلطنت قیام عالم تک قائم و دائم رہے گی۔

حضرت علی علیہ السلام کا امام منصوص من اللہ ہونا

نبیؐ و رسولؐ کی طرح امام کا معین کرنا بھی اللہ کے لیے ہے کیونکہ ذات احدیت خوب واقف ہے کہ کس میں امامت کی صلاحیت موجود ہے اور امام پیغمبر کا قائم مقام بدل اور مثل ہوتا ہے امام علم خدا کی کان اور مظہر اسماء و صفات خدا ہوتا ہے لہٰذا امام کو مثل رسول ہونا چاہیے رسول اور امام میں پوری مشابہت ہونی چاہیے اس کو ایک مثال محسوس سے باسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

امام تمام صفات میں مثل نبی ہونا چاہیے نائب کو منیب کی مانند ہونا چاہیے لہٰذا پیغمبر کے نائب و نمائندہ کو علم و عمل میں ایسا ہونا چاہیے کہ جس نے امام کو دیکھا اس نے پیغمبر کو دیکھا اگر کوئی مسئلہ نبی سے پوچھا جائے تو اس کا ھم ہونا چاہیے اور یہی صفت نائب و امام میں بدرجہ اتم موجود ہو ورنہ اعتراضات کے دروازے کھل جائیں گے۔

محدثین و مؤرخین عامہ و خاصہ نے متفقہ طور پر تحریر کیا ہے کہ بعد از رسالتمآبؐ مولا علی بن ابی طالب ہی عالم ہیں۔ ایک مرتبہ امیرالمومنین فاتح خیبر منبر کوفہ پر رونق افروز تھے، آپ نے ببانگ دہل مجمع عام میں اعلان فرمایا، اے لوگو مطلع رہو، اگر میرے لیے مسند قضا بچھائی جائے اور قوم موسیٰ یعنی یہود میرے پاس اپنے مسائل لے آئیں تو رب کعبہ کی قسم مولود کعبہ علی بن ابی طالب ان کے درمیان کتاب تورات سے ایسے فیصلے کرے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کریں گے کہ نائب رسول علی بن ابی طالب تورات کو ہم یہودیوں سے زیادہ جانتے ہیں اور اگر قوم عیسیٰ بن مریم نصاریٰ اپنے فیصلوں کے لیے میرے پاس آئیں تو میں انجیل سے ان کے ایسے فیصلے کروں کہ وہ سب بیک زبان پکار اٹھیں کہ علی بن ابی طالبؑ ہم سب سے زیادہ انجیل کو جاننے والے ہیں۔

ان تاریخی حقائق کے بعد اس امر میں مطلقاً شک نہیں ہے کہ مولا علی علیہ السلام علم الصحابہ تھے، اور آپ کا سینہ مبارک علوم الٰہیہ کا مرکز و منبع ہے یہی وجہ ہے کہ عارفین کا قول ہے کہ علی اعلم الصحابہ ہیں۔ کہ وہم و خیال

کا پرندہ مقام علیؑ تک پرواز نہیں کر سکتا اور نہ ہی عقل علم امیرالمومنین کا احاطہ کر سکتی ہے' اسی حقیقت عرفان کو خود مولا علیؑ نے خطبہ شقشقیہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

آپؑ ابن عباسؓ سے یوں مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے ابن عباس آگاہ رہو علم کا سیلاب مجھ علیؑ کے سینے میں اس طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے جس طرح خاموش سمندر کی زور دار لہریں جو کنارہ سمندر سے اچھل اچھل کر باہر آ جاتی ہیں۔ یا جس طرح پہاڑ کی بلندی سے نشیب کی طرف سیل روان رہتا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہم و خیال عقل مولا علیؑ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے نہج البلاغہ میں آپ نے متعدد بار سلونی سلونی کا دعویٰ فرمایا ہے اہل السنتہ کے جید عالم و محقق امام غزالی اپنی کتاب سرالعالمین میں حقانیت و فضیلت امیرالمومنین کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی کو علی بن ابی طالب سے کیا نسبت۔

صاحبان عقل ذرا انصاف تو کرو دو افراد کی حیثیت کے بارے میں ایک کہتا ہے کہ اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم مجھے چھوڑو میں کچھ نہیں جانتا میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔

دوسرا کہتا ہے سلونی سلونی قبل ان تفقدونی میں پیغمبر خدا کے بعد تم سب سے افضل ہوں ان دو تاریخی حقائق سے واضح ہے کہ جانشین پیغمبر اور اس کی مسند نیابت کا وارث کون ہے؟

مولا کائنات امیرالمومنین نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھ سے پوچھو کہ میرا علم آسمانوں کے بارے میں ملکوت و عالم بالا کے بارے میں زیادہ ہے زمین کے علم سے اور میں آسمان کے رستوں کو زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں۔

جب عقل نے فیصلہ دے دیا کہ نائب پیغمبر ہونا ضروری ہے علم و عمل حلم و شجاعت عصمت و طہارت تدبر و حکمت میں دوسری طرف یہ بات بھی عیاں ہو گئی کہ ادنیٰ رتبے والا اعلیٰ رتبے کے مالک کا ہمسر نہیں ہوتا۔

جو شخص مجتہد کی پہچان نہیں کر سکتا بجز اس کے ایک اعلم شخص اس کی تصدیق کرے یا اس کا ہم مرتبہ اس کے مجتہد ہونے کی تصدیق کرے لہٰذا عام لوگ بھی مقام امامت کو نہیں سمجھ سکتے لہٰذا خلیفہ کی نامزدگی وہی کریں جو معاملات کی اتھاہ سے پوری طرح واقف ہوں خدا اور اس کے برگزیدہ رسول سے بڑھ کر کون انسان اور ہادی کی حقیقت کو کماحقہ سمجھ سکتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ اور ان کے رسولؐ خاتم پر لطفاً واجب ہے کہ عام الناس کی ابدی ہدایت کے لیے امام کی معرفی کرائیں تاکہ لوگ نبی علیہ السلام کے بعد مرجع ہدایت کی طرف رجوع کر کے حتماً ہدایت حاصل کر سکیں۔

جب عقل و منطق نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ خدا اور رسول پر لطفاً واجب ہے کہ ہدایت انسانیت کے لیے اپنے بعد خلیفہ وحی ہادی دے کر جائیں۔

اب دیکھیں کیا رسول خاتم نے بحکم خدا خلیفہ کا تعین کیا؟

براہین قاطعہ اور ادلہ ظاہریہ سے ثابت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حکم دیا۔

فاذا فرغت فانصب (القرآن)

پس اے رسول حج سے فارغ ہوتے ہی خلیفہ و نائب کو نصب (معین) کر دیں تاکہ حجت تمام ہو ختم نبوت کے بعد متبادل الہامی قیادت ولایت خلافت وزارت و صایت اور سلسلہ امامت جاری ہو نہ صرف شیعہ طرق سے بلکہ سنی طرق سے محدثین اہل سنت نے مبسوط کتب لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

یہ مقدس دین کبھی بھی زوال پذیر نہیں ہو گا یہاں تک کہ میرے بعد اس میں بارہ خلفاء پورے نہ ہو جائیں مکی و مدنی صحابہ کرام نے سوال کیا اللہ کے رسول پہلا خلیفہ کون ہو گا اور آپ کا آخری خلیفہ کون؟ تو خاتم النبینؐ نے جواباً فرمایا آگاہ رہو گروہ صحابہ طبقہ مہاجرین و انصار عدۃ خلفائی کنقباء نبی اسرائیل میرے بارہ خلفا مثل نقباء موسیٰ ہیں۔ جن کا پہلا علی بن ابی طالب ہیں اور آخری مہدی الزمان ہیں جو عدل و انصاف سے اس زمین کو بھر دیں گے۔

تحقیقات زیر بحث پر انبیاء و رسل سابقہ کا طرز عمل بہت اچھی روشنی

ڈالتا ہے دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں جانشین کی ضرورت تھی وہاں انبیاء سابقہ نے خود اپنا جانشین مقرر کیا یا یہ کام امت پر چھوڑ دیا حضرت موسیٰ جب چالیس راتوں کے لیے برائے میقات کوہ طور پر تشریف لے گئے تو آپ نے خود اپنی امت میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

علامہ طبری اپنی تاریخ الامم و الملوک میں لکھتے ہیں جب حضرت آدم کی رحلت کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنے فرزند شیث کو بلا کر اپنا ولی عہد مقرر کر دیا پھر علامہ مذکور لکھتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام موت سے قبل گیارہ دن بیمار رہے اور اپنے فرزند شیث کو اپنا وصی مقرر کیا اور اس وصیت نامہ کو لکھ کر حضرت شیث کے حوالہ کر دیا غرض ہے کہ ساری عربی کی عبادات نقل کرنا باعث طوالت ہو گا ہم اپنے ناظرین کی توجہ تاریخ الامم و الملوک طبری الجزء الاول ۷۶ لغایت ۸۷ و تاریخ الکامل لابن الاثیر الجزء الاول ص ۲۰ و ۲۶ کی طرف منعطف کرتے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ شیث نے اپنے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے اپنے بیٹے مہلائیل نے اپنے بیٹے یردیا یارو کو اور یردنے اپنے بیٹے خنوغ عرف ادریس کو اور ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ اور متوشلخ نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کیا متوشلخ کی نسبت طبری کی عبارت یہ ہے۔

فلما حضرت متو شلخ الوفاۃ استخلف لمک علی امرہ و اوصاہ بمثل ما کان ابائہ یوصون بہ

تاریخ طبری الجزالاول ص ۸۷ و تاریخ الکامل ابن اثیر الجز الاول ص ۲۰

یعنی جب متو شلخ کا وقت وفات قریب ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وصی قرار دیا۔ جس طرح ان کے آباء اجداد خود اپنا جانشین مقرر کرتے آئے تھے۔ یہ لمک حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔ تاریخ ابن اثیر میں ہے۔

لما حضرت نوح الوفاۃ قیل لہ کیف رائیت الدینا قال کبیت لہ بابان دخلت من احدھما و خرجت من الاخرو اوصی الی ابنہ سام تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۲۶

ترجمہ:- جب حضرت نوح کی رحلت کا وقت آیا تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے دنیا کو کیسا پایا جواب دیا- مثل اس گھر کے جس کے دو دروازے ہوں ایک دروازہ سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل آیا- اور انہوں نے اپنے بیٹے سام کو اپنا جانشین و وصی مقرر کیا-

نیز ملاحظہ ہو روضتہ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد ۱ ص ۳۰ حضرت ابراہیم نے اپنا ولی عہد و خلیفہ حضرت اسحٰق کو خود مقرر کیا- روضتہ الصفاء میں ہے- اسحق را در دیار شام و لیعہد و خلیفہ گردانید- حضرت اسحٰق نے اپنے فرزند یعقوب کو اور یعقوب نے اپنے فرزند یوسف کو اپنا جانشین مقرر کیا- تاریخ روضتہ الصفاء جلد ۱ صف ۲۶، ۳۶، ۴۶ علامہ طبری لکھتے ہیں و ان مقام یعقوب منہ بمصر بعد مواخاتہ باھلہ سبع عشر سنتہ و ان یعقوب اوصی الی یوسف علیہ السلام ترجمہ:- حضرت یعقوب کا قیام مصر میں اپنی اولاد کے ساتھ سترہ سال تک رہا اور آپ نے حضرت یوسف کو اپنا خلیفہ و وصی و جانشین مقرر کیا تاریخ طبری الجز الاول ص ۱۷۲

ترجمہ:- حضرت یوسف نے جس روز انتقال کیا اس وقت آپؑ کی عمر ایک سو دس سال کی تھی اور انہوں نے اپنے بھائی یہود کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا حضرت ایوب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا ان عمر ایوب کان ثلاثا و تسعین سنتہ و انہ اوصی عند موتہ الی ابنہ حومل تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۷ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷ روضتہ الصفاء جلد ۱ ص ۱۰۰ ترجمہ- حضرت ایوب کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا ان اللہ عزو جل بعث بعلہ اینہ بشر بن ایوب نبیاء و سماہ ذوالکفل امرہ بالدعا

الی توحیده و انه کان مقیما بالشامه عمره حتی مات و کان عمره خمسار و سبعین سنته و ان بشرا اوصی الی ابنه عبدان تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۲۷ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷

ترجمہ:- خدائے عزو جل نے حضرت ایوب کے بعد ان کے بیٹے بشر کو نبی مقرر کیا اور ان کا نام ذوالکفل رکھا اور ان کو حکم دیا کہ لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں وہ اپنی زندگی بھر شام ہی میں رہے ان کی عمر ۷۵ سال کی ہوئی اور انہوں نے اس عہدہ کی وصیت اپنے بیٹے عبدان کی طرف کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا جانشین خود مقرر کیا اول حضرت ہارون کو اور جب انہوں نے انتقال کیا تو پھر یوشع بن نون کو جناب رسول خداؐ اکثر حضرت موسیٰؑ کی مشابہت پر زور دیا کرتے تھے حدیث منزلت میں بھی حضرت ہارون سے مشابہت ہے ان کے بچوں کے نام پر حضرت علیؑ کے فرزندان حسنؑ و حسینؑ کے نام شبر و شبیر رکھے تھے حضرت موسیٰؑ کا یہ خطبہ کتنا مشابہ ہے جناب رسول خداؐ کے خطبہ غدیر خم کے حضرت یوشع نے اپنا خلیفہ و جانشین کالب بن یوفنا کو مقرر کیا۔

ثم توفاه الله فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوحنا تاریخ الکامل الجز الاول ص ۷۰ صاحب روضتہ الصفاء لکھتے ہیں کالوب بن یوفنارا طلب داشتہ خلافت وردو اور اوی و ولی عہد گردانیده از جہان بیرون رفتہ الصفا الجز الاول ص ۱۳۴ کالب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا چوں امارات ارتحال مشاہده فرمود یوسا قوس پسر خودرا خلافت واده وویعت حیات بمتقاضی اجل سپرد و گوہر زندگانی تسلیم قابض الرواح نمود روضتہ الصفا جلد ۱ ص ۱۳۵ جناب الیاس پیغمبر نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا و الیاس پائے در رکاب آورده الیسع رابخلافت خود وصیت کرد یک روز الیاس وحی رسید کہ خلافت خود بوے مضوض گردان روضتہ الصفاء جلد ۱ ص ۱۳۸ میں جناب الیسعہ کی نسبت لکھتے ہیں بعد از تیقن اجابت ذی الکفل راطلب فرموده خلافت داد روضتہ الصفا جلد ۱ ص ۱۴۰ میں جناب شعیا کے خلیفہ کو بھی خدا نے ہی مقرر کیا۔ عن ابن اسحٰق قال

في مابلغى استخلف الله على بني اسرائيل بعد شعيار جلا منهم يقال لها ياشتيه بن اموس تاریخ طبری جلد اص ۲۸۵ میں ہے خداوند تعالیٰ نے شعیا کے بعد بنی اسرائیل پر ایک شخص یا ستیہ بن اموس کو خلیفہ مقرر کیا حضرت داؤد کی نسبت علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں و توفی قبل ان یستتم بنائه و اومى الى سليمان تاریخ الکامل الجز الاول۔ ص۷۷۔

ترجمہ۔ جب حضرت داؤد نے اپنی عمارت کو مکمل کرنے سے پہلے ہی انتقال کیا اور خلافت کی نسبت وصیت اپنے بیٹے سلیمان کی طرف کی۔ آگے چل کر کہتے ہیں فلما مات وارث سليمان ملكه و علمه و نبوته و كان له تسعته عشر ولد" فورث سليمان دونهم تاریخ کامل الجز الاول ص ۷۸ میں ہے جب حضرت داؤد نے انتقال کیا تو آپ کے فرزند سلیمان نے حضرت داؤد کی سلطنت و نبوت و علم کو ورثہ میں لیا حضرت داؤد کے انیس فرزند تھے لیکن ان کے وارث صرف حضرت سلیمان ہوئے اور باقی فرزندان داؤد وارث نہیں ہوئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا وصی و خلیفہ بحکم خداوندی خود مقرر کیا روضتہ الصفاء الجز الاول صفحہ ۱۸۴ پر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام فرمودات میں سے ایک یہ تھا کہ جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ حضرت شمعون کو میں نے تمہارا جانشین اور خلیفہ مقرر کر دیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریاں نے اس کی جانشینی اور خلافت کو قبول کیا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اے علیؑ تم میرے وصی ہو میں نے تمہیں اللہ کے حکم کے مطابق وصیت کی ہے تم میرے خلیفہ ہو میں نے تمہیں اپنے رب کے حکم کے مطابق خلیفہ بنایا ہے اے علیؑ تم وہ شخص ہو کہ تم میرے بعد میری امت کے اختلاف کو مٹاؤ گے۔ تم ان لوگوں میں میرے قائم مقام ہو گے۔ تیرا قول میرا قول تیرا حکم میرا حکم تیری اطاعت میری اطاعت اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے تیری

نافرمانی میری نافرمانی اور میری نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر کے مقام پر علیؑ کے ہاتھ کو پکڑا تو ابلیس کی ایسی چیخ نکلی جس کو دنیا کی ہر مخلوق نے سنا ابلیس کے چیلوں نے کہا اے ہمارے سردار اور ہمارے آقا آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ ہم نے ایسی وحشتناک چیخ کبھی نہیں سنی کہا نبی نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ اگر یہ پورا ہو گیا تو اللہ کی نافرمانی کبھی نہیں ہو گی۔

صاحب جامع الاصول نے یہ حدیث اپنے اسناد کے ساتھ زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ غدیر خم پر اتر گئے آپ نے (اونٹوں) کے گدوں کے جمع کرنے کا حکم دیا جب وہ جمع ہو گئے اور نماز جامعہ کی منادی کی ہم لوگ جمع ہو گئے آپ نے ایک فصیح بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اس آیت کو نازل کیا ہے۔

یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فمابلغت رسالت و اللہ یعصمک من الناس مجھے جبرائیل نے اللہ کی طرف یہ حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر ٹھر جاؤں اور ہر سفید و سیاہ کو اسبات سے آگاہ کر دوں کہ علیؑ ابن ابی طالب میرے بھائی ہیں میرے وصی ہیں میرے خلیفہ ہیں اور میرے بعد امام ہیں۔

اے لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالٰی نے علیؑ کو تمہارے لیے امام مقرر کیا ہے اور اس کی اطاعت ہر ایک آدمی پر فرض کی ہے اس کا حکم جاری ہو گا اس کی بات جائز ہو گی جس نے اس کی مخالفت کی وہ ملعون ہے جس نے اس کی تعریف کی وہ مرحوم ہے غور سے سنو اور اطاعت کرو اللہ تعالٰی تم پر اولٰے بالتصرف ہے اور علیؑ تمہارا امام ہے پھر امامت اس کی پشت سے میرے فرزند حسینؑ میں منتقل ہو گی۔ یہ سلسلہ اس دن تک رہے گا جس دن تک صرف اللہ کی حلال کردہ چیز حلال رہے گی۔ اور اس کی حرام کردہ چیز حرام رہے گی۔ اس سے

رشتہ جوڑو جو کچھ علم ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ میں بند کر دیا ہے۔ میں نے اس علم کو آپ (علیؑ) میں منتقل کر دیا ہے اس (علیؑ) سے منہ نہ موڑو آپ وہ ذات ہیں جو حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور (خود) اس پر عمل کرتے ہیں جو شخص ان کا (علیؑ) کا انکار کرے گا۔ اس کی توبہ کو اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ اور اس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اس کو ہمیشہ کے لیے درد ناک عذاب میں رکھے گا۔ وہ (علیؑ) میرے بعد جب تک روزی نازل ہوتی رہے گی اور مخلوق موجود رہے گی۔ تمام لوگوں سے افضل ہیں (فرشتے اور نیک (مخلوق) اس شخص پر لعنت کریں گے جو اس کی مخالفت کرے گا اور میں نے جو بات بیان کی ہے وہ جبرائیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔

ابن مغازی کے مناقب میں مرقوم ہے کہ جب ستارہ علیؑ کے گھر میں اترا آنحضرت نے فرمایا جس کے گھر میں ستارہ اترے گا۔ وہ شخص میرے بعد میرا وصی ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا ستارا علیؑ کے گھر اترا ہے یہ آیت نازل ہوئی۔ والنجم اذا ھوی ما ضل صلحکم و ما غوٰی رسول خداؐ کے فرمان سے جو آپ نے غدیر خم کے روز ارشاد فرمایا حقیقت اور حجت بے نقاب ہو جاتی ہے۔ (رسول اللہ نے فرمایا) جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے علیؑ تمہیں مبارک ہو آپ میرے اور تمام مومن مردوں اور تمام مومنہ عورتوں کے مولا ہو گئے ہو۔ حضرت عمرؓ کا یہ کہنا حضرت علیؑ کی ولایت اور حکومت پر رضا مند ہونا تسلیم کرتا ہے۔

فضائل امیرالمومنین

اہل دانش و بینش پر پوشیدہ نہیں کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے فضائل قالب بیان میں نہیں آ سکتے اور کسی باب و کتاب میں نہیں سما سکتے۔ بلکہ ملائکہ سمٰوات آپؑ کے درجات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرتؑ کے فضائل کا شمار کرنا ایسا ہے جیسے دریا کے پانی کو کوزے میں بند کرنا۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ہم وہ کلمات خدا ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے احقر میں یہ جرات نہیں کہ قلم ہاتھ میں لے کر اس سلسلہ میں کچھ لکھے۔ لیکن چونکہ امیرالمومنینؑ معدن کرم و جوانمردی ہیں۔ امید واثق یہ ہے کہ مجھ پر احسان فرمائیں گے اور اس مختصر خدمت کو قبول کر لیں گے۔ صدوق نے امالی میں آئمہ اہلبیت علیھم السلام کے ذریعے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ۔

ذات احادیث نے میرے بھائی کو اتنے فضائل کا مالک بنایا ہے کہ ان کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی آشنا نہیں ہے جو شخص فضائل علی علیہ السلام میں سے ایک فضیلت بھی اس طرح پڑھے کہ اس فضیلت پر عقیدہ بھی رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ اور لاحقہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ الدمعتہ الساکبہ میں ہے

جو فضائل علی علیہ السلام میں سے ایک فضیلت بھی اس طرح لکھے کہ اس پر عقیدہ بھی رکھتا ہو تو جب تک اس تحریر کی سیاہی موجود رہے گی اس وقت تک ملائکہ اس شخص کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

جو شخص فضائل علی علیہ السلام میں سے ایک بھی فضیلت سنے اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیے ہیں چہرہ علی علیہ السلام کی زیارت عبادت ہے ذکر علی ابن ابی طالب علیہ السلام عبادت ہے۔ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک قبول ہی نہیں کیا جائے گا جب تک وہ علی علیہ السلام سے محبت او دشمنان علیؑ سے اعلان برات نہ کرتا ہوگا' امالی ہی میں آئمہ

اہلبیت علیہم السلام کے ذریعے سرور انبیاءؐ سے مروی ہے کہ

ارشاد قدرت ہے میں وحدہ لاشریک معبود ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔

میں نے اپنی مرضی سے انبیاء کو مصطفیٰ بنایا ہے۔

میں نے تمام انبیاءؑ سے محمدؐ کو اپنا حبیب بنایا ہے۔

میں نے محمدؐ کو اپنا خلیل اور صفی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ میں نے محمدؐ کے لیے اس کے بھائی حضرت علی ابن طالب علیہ السلام کو منتخب کیا ہے۔

میں نے علیؑ کو محمدؐ کا بھائی وصی اور وزیر بنایا ہے۔ میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ پیغام محمدؐ پہنچانے پر مامور کیا ہے۔ میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنی مخلوق پر مامور کیا ہے۔ میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنی مخلوق پر خلیفہ بنایا ہے۔ میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنی کتاب کا مفسر بنایا ہے۔ میں نے علیؑ کو بعد از محمدؐ اپنے احکام چلانے والا بنایا ہے۔

میں نے علیؑ کو گمراہی سے نکالنے والا ہادی بنایا ہے میں نے علی علیہ السلام کو اپنا دروازہ قرار دیا ہے جس سے گزر کر مجھ تک آ جا سکتا ہے۔ میں نے علیؑ کو اپنا وہ راستہ بنایا ہے جو اس پر چلے میں کبھی اس سے روگردانی نہ کروں گا۔

میں نے علیؑ کو اپنی تمام روئے زمین پر حجت قرار دیا ہے۔ میں کسی بھی عامل کا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک اس میں ولایت علیؑ نہ ہو۔ علیؑ ہی میری مخلوق میں میرا دوست کشادہ ہے۔ علیؑ ہی میری وہ نعمت ہے جسے میں چاہتا ہوں ولایت علیؑ سے نواز دیتا ہوں۔ اپنی مخلوق میں سے جس پر میرا غضب ہوتا ہے اسے میں ولایت علیؑ کی معرفت سے بے بہرہ کر دیتا ہوں۔

میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں میری مخلوق میں سے جو بھی علیؑ کا موالی ہو گا اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا اور جو بھی بغض علیؑ رکھتا ہو گا اسے جنت سے نکال کر جہنم میں داخل کروں گا۔

امالی ہی میں مسلم ابن قیس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا اوصاف

انبیاء حضرت علیؑ میں موجود ہیں۔

علیؑ میں جناب لوطؑ کی نرم مزاجی

جناب یحییٰؑ کا حسن اخلاق

جناب ایوبؑ کا زہد

جناب ابراہیمؑ کی سخاوت

جناب سلیمان کا دبدبہ اور جناب داؤدؑ کی عظمت ہے۔

نام علیؑ جنت کے ہر دروازے پر مکتوب ہے

اللہ نے مجھے بشارت علیؑ سے نوازا تھا

علیؑ اللہ کے ہاں محمود ہے

ملائکہ کے ہاں مزکی و پاکیزہ ہے۔ میری خلوت و جلوت کا ہمنشین ہے علیؑ میرا چراغ ہے' علیؑ میرا مونس ہے' علیؑ میرا رفیق سفر ہے علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔

جس نے علیؑ سے تولیٰ کیا اس نے مجھ سے تولیٰ کیا ہے۔

محبت علیؑ نعمت اور اطاعت علیؑ فضیلت ہے ملائکہ قرب علیؑ کے خواہشمند رہتے ہیں۔

جنات علیؑ کے گرد طواف کرتے ہیں۔ میرے بعد روئے ارض پر ہر طبقے والے کی نسبت علیؑ عزت' فخر اور راہنمائی کے اعتبار سے افضل اور برتر ہو گا۔

علیؑ نہ جلد باز ہے نہ کاہل و غافل ہے۔ میرے بعد روئے زمین پر علیؑ سے افضل کوئی مولود نہ ہو گا۔ جس گھر میں علیؑ ہو گا وہاں پر برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے علیؑ پر حکمت و علم بارش کی طرح نازل فرمائے ہیں۔

الدمعتہ الساکبہ میں ہے۔

ملائکہ علیؑ کے ہمنشین ہوتے ہیں۔

علیؑ زینت محفل ہے۔

علیؑ زیب لشکر ہے۔

علیؑ کی وجہ سے روئے زمین پر شادابی ہے علیؑ کی وجہ سے فوج کا وقار ہوتا ہے۔

علیؑ کعبہ کی مانند ہے جس کی زیارت کو لوگ آتے ہیں لیکن وہ کسی کی زیارت کو نہیں جاتا۔

علیؑ ماہ دو ہفتہ ہے جو تاریکی و ضلالت کو منور کرتا ہے

علی، دوپہر کا آفتاب جواں ہے جس کی روشنی سے کرہ ارض منور ہوتا ہے۔

علی کی تعریف قرآن مجید ہے آیات قرآن علیؑ کی قصیدہ خواں ہیں۔ علیؑ زندگی میں کریم اور موت میں شہید ہے۔

امالی صدوق ہی میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے آکر بتایا کہ ارشاد قدرت ہے۔

"علیؑ میری محبت کو قائم کرنے والا ہے۔ علیؑ کے موالی کو کبھی عذاب نہ ہو گا۔ علیؑ کے دشمن کو کبھی معاف نہ کروں گا"۔

آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن جبرائیلؑ میرے پاس لواء الحمد لائے گا جس کے ستر ٹکڑے ہوں گے۔ ہر ٹکڑا سورج سے بڑا ہو گا میں جبرائیلؑ سے لیکر لواء الحمد علی علیہ السلام کے سپرد کر دوں گا ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا اتنا بڑا لواء الحمد علیؑ کیسے اٹھائے گا؟

حضرت محمد مصطفیؐ نے ناراض ہو کر فرمایا "تمہیں کیا معلوم اس دن علیؑ کی طاقت کیا ہو گی اس دن علیؑ میں جبرائیلؑ کی طاقت، یوسف کا جمال رضوان جنت کا علم اور جناب داؤد کا لحن ہو گا"

علیؑ پہلا شخص ہو گا جو آب سبیل سے سیراب ہو گا۔ علیؑ اور شیعان علیؑ کے مراتب اتنے ہوں گے جن پر اولین اور آخرین کے صالح لوگ شک کریں گے۔

امالی میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اگر تمام لوگ محبت علیؑ امیرالمومنین علیہ السلام پر جمع ہو جاتے تو خدا جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا۔

امالی ہی میں ام المومنین ام سلمہ سے منقول ہے کہ میں نے آنحضرت سے سنا فرما رہے تھے۔

"جب کسی محفل میں فضائل محمد و آل محمدؐ کا تذکرہ کریں۔ تو ملائکہ آسمان سے اتر کر اس محفل میں شریک ہو جاتے ہیں جب یہ مجلس و محفل تمام ہوتی ہے تو ملائکہ واپس آسمان پر چلے جاتے ہیں جب یہ آسمان پر پہنچتے ہیں تو دوسرے ملائکہ ان سے کہتے ہیں کہ تم سے ایسی خوشبو مہک رہی ہے جس کی (مثال) مثل ہم نے جنت میں نہیں دیکھی، تم نے یہ کہاں سے حاصل کی ہے؟

وہ جواب دیتے ہیں کہ زمین پر فلاں جگہ ذکر علیؑ و آل علیؑ ہو رہا تھا ہم اس میں شامل ہوئے ہیں یہ خوشبو وہیں سے ملی ہے۔

وہ ملائکہ کہتے ہیں بہت پیاری ہے۔ ہمیں بھی وہاں لے چلو تاکہ ہم بھی اس شرف سے مشرف ہو سکیں۔ تو وہ ملائکہ انھیں جواب دیتے ہیں کہ اب تو وہ مجلس و محفل بھی ختم ہو چکی ہے اب تو وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔

امالی ہی میں ہے امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے اپنے ایک شاگرد میسرہ سے سوال کیا۔ میسرہ تیرا ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو ہر عمل صالح کرتے ہیں لیکن ہمیں وہ مقام نہیں دیتے جو اللہ نے دیا ہے۔ میسرہ نے عرض کیا قبلہ آپ کی موجودگی میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا۔

"وہ جنت میں نہیں جائیں گے" پھر فرمایا تیرا ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو دیگر افراد کی طرح گناہ کرتے ہیں لیکن ہمارا مقام پہچانتے ہیں۔ اور جو مقام اللہ نے ہمیں دیا ہے اس پر کسی اور کو تسلیم نہیں کرتے؟

میں نے عرض کیا قبلہ آپؑ کے سامنے میں کیا عرض کر سکتا ہوں آپؑ نے فرمایا "وہ جنت میں جائیں گے" اور اس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے ارشاد رب العزت ہے۔ (ترجمہ) "اگر تم ان گناہان کبیرہ سے دور ہو جاؤ جن سے تمہیں

روکا گیا ہے تو ہم تمہارے دیگر گناہ معاف کر کے تمہیں جنت میں مقام کرم دیں گے"

آیت میں گناہان کبیرہ سے مراد ہمارے اعداء سے تولّی ہے اور مدخل کریم سے مراد ولایت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔

بحاری میں عبداللہ ابن سناں سے امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جب میں شب معراج، معراج پر گیا تو مقام قاب قوسین پر اللہ نے مجھ سے جو باتیں کہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اللہ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ اول ہے آخر ہے ظاہر ہے علیؑ باطن ہے اور علیؑ ماکان وما یکون کا عالم ہے۔ میںؐ نے عرض کیا۔ بار الہایہ صفات تو تیری ذات کی نہیں ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہاں میں اللہ ہوں، میرے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں مالک ہوں قدوس ہوں سلام ہوں مومن ہوں مہیمن ہوں عزیز ہوں جبار ہوں متکبر ہوں۔ لوگوں کے شریک سے منزہ ہوں۔

میں لا شریک معبود ہوں میں خالق ہوں میں باری ہوں میں مصور ہوں میرے اسماء حسنہ ہیں آسمان و زمین کی ہر شے میری تسبیح کرتی ہے میں عزیز و حکیم ہوں۔ اے محمدؐ میں لاشریک معبود ہوں میں اول ہوں مجھ سے پہلے کچھ نہ تھا۔ میں ظاہر ہوں میرے اوپر کچھ نہیں میں باطن ہوں میرے تحت کچھ نہیں میں لاشریک معبود اور بکل شیً قدیر علیم

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ اول ہے اس نے تمام مخلوق سے قبل میرے ساتھ میثاق کیا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ آخر ہے تمام آئمہ کے بعد میں علیؑ کی روح قبض کروں گا۔ اے محمدؐ علیؑ ظاہر ہے جو کچھ میں نے تجھ پر وحی کی ہے وہ کچھ علیؑ کو بھی بتا دیا لہٰذا تو بھی علیؑ سے کچھ نہ چھپا۔ اے محمدؐ علیؑ باطن ہے میں نے اپنے ہر راز سے علیؑ کو آگاہ کر دیا ہے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ بکل شیً قدیر علیم ہے حلال و حرام کا جو بھی میں نے دیگر انبیاء کو بتا دیا علیؑ اس سب کا عالم ہے۔ بحار میں اصبغ سے

مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے مجھے بتایا کہ میں انتہائی غمگین اور پریشان تھا آنحضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا' یا علیؑ آج کچھ پریشان نظر آ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا قبلہ امت مسلمہ کے بعض افراد کے حالات نے پریشان کر رکھا ہے آپؐ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایسی بات سناؤں جو جبرائیل مجھے ابھی سنا کر گیا ہے۔ وہ بات سن کر تم بھی خوش ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا فرمایئے قبلہ آنحضورؐ نے فرمایا یا علیؑ جبرائیل نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام انبیاء اور اوصیائے انبیاء کے ممبر نصب ہو جائیں گے ہر نبیؑ و وصی اپنے اپنے ممبر پر تشریف فرما ہو جائے گا۔ تو خازن جنت ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اعلان کرے گا۔

اے اہل محشر میری بات سنو اور گواہ رہو۔ اللہ نے جس دن سے جنت کو پیدا کیا ہے اس دن سے اللہ نے کلید ہائے جنت کا مجھے امین بنا دیا ہے اور میں آج تک اس امانت کا امین رہا ہوں۔

اللہ نے فرمایا کہ خاتم الانبیاء کے حوالے کر دو اور جب میں آنحضورؐ کے پاس لے کر گیا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ علیؑ کو دے دو۔ لو دیکھ لو میں جنت کی چابیاں علیؑ کے حوالے کر رہا ہوں اس کے بعد داروغہ جہنم آئے گا۔ اور وہ اسی طرح کہہ کر جہنم کی چابیاں تیرے حوالے کر دے گا۔

امالی طوسی میں عمر ابن اددی سے مروی ہے کہ ایک دن اس کے سامنے حضرت علیؑ کا تذکرہ ہوا تو اس نے کہا کہ کچھ لوگ حضرت علیؑ کی توہین کرتے ہیں یہ لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ میں نے متعدد اصحاب رسولؐ سے سنا ہے جن میں حذیفہ یمان اور کعب ابن عجرہ بھی ہیں کہ علیؑ کو اللہ نے ان فضائل سے نوازا ہے۔ جن سے کسی فرد و بشر کو نہیں نوازا گیا ہے۔ علیؑ زوج بتول ہے

علیؑ کے سوا اولین آخرین میں کون ہے جسے جوانان جنت کے سرداروں کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ علیؑ کو اہل رسولؐ اور ازواج رسول میں وصی رسولؐ ہونے کا شرف ہے۔

علیؑ وہ ہے کہ جس کا مسجد میں کھلنے والا دروازہ بند نہیں کیا گیا ہے جبکہ

تمام صحابہؓ کے دروازے بند ہو گئے۔ علیؑ درخیبر اکھیڑنے والا ہے علیؑ صاحب علم ہے۔ علیؑ وہ ہے جس کو غدیر خم کے مقام پر سرور انبیاء نے "من کنت مولا فھذا علی مولا" کہہ کر متعارف کرایا۔

علیؑ صاحب تطہیر ہے۔ علیؑ صاحب علم ہے۔ جب آنحضورؐ نے دعا مانگی تھی۔ بار الہا اپنی مخلوق میں سے اپنے محبوب ترین فرد کو میرے پاس بھیج جو میرے پاس بیٹھ کر اس پرندے کا گوشت کھائے علیؑ کے سوا کوئی آنحضور کے پاس نہ آیا اور نہ ہی علیؑ کے سوا کسی نے وہ گوشت کھایا۔ علیؑ سورۃ برات کا مبلغ ہے جبکہ آنحضور نے ابوبکر کو بھیجا تھا لیکن حکم خدا سے ابوبکر کو واپس کیا اور علیؑ کو بھیجا۔

علیؑ علم محمدؐ کا ظرف ہے علیؑ وہ ہے جس کے متعلق حضورؐ نے فرمایا "انا مدینة العلم و علی بابھا" علیؑ مشکل کشائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ علیؑ اول مومنین ہے علیؑ اول الصدیقین ہے علیؑ اول التابعین ہے۔ علیؑ پہلا غازی ہے علیؑ کے ساتھ کسی اور کو قیاس کرنا اللہ اور رسول پر سب سے بڑا اتہام ہے۔ بحار میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن میں آنحضور کے ساتھ آ رہا تھا ہم بقیع غرقد میں آئے وہاں بیری کا ایک خشک درخت کھڑا ہوا تھا آنحضور اس کے نیچے بیٹھ گئے۔ جونہی آپؐ بیٹھے تو بیری کے درخت کے پتے اگ آئے اور ایک سایہ دار درخت ہو گیا۔

آپؐ نے فرمایا انس جا کر علیؑ کو بلا لا میں جلدی آیا دق الباب کیا۔ حضرت علیؑ باہر آئے میں نے عرض کیا آنحضورؐ نے آپ کو یاد کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا خیریت تو ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں مجھے جو حکم ملا تعمیل کر دی ہے حضرت علیؑ دوڑنے لگے جب تک آنحضور کے سامنے نہ آ گئے اس وقت تک دوڑتے رہے۔ جب آنحضور کے سامنے کھڑے ہو گئے سلام کے بعد عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ حضرت علیؑ بیٹھ گئے دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ باتیں بھی کرتے جاتے اور مسکراتے بھی جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ سونے سے بنا ہوا ایک جام جس پر ہیرے

اور جواہرات جڑے تھے ان کے درمیان آگیا چوکور جام تھا۔ اس کے ایک کونے پر لکھا تھا۔"لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" دوسرے کنارے پر لکھا تھا۔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ابن ابی طالب ولی اللّٰہ" تیسرے کنارے پر لکھا تھا۔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اید تبعلی ابن ابی طالب چوتھے کونے پر لکھا ہوا تھا۔

"نجی المعتقدون لدین اللّٰہ و الموالون اهل بیت رسول اللّٰہ" اس جام میں تازہ کھجوریں اور تازہ انگور تھے آنحضور خود بھی تناول فرماتے تھے اور علیؑ کو بھی کھلاتے رہے جب دونوں سیر ہو گئے تو جام از خود سوئے آسمان بلند ہو گیا۔ آپ نے فرمایا انس بیری کا درخت اکیلا رہا ہے میں نے عرض کیا قبلہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی دیکھا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا اس درخت کے سایہ میں تین سو تیرہ (۳۱۳) وصی بیٹھے ہیں انبیاء میں سے کوئی نبیؑ مجھ سے افضل نہیں تھا۔ اور اوصیاء میں سے کوئی وصیؑ علیؑ سے افضل نہیں تھا۔

انس جو شخص آدمؑ کا علم، ابراہیم علیہ السلام کا وقار، سلیمانؑ کا فیصلہ، یحییٰ کا زہد، ایوبؑ کا صبر اور اسماعیلؑ کی صداقت دیکھنا چاہے چہرہ علی علیہ السلام کی زیارت کرے۔

تمام انبیاء کے کمالات اسے نظر آ جائیں گے۔ انس اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک خصوصیت سے نوازا لیکن اللہ نے مجھے چار خصوصیات سے نوازا ہے ان میں سے دو ارضی ہیں اور دو سماوی ہیں۔ علیؑ اور حمزہؑ ارضی ہیں۔ جبرائیل و میکائیل سماوی ہیں۔ بحار میں فضل ابن شاذ ان سے مروی ہے کہ ایک دن بصرہ میں آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ دوران خطبہ فرمایا۔

ایھا الناس سلونی قبل ان تفقدونی" لوگو جو کچھ چاہو پوچھو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ ہوں۔ "سلونی عن طرق السمٰوات فانی اعرف بھا" زمین سے آسمانوں کے راستوں کے متعلق پوچھو

میں ان کا بہت بڑا شناسا ہوں۔

سامعین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی اے امیرالمومنین بتایئے اس وقت جبرائیل کہاں ہے آپ نے ایک مرتبہ مشرق' ایک مرتبہ مغرب' ایک مرتبہ شمال اور ایک مرتبہ سوئے زمین' ایک مرتبہ سوئے عرش دیکھ کر فرمایا جو پوچھ رہا ہے یہی جبرائیلؑ ہے۔ لوگوں نے دیکھا ان کے سامنے وہی سائل پرندے کی صورت میں پھڑ پھڑا کر اڑ گیا لوگ سمجھ گئے کہ واقعا" پوچھنے والا جبرائیل تھا۔

ایک دفعہ جبرائیل نازل ہوا اور عرض کیا اے حبیب خدا اللہ سلام کے بعد پوچھتا ہے آج بتاؤ کیا کھاؤ گے۔ آنحضور نے اپنے اہلبیت سے پوچھا اللہ کی طرف سے جبرائیل پوچھ رہا ہے بتاؤ تم کیا کھاؤ گے۔ تمام اہل بیت علیھم السلام آنحضور کی وجہ سے خاموش ہو گئے کئی لحات گزر گئے کسی نے کوئی جواب نہ دیا بالاخر شہزادہ کربلا امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا ناناؐ باباؑ اماں جانؑ اور بھائی حسنؑ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی طرف سے میں بتا دوں۔

سب نے فرمایا حسینؑ تمہارا اختیار ہے۔ جو تم کہہ دو گے ہمیں منظور ہو گا۔

"امام حسینؑ نے عرض کیا نانا جانؐ جبرائیل سے فرما دو کہ آج کل کھجور کا موسم نہیں ہے اس لیے دل چاہتا ہے کہ کھجوریں کھا لیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بیٹے اللہ کو تمہارا ارادہ پہلے سے ہی معلوم تھا زہراؑ جاؤ اندر سے کھجوروں کا طبق لے کر آؤ۔

جناب زہراؑ اندر گئیں شیشے کا ایک طشت اٹھا کر لائیں جس پر ریشمی رومال پڑا ہوا تھا اور طشت کھجوروں سے پر تھا آنحضورؐ نے ایک دانہ اٹھا کر پہلے امام حسین علیہ السلام کے منہ میں رکھا اور فرمایا۔ حسینؑ تمہیں کھانا مبارک ہو دوسرا دانہ اٹھا کر حسنؑ کے منہ میں رکھا اور فرمایا حسنؑ تجھے کھانا مبارک ہو۔

اس کے بعد امام علی علیہ السلام کے منہ میں دانہ رکھا اور فرمایا یا علیؑ تمہیں کھانا مبارک ہو پھر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور بیٹھ گئے۔ اور چوتھا دانہ جناب زہراؑ کے منہ میں رکھا اور فرمایا۔ زہراؑ تمہیں کھانا مبارک ہو۔ اس کے بعد

سب مل کر کھانا کھانے لگے اور جب سیر ہو گئے تو طشت سوئے آسمان اٹھ گیا۔

جناب زہراؑ نے عرض کیا قبلہ آج آپؐ نے نیا کام کیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہاں بیٹی جب میں نے حسینؑ کے منہ میں دانا رکھا تو جبرائیل نے کہا حسینؑ تجھے کھانا مبارک ہو اور میں نے بھی جبرائیل کی اقتدا میں کہا اور اسی طرح حسنؑ اور تیرے منہ میں بھی دانا رکھا اور دانے کے رکھنے پر جبرائیلؑ نے کہا۔ لیکن جب میں نے علیؑ کے منہ میں دانہ رکھا تو میں نے آواز قدرت سنی اللہ فرما رہا تھا۔

یا علیؑ تجھے کھانا مبارک ہو ذات احدیت کی آواز سن کر میں اس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ پھر آنحضورؐ نے فرمایا کہ آواز قدرت آئی محمدؐ اگر قیامت تک علیؑ کے منہ میں دانہ رکھتا رہتا تو میں "یا علیؑ تجھے کھانا مبارک ہو کہتا رہتا"

مسند ابن حنبل سے شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید روایت کرتا ہے کہ حضرت رسالت مابؐ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا یا ایھا الناس میں تم کو اپنے بھائی اور اپنے ابن عم یعنی حضرت علی علیہ السلام کی محبت کی وصیت کرتا ہوں کوئی اس کا دوست نہیں ہے مگر مومن' اور کوئی اس کا دشمن نہیں مگر منافق۔ اس کا دوست میرا دوست اس کا دشمن میرا دشمن ہے اور میرے دشمن پر عذاب جہنم ہے۔

تفسیر ثقبلی میں روایت ہے کہ شب معراج حق تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور حضرت رسالتمابؐ سے کہا کہ آپؐ پیغمبروں سے سوال کریں کہ تم کس پر مبعوث ہوئے تھے پیغمبروں نے کہا آپ کی نبوت اور حضرت علیؑ کی ولایت پر اس مضمون کی بے شمار احادیث ہیں جن کا احصار ناممکن ہے۔

جب حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام ابن ملجم ملعون کی تلوار سے زخمی ہوئے اور آپ کا وقت آخر قریب آ پہنچا تو آپ کے ایک مخلص شیعہ اور صحابی حضرت اصبغ بن نباتہ نے آپ سے چند سوالات کیے جن کے حضرت نے جواب دیے وہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

اصبغ نے عرض کیا امیرالمومنین آپ افضل ہیں یا ابوالبشر آدمؑ

امیرالمومنین علیہ السلام نے جواب دیا اے اصبغ اگر انسان اپنی تعریف خود کرے تو یہ اچھی بات نہیں میں اظہار حق کے لیے کہہ دیتا ہوں آدم بہشت میں ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتیں حلال قرار دے رکھی ہیں مگر ایک شجرہ جو شجرہ ممنوعہ تھا بالاآخر آدمؑ اس کے قریب گئے اور اس کا پھل کھایا اور اس کی لذت سے محظوظ ہوئے۔

اے اصبغ میرا وقت قریب ہے اور میں اپنے رب سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ رب کعبہ کی قسم میرے رب رحیم و کریم نے میرے لیے تمام نعمات میسر فرمائی ہیں لیکن میں نے اپنی مرضی سے انہیں نہیں کھایا۔ نان گندم میرے خالق نے مجھ پر حلال کیا لیکن میں نے نان گندم پوری زندگی نہ کھایا بلکہ جو کے آٹے سے بنی ہوئی چپاتیوں پر گزارہ کیا۔ حلویات (شرینی) کو خدا نے میرے لیے حلال کیا اور میں اپنی انگشت پر لگا کر یہ کہہ کر کہ تو کس قدر خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہے میٹھا ساری زندگی نہ کھایا۔

اے اصبغ میں جس قسم کا خوش رنگ اور اعلیٰ لباس پہننا چاہتا پہن سکتا تھا۔ لیکن بساط کے باوجود پیوند شدہ ملبوسات ساری زندگی پہنا اور اب تو میرے لباس میں اس قدر پیوند ہیں کہ لباس پر مزید پیوند لگانے سے شرماتا ہوں۔ آدمؑ نے عمداً ترک اولیٰ کیا اور اللہ نے جس نعمت کے استعمال سے روکا وہ اس کے مرتکب ہوئے۔ لیکن حضرت علی ابن ابی طالب کا معاملہ آدم ابوالبشر سے مختلف ہے۔ میرے رب نے مجھے ہر چیز یعنی نعمت کے استعمال کی اجازت دی۔ لیکن میں اپنی مرضی کے باوجود تمام نعمتوں کے استعمال سے مجبور نہیں عمداً رکا ہوا ہوں تاکہ تقویٰ کی اعلیٰ منزل کو پاؤں۔

(میں اس امتیاز کی بناء پر آدمؑ نبی سے افضل ہوں) جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا نوحؑ آپ نے فرمایا کہ جب قوم نے ان کو اذیتیں دیں تو انہوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی جس کے نتیجے میں ان کی قوم ہلاکت کو پہنچی نوحؑ کے مقابلے میں جتنی تکالیف مجھے دی گئیں تو میں نے امت محمدی کے لیے

بددعا نہ کی۔ بلکہ مرضی خدا اور رسول کی خاطر ناگفتہ مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

رسول اعظم کی زندگی میں میںؑ نے اسلام خدا اور رسول کے دشمنوں سے کھلی جنگ کی رسالتماب پر مسلط کی گئی جنگوں میں مشرکین مکہ کفار مکہ و مدینہ یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں اسلام اور رسول کا اپنی جان سے لڑ کر دفاع کیا کفر و شرک کو ناکام کیا اور اپنی شجاعت اور استقامت سے اسلام اور رسول اسلام کو کامیاب و کامران کیا سارا عرب بلاوجہ میرا دشمن بن گیا۔ حالانکہ میں یہ سب کچھ بحکم خدا و رسول کرتا رہا۔ اصبغ بن نباتہ نے سوال کیا کہ اے امیرالمومنین آپ افضل ہیں یا موسیٰ بن عمران۔ مولائے کائنات نے فرمایا اے اصبغ تو قرآن پاک کی اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہوا کہ اللہ نے جب موسیٰ بن عمران کو حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو دین کی دعوت دو۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار مجھے ڈر ہے کہ کہیں فرعون مجھے قتل نہ کر دے حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے جان کی حفاظت کا وعدہ لینے کے ساتھ دعا و استدعا کی کہ میری مدد کے لئے ہارون کو موید بنا تاکہ ہم دونوں مل کر تیرے دین کی تبلیغ کر سکیں۔ مولا علیؑ نے فرمایا اصبغ جان لے میں نے دعوت ذی العشیرہ میں چالیس سرداران قریش کے سامنے علی الاعلان نبی خاتم رسلؐ کی حمایت کی اور نبی خاتم کی نصرت کو تمام عمر نبھایا۔ شب ہجرت خود کو کفار کے نرغے میں رکھا اور رسولؐ کو مدینہ منورہ روانہ کیا مکہ معظمہ میں جا کر بحکم خدا و رسول بغیر کسی خوف کے سورہ برات کو مشرکین مکہ کے سامنے تلاوت فرمایا اور کسی سر پھرے سردار مشرکین سے نہ گھبرایا۔

موسیٰ تو فرعون سے ڈر گئے۔ لیکن حضرت علیؑ یعنی میری یہ قربانیاں مجھے موسیٰؑ بن عمران سے برتر کر گئیں۔

میرے ان فضائل کے سب سے بڑے گواہ قرآن حکیم اور سردار انبیاء جناب رسول خداؐ تھے جن کے دین کی خاطر میں نے اپنی زندگی کی حلاوت کو زہر

بتایا۔

اصبغ نے سوال کیا یا امیرالمومنین علیہ السلام آپ افضل ہیں یا عیسیٰؑ بن مریم۔

آپ نے فرمایا مادر مسیح جناب مریم مشغول عبادت ہوئیں۔ جناب زکریاؑ نے ان کے واسطے برائے آمد و رفت ایک کھڑکی بنا رکھی تھی۔ اس کے سوا اندر اور باہر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ سیڑھی لگا کر حضرت مریم محراب عبادت میں جاتیں بیت المقدس کے اس محراب میں عبادت کرتیں جب حضرت مریم حاملہ ہوئیں اور حضرت مسیحؑ بن مریم کا وقت قریب آیا تو غیب سے آواز آئی۔

ھذا بیت العبادۃ لا بیت الولادۃ۔

مریم تو جان لے کہ یہ جگہ خدا کی عبادت و پرستش کے لئے ہے۔ بچوں کی ولادت گاہ نہیں بحکم خدا عبادت گزار مادر عیسیٰ بن مریم کو ولادت کے وقت محراب سے دور کر دیا گیا۔ اور کھجوروں کے جھرمٹ میں مریم نے بیت المقدس سے دور عیسیٰ کو جنا۔

مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ جب میری مادر گرامی فاطمہ بنت اسد پر میری ولادت کے آثار ظاہر ہوئے تو میری محترم والدہ نے گھر چھوڑ کر کعبہ کا رخ کیا بیت اللہ کے کپڑا اطہر کو پکڑا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی یا رب ذوالجلال تجھے اس مولود مقدس کا صدقہ جو میرے شکم مطہر میں ہے۔ میرے لیے اس تکلیف کو دور اور آسان فرما دے اور اس مقام کو اس کی جائے ولادت بنا۔ اچانک دیوار کعبہ شق ہوئی اور غیب سے منادی نے ندا دی کہ اے فاطمہ بنت اسد زوجہ ابوطالب فکر نہ کر بیت اللہ میں داخل ہو اس کے بعد دیوار کعبہ مل گئی اور آپ یعنی میری والدہ تین دن اندر رہیں۔ اور تین دن کے بعد آپ مجھ علیؑ کو ہاتھوں پر اٹھائے رسالتماب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں آپ فرما رہیں تھیں کہ مجھے یہ فضیلت ہے کہ میں نے تین دن تک دنیا کا کھانا نہیں کھایا بلکہ اللہ کے گھر میں مہمان خدا بن کر بہشت کے پاک کھانے کھاتی رہی۔ اس فضیلت سے میں عیسیٰ ابن

مریم سے افضل ہوں۔

کلمات حضرت علی علیہ السلام اہل سنت کی نظر میں

جناب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی تصنیف فرمودہ کتاب "غرور الحکم و درالکلم" ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ رہبر کامل ۱۹۱۴ء میں اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اہل سنت کے عظیم عالم عبدالواحد محمد بن عبدالاحد حنفی نے نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ کیا اس میں سے بعض اقوال جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے اس کتاب میں نقل کیے گئے ہیں۔

۱۔ خبردار اہل بیت کرام علم و حکمت کے دروازے تاریکی دور کرنے کے لیے نور اور لوگوں کی ہدایت کے واسطے کامل روشنی ہیں۔ (صفحہ ۹۳)

۲۔ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا گمان یہ تھا کہ وہ یا تو کمال علمی سے آراستہ ہیں اور ہمیں اس سے کچھ بہرہ نہیں ان کا یہ خیال محض غلط اور ہماری دشمنی اور خلاف پر مبنی تھا ان کو یہ حسد تھا کہ اللہ سبحانہ' نے ہم کو رفیع القدر اور ان کو پست درجہ کا بنایا ہے ہم کو اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے اور ان کو تکلیفوں میں رکھا ہم کو اپنی رحمتوں میں داخل فرمایا اور ان کو نکال باہر کیا کہ لوگوں کو ہمارے ذریعہ ہدایت ملتی ہے اور گمراہی دور ہوتی ہے۔

اور ہمارے مخالفوں کے طفیل یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی کیا تو یہ چاہتا ہے کہ جب کل قیامت کے دن تو اپنے پروردگار سے ملے اور وہ تجھ سے راضی ہو اگر یہ چاہتا ہے تو تم تقویٰ اور صداقت کو لازم پکڑو کہ دین کا دارومدار ان دونوں چیزوں پر اہل حق کے ساتھ رہ اعمال میں ان کی پیروی کر کہ ان کے زمرے میں داخل ہو جائے کتاب رہبر کامل۔ (صفحہ ۹۶-۹۷)

۳۔ سب سے زیادہ سعادتمند وہ ہے جس نے ہماری فضیلت کو معلوم کیا ہمارے طفیل مقربین بارگاہ الٰہی میں داخل ہوا ہم سے خالص دوستی اور محبت پیدا کی ہماری ہدایات پر چلا اور جن باتوں سے ہم نے منع کیا ہے ان سے باز رہا سو ایسا شخص ہمارے گروہ میں شامل اور بہشت میں ہمارے ساتھ ہو گا۔

۴۔ سب سے زیادہ اچھی نیکی یہ ہے کہ آدمی ہمارے اہل بیت کرام کے ساتھ محبت رکھے اور سب سے بڑھ کر برائی یہ ہے کہ ہمارے خاندان سے بغض اور دشمنی رکھے۔ (صفحہ ۱۱۸)

۵۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کلمہ توحید کے لیے چند شرطیں ہیں اور میری اولاد اس کی شروط سے ہیں۔ رہبر کامل (صفحہ ۱۲۴)

۶۔ اہل جنت ہماری جماعت اور تابعداروں کے مکانات کو اس طرح دیکھیں گے کہ آدمی آسمان کے کنارے میں ستارے کو دیکھتا ہے۔ (صفحہ ۱۲۶)

۷۔ بیشک میں نے دنیا کو ایسے تین طلاق دیدیے ہیں جن میں رجوع نہیں ہو سکتا اور اسی کی رسی کو اس کے کندے میں ڈال دیا ہے۔ (رہبر کامل ۱۵۴)

۸۔ بیشک اگر تو نوافل کی فضیلت اور ثواب حاصل کرنے میں مصروف ہو اور ادائے فرض میں کاہل ہو جاوے تو فرائض کے ضائع کرنے پر نوافل ہرگز کام نہیں آ سکتے۔ (صفحہ ۱۵۵)

۹۔ تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے گھر میں دیا پس جو شخص گھر کے اندر آتا ہے اس سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ (صحفہ ۲۱۰)

۱۰۔ قبل اس کے کہ میں تمہارے ہاتھوں سے مفقود ہو جاؤں جو چاہو مجھ سے پوچھ لو کیونکہ جس طرح تم زمین کے راستے جانتے ہو میں اس سے زیادہ آسمان کے راستے پہچانتا ہوں۔ (صفحہ ۲۳۵)

۱۱۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی محبت کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تم پر لازم اور ضروری ہے خداتعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے محبوب ہونے کا وسیلہ ہے کیا تو نے خداوند تعالیٰ کے اس کلام پاک کو کبھی غور سے نہیں پڑھا۔ پیغمبران سے کہلا ے کہ میں تم سے اس کام تبلیغ احکام کی اپنے رشتہ داران کی دوستی کے سوا کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ (نمبر ۲۵۹)

۱۲۔ اپنے اماموں اور پیشواؤں کی اطاعت کو لازم پکڑو کیونکہ قیامت کے دن وہ تمہارے گواہ اور کل خدا کے ہاں تمہارے سفارشی ہونگے۔ (صفحہ ۲۶۰)

۱۳۔ جناب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر حیات دنیا کا پردہ دور کر دیا جاوے تو آخرت کی نسبت میرا یقین زیادہ نہیں ہو سکتا (صفحہ ۳۲۸)

۱۴۔ لوگوں پر یہ حق ہے کہ وہ ہماری اطاعت اور ولایت قبول کریں اور ان کو اس کے عوض خداتعالیٰ کی بارگاہ سے بہت اچھا بدلہ ملے گا۔ (صفحہ ۳۴۲)

۱۵۔ جو شخص ہماری ہدایات کی پیروی کرے گا وہ آخرت میں سابقین اولین کے ساتھ ہو گا۔ (صفحہ ۳۴۳)

۱۶۔ ہم خدائے پاک کی طرف سے اس کی مخلوق پر امین ہیں اور اس کے ملک میں حق کو قائم کرنے والے اور اس کے معین ہیں ہم سے محبت کرنے والے نجات پائیں گے اور ہم سے بغض و عداوت کرنے والے چاہ و ہلاکت میں جائیں گے۔

۱۷۔ جو شخص ہماری کشتی کے سوا کسی اور کشتی میں سوار ہو گا ڈوب مرے گا۔

۱۸۔ جناب امیر علیہ السلام اپنے محبوں کی نسبت فرماتے ہیں کہ جو شخص ہم سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ مصیبتوں اور بلاؤں کے پیش آنے کے لیے صبر کا لباس اور چادر تیار رکھے اور جو شخص ہمارے یعنی ہمارے اہلبیت کے ساتھ دوستی کا دم بھرتا ہے اس پر لازم ہے کہ مصائب اور تکالیف کے لیے تحمل کی زرہ پہنے۔

۱۹۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم حق کی طرف لوگوں کو بلانے والے ہیں خلق خدا کے پیشوا اور صداقت و راستی کے بیان کرنے والے ہیں ہماری جماعت کی پیروی گناہوں کی معافی کا راستہ اور سلامتی کا دروازہ ہے جو شخص اس میں داخل ہو گا وہ سلامت رہے گا اور نجات پائے گا اور جو پیچھے ہٹے گا وہ ہلاک و تباہ ہو جائے گا۔

۲۰۔ ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص رازدان اور اصحاب اور نبوت کے گھر کی دہلیز اور اس کے ابواب ہیں جو شخص کسی کے گھر کے اندر دروازے کے سوا کسی دوسرے راستہ سے آئے وہ چور اور سزا کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ یہ تعجب

کی بات ہے کہ میرے مخالف کو منصب خلافت صرف صحابی ہونے کی وجہ سے حاصل ہو اور مجھے صحابی اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریبی ہوتے ہوئے حاصل نہ ہو۔

۲۱۔ کسی شخص کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ یہ شخص زبان سے تو بہت باتیں بناتا ہے مگر کام کرنے میں نکما ہے لوگوں میں طعن کرنے میں ہوشیار اور اپنے نفس کی اصلاح سے اسے کیا واسطہ اور سرکار خداتعالٰی کی طرف سے ابھی مہلت میں ہے غافلوں کے ساتھ خواہش نفسیانی میں پڑا ہوا اور گناہگاروں کے ساتھ گناہ میں ڈوبا پھرتا ہے سیدھے راستے اور امام وقت کی اطاعت سے نفور ہے۔

ہجرت میں سبقت

سب سے پہلی ہجرت شعب ابو طالب علیہ السلام شعب عبدالمطلب علیہ السلام کی طرف ہوئی اس بات پر اجماع ہے کہ یہ ہجرت کرنے والے بنو ہاشم تھے۔ دوسری ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی معرفت الستوی میں تحریر ہے۔ کہ رسول اللہ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم حضرت جعفر کی میت میں زمین نجاشی کی طرف چلے جائیں۔ یہ ہجرت کرنے والے ۸۲ افراد تھے واحدی نے تحریر کیا ہے کہ ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی۔ انما یو فی الصابرون اجرھم تفسیر حساب صابرین کو بلا حساب اجر ملے گا۔ ان لوگوں نے بے حد تکلیفیں اور شدائد میں گرفتار رہ کر بھی اپنا دین نہیں چھوڑا تھا۔ جب ان پر سختی کی گئی تو انہوں نے صبر کیا اور ہجرت کی تیسری ہجرت کرنے والے انصار اول ہیں۔ جنہوں نے عقبہ کے مقام پر بیعت کی تھی۔ اصحاب احادیث کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

کہ وہ ستر آدمی تھے۔ جس نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ ابوالہشم ابن تیہان تھے چوتھی ہجرت مہاجرین نے کی تھی جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اس ہجرت میں سبقت کرنے والے مصعب ابن عمیر عمار ابن یاسر ابو سلمہ مخزومی عامر ابن ربیعتہ عبداللہ ابن جحش ابن ام کلثوم اور سعد تھے ابن عباس نے کہا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے مومنین کا پھر مہاجرین کا پھر مجاہدین کا ذکر کیا اور مجاہدین کو تمام پر فضیلت دی ہے اور کہا ہے۔ واولوالارحام اولی ببعض علی علیہ السلام نے تمام سے ایمان لانے میں سبقت کی ہے۔ اور شعب ابی طالب کی طرف ہجرت کی ہے۔

ہجرت کے وقت حضرت رسول خداؐ نے علیؑ کو اپنا قائمقام اس لیے بنایا تھا کہ آپ رسول اللہ کے پاس رکھی ہوئی امانتیں واپس کر دیں کیونکہ آپ امین تھے۔ جب علیؑ نے امانتیں واپس کر دیں تو کعبہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور بلند

آواز سے پکار کر اعلان کیا اے لوگو تم میں سے کوئی صاحب وصیت موجود ہے کیا تم میں سے کسی کے ساتھ رسول اللہ نے کوئی وعدہ کیا تھا جب اس قسم کا کوئی شخص نہ نکلا تو علیؑ روانہ ہو کر رسول اللہ کے ساتھ جا ملے یہ بات علیؑ کی خلافت امانت شجاعت پر دلالت کرتی ہے۔ تین دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستورات کو حضرت علیؑ اپنے ساتھ لے کر آپ کے پیچھے روانہ ہو گئے ان میں جناب عائشہ بھی موجود تھیں علیؑ کا ابوبکرؓ پر احسان ہے کہ آپ نے اس کی بیٹی کی حفاظت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی احسان ہے کہ آپ نے آنحضرتؐ کی خاطر ہجرت کی اس لحاظ سے حضرت دو ہجرتوں والے کہلاتے اور آپ کی بہادری کا یہ عالم ہے کہ چار سو تلواروں کے سایہ کے نیچے بے خطر سو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنے بستر پر آپ کی بہادری پر اعتماد کرتے ہوئے سلایا تھا طلوع فجر تک کفار آپ کو قتل کرنے کی غرض سے گھیرے رہے تاکہ آپ کو قتل کر کے بنو ہاشم کی موجودگی میں آپ کا خون تمام قبائل میں پھیل جائے ابن عباس نے کہا آپ کو قتل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اشخاص تیار تھے۔

بنو عبدالشمس' عتبہ' اور شیبہ فرزندان ابن ربیعہ ابن ہشام' اور ابوسفیان بنو نوفل' میں سے طعما ابن عبدی جبر ابن قطعم' حارث ابن عمر بنو' عبدالدار سے نضر ابن حارث' بنواسد سے ابو نجتری زجمعہ ابن اسود اور حکم ابن حزام سے ابوجہل بنو سہم سے بنیہ اور منبہ فرزندان حجاج' بنو جمع سے امیہ ابن خلف اور قریش کے اتنے افراد آپ کے قتل کرنے کے ارادے میں شامل تھے۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

رسول اللہ نے علیؑ کو اپنے اہل اور اولاد کے بارے میں وصیت کی۔ اور اپنی خوابگاہ پر آپ کو سلا دیا۔ اور آپ کو اپنا جانشین بنایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رسول اللہ کے وصی تھے۔

تاریخ خطیب تاریخ طبری تفسیر ثعلبی اور قزوینی میں اس آیت واذ یمکربک الذین کفروا بارے میں منقول ہے کہ واقعہ مشہور ہے۔ جرائیل

رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ آج رات جس بستر پر آپ سوتے ہیں نہ سویئے گا۔ رسول اللہؐ نے علیؑ سے فرمایا آپ میرے بستر پر سو جائیں اور میری خصوصی چادر اوڑھ لیجیے۔ رات کے وقت کفار مکہ رسول اللہؐ کے مکان کے دروازے پر جمع ہو کر آپ کی گھات میں بیٹھ گئے۔ رسول اللہؐ ان کے اس اہتمام کے باوجود نکل کر ہجرت کر گئے۔ قتل کے ارادے سے بستر کے قریب ہوئے تو انہوں نے علیؑ کو پہچانا کہنے لگے تمہارا دوست کہاں ہے۔

فرمایا مجھے کیا معلوم کہاں ہے۔ کیا تم لوگ میرے سپرد کر گئے تھے کہ مجھ سے پوچھتے ہو غصہ سے بپھرے ہوئے کثیر مجمع کفار کو ایک تنہا کا اس بے باکی سے جواب دینا علیؑ ہی جیسے دل و جگر کے آدمی کا کام تھا۔ کوئی اور ہوتا تو خوف کی وجہ سے کہنا کچھ چاہتا منہ سے کچھ نکلتا۔ ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اے علیؑ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ رات میرے بستر پر سو کر بسر کرو۔ جب قریش تجھے میرے بستر پر سویا ہوا دیکھیں گے۔ تو انہیں میرے جانے کا علم نہیں ہو سکے گا۔ تاریخ' طبری' تاریخ خطیب اور قزوینی اور تفسیر نکلبی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ان کے فکر سے نجات دلائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے علیؑ کو رسول اللہؐ کے بستر پر سلا دیا۔

عمار ابو رافع اور نہد بن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ تلوار لے کر کفار پر جھپٹ پڑے۔ اور وہ دم دبا کر بھاگ گئے محمد ابن سلام ایک طویل حدیث میں امیرالمومنین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔ میں رسول اللہؐ کے لیٹنے کی جگہ پر لیٹ گیا اور قوم کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب وہ میرے پاس گھر میں داخل ہو کر آئے تو میں تلوار لے کر کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے انہیں اپنے سے دور کر دیا۔ امیر علیہ السلام نے صبح کی۔ اپنے رعب و دبدبہ کی وجہ سے کفار کے شر سے محفوظ رہے۔ اس وقت آپ کی عمر بیس ۲۰ سال تھی۔ اور مکہ میں اپنے اہل کی حفاظت کی خاطر اکیلے رہ گئے تھے۔ اور ہر

حقدار کو اسکا حق ادا کر دیا تھا۔

امام زین العابدینؑ نے فرمایا سب سے پہلا شخص جس نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کو فروخت کر دیا تھا۔ وہ علیؑ ابی طالب علیہ السلام کی ذات تھی جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے بستر پر رات بسر کی تھی۔

علیؑ کی نثاری کارگزاری اتنی زبردست ہے جس کی مثال تاریخ ڈھونڈے نہیں ملتی۔ جب امیرالمومنین بستر رسولؐ پر سو رہے تھے۔ خدا نے جبریلؑ و میکائیلؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے۔ طویل عمریں قرار دیں کون اپنی عمر کا کچھ حصہ دوسرے کو ہبہ کرنے پر تیار ہے دونوں نے عرض کیا ہم بجائے دوسرے کو ہبہ کرنے کے تیری عبادت میں صرف تقرب بڑھانا بہتر سمجھتے ہیں اس وقت خطاب باری ہوا تم دونوں علیؑ کی مثل کیوں نہیں ہو جاتے۔ میں نے محمدؐ و علیؑ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ دیکھو کس طرح علیؑ اپنی جان اپنے بھائی پر صدقے کیے آرام کر رہا ہے۔ تم دونوں زمین پر اتر جاؤ اور علیؑ کی حفاظت کرو دونوں فرشتے آئے جبرائیلؑ سرہانے میکائیلؑ پائیں کھڑے ہوئے۔ کہتے جاتے تھے۔ اے علیؑ دنیا میں تمہارا مثل کون ہو سکتا ہے۔ تمہاری وجہ سے خدا ملائکہ پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔ چنانچہ جب علیؑ مدینہ روانہ ہونے لگے تو خدا نے آپ کی شان میں آیت نازل کی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "لوگو تم میں ایک شخص وہ ہی ہے جو اپنا نفس بیچ کر رضائے الٰہی خرید لیتا ہے"۔

ہجرت کی رات حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن رات تھی ایک شخص رسولؐ کے بستر پر رسولؐ کی چادر اوڑھے رسولؐ بنا تلواروں کی چھاؤں میں بے فکری کے ساتھ اطمینان قلب سے سو رہا تھا۔ ملائکہ تعریف خدا مباہات کر رہے تھے۔ دوسری طرف دوسرا شخص نبی کے ساتھ غار میں چھپا خوف جان سے رو رہا تھا۔ نہ خدا کے وعدہ حفاظت پر اطمینان نہ رسولؐ کے تسلی دینے پر بھروسہ حضرت علیؑ صبح کو اٹھے اہل مکہ کو بلا بلا کر جن کی امانتیں ان کے پاس ہوں آ کر لے جائیں جس کا کچھ سامان ان کے پاس ہو مجھ سے لے لے جس کی وصیت یا ضمانت

کے ذمہ دار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں آئے پوری کر لے جب کسی نے جواب نہ دیا تو آپ نے اسی دن مدینہ روانہ ہونے کا انتظام کیا عباس بن عبدالمطلب نے کہا اے علیؑ رسول اللہؐ تو چھپ کر نکل گئے قریش نے بہت تلاش کیا مگر نہ ملے تم ان بچوں اور سامان کو لیکر دن دیہاڑے جا رہے ہو راستہ میں قریش ملیں گے ان سے بچ کر میدان پہاڑوں کی گھاٹیاں کیسے طے کرو گے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا میں موت کو اپنے لیے کھیل اور راہ خدا میں مصیبتوں کو نعمت سمجھتا ہوں رسالت ماب کی ہر بات سچی ہر حق ہے خبر دے گئے ہیں کہ تم صحیح و سلامت پہنچو گے یہ کہہ کر آپ روانہ ہو گئے راستہ میں مہلع حنظلہ کا غلام چھپا بیٹھا تھا۔

حضرت علیؑ کو دیکھ کر تلوار سونت کر آگے بڑھا اور حملہ کرنا چاہا آپ بھی تلوار لے کر بڑھے ایک نعرہ مارا مہلع کانپ کر زمین پر گرا آپ نے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا اور مدینہ روانہ ہو گئے جب اہل مکہ کو پتہ چلا کہ علی عیال و مال رسول اللہ لیکر روانہ ہو گئے تو آٹھ سوار تلاش کے لیے بھیجے کہ ابھی حضرت علی مقام ضخبان کے قریب ہی تھے سواروں نے آ گھیرا اور کہا اے بے وفا تیرا یہ خیال تھا کہ عورتوں کو ساتھ لیکر ہم سے بھاگ نکلے گا آپ نے اونٹوں کو ایک طرف باندھ دیا اور ان کے سامنے تن تنہا تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں نے سواروں کی طرف بڑھنا چاہا آپ تلوار لیے درمیان میں آ گئے پھر وہ لوگ بولے ہم تمہیں عورتوں کو لے کر جانے نہ دیں گے بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلو آپ نے فرمایا تمہاری کیا مجال کہ جو ذلت کے ساتھ ہم کو واپس لے جاؤ یہ کہہ کر آپ نے شیر کی طرح دلیرانہ حملہ کیا چند لمحوں میں وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے حضرت پھر سب کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور دن رات سفر کر کے مدینہ پہنچے۔

شجاعت

حضرت علی علیہ السلام کے نام سے شجاعت کو شان ملی۔ شجاعت کا تصور لوگوں کو تھا صاف تصویر سامنے نہ تھی وہ تصویر غزوات نے دی شجاعت نے شکر کا

سجدہ ادا کیا اپنے کو اس نام پہ قربان کر دیا اسلام کی تاریخ میں شجاعت سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے آج بھی جب شجاعت کا کہیں ذکر ہو تو بات علی علیہ السلام کے نام سے شروع ہوتی ہے۔ اور زبان پہ علی مولا کا نام ہو تو ذہن میں پہلا نام شجاعت آتا ہے۔ شجاعت کے معانی زمانے کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتے انسان کی خمیر کا وہ پیمانہ ہے جس میں عمل وزن بناتا ہے شجاعت انسان کو سکھاتا ہے خود سے آگے بڑھو قریب جا کر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تھپڑ مارو تب شجاعت بلائیں لیتی ہے۔ شجاعت انسان کی پہچان ہے زندگی کی قدر اور انسان کا موت کو جواب ہے موت بے بس ہوتی ہے تو شجاعت کے سامنے شجاعت نہ مر جانے کو کہتے ہیں نہ بچ کر آنے کو کہتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بے پناہ شجاعت سے ماضی کی شجاعتوں کا نام مٹا دیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے ضرب المثل بن گئے حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت کو بیان کرنا کسی بشر کا کام نہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت کے میدان میں چند خصوصیت بیان کی جار رہی ہے۔

۱۔ آپ کسی میدان جنگ سے نہیں بھاگے۔

۲۔ آپ نے کبھی کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہیں کیا۔

۳۔ آپ نے کبھی جنگ میں پہل نہیں کی۔

۴۔ آپ نے کبھی دعوت جنگ دینے والے کو زندہ واپس نہیں جانے دیا۔

۵۔ آپ نے کبھی مقابل پہ دوسرا وار نہیں کیا ہمیشہ پہلے ہی وار میں مقابل کو پچھاڑ دیا۔

۶۔ آپ کے مقابلہ میں جم کر لڑنے والے کی لوگ تعریف کیا کرتے تھے۔

۷۔ آپ کے ہاتھوں مر جانے والے ورثہ اپنے مقتول پر فخر کرتے تھے کہ علی کے ہاتھوں مرا ہے۔

جب جنگ صفین میں آپ نے معاویہ کو دعوت جنگ دی اور فرمایا کہ لوگوں کو نہ مروا۔ تو اور میں مقابلہ کر لیتے ہیں جو مارا جائے گا کرہ ارض پر امن ہو

جائے گا اور زندہ بچ جانے والا بلا شرکت غیر اسلامی حکومت کا سربراہ ہو گا۔ عمرو عاص نے معاویہ سے کہا علی نے بات انصاف کی کہی ہے آپ کو اس کے مقابلہ میں جانا چاہیے معاویہ نے گھور کر عمرو بن عاص کی طرف دیکھا کہ جب سے تو میرے ساتھ شریک کار ہوا ہے تو نے آج تک مجھے دھوکا نہیں دیا پھر آج کیوں مجھے دھوکا دے رہا ہے۔ میرے مرنے کے بعد حکومت شام کے لیے تیری رال تو نہیں ٹپک رہی کیا تو چاہتا ہے کہ ابوالحسن کے مقابلہ میں جا کر میں اپنی زندگی گنوا بیٹھوں۔

حضرت علی ابن ابی طالب کی بہادری اور ان کی شجاعت محض سطحی قسم کا ایک جذبہ نہ تھا بلکہ وہ ان کی فطرت کا ایک حسن تھا اور ان کی ایک ایک ادا سے نمایاں تھا۔ وہ ان کی تمام خوبیوں سے بہرہ ور تھے جو شجاعت و جواں مردی کا لازمہ تصور کی جاتی ہیں۔ ہنگام جنگ ہو یا صلح کا ماحول وہ کبھی غیر انسانی طور طریقوں سے اپنے حریف پر غلبہ پانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ عمرو بن العاص جو حضرت علی علیہ السلام کا خطرناک دشمن تھا جس کی دسیسہ کارکنوں سے آپ کو بہت کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا جنگ جمل میں جب آپ کی تلوار کی زد میں آیا تو ڈر کے مارے بالکل ننگا ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔ عربوں میں یہ اعتراف شکست کے بعد سمجھی جاتی تھی آپ نے اس کی ذلت کا یہ انداز دیکھا تو فوراً" اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا حالانکہ اس موقع پر اس مردود کا قصہ پاک کر دیتے تو آپ کو بہت سی الجھنوں سے نجات مل جاتی مگر شکست خوردہ حریف کو قتل کرنا ایک بہادر اور جوانمرد انسان کی شایان شان نہیں آپ نے اسے موقع دیا کہ وہ چند روزہ زندگی کے لیے کچھ اور مزے لوٹ لے جنگ صفین میں امیر معاویہ کے لشکر کا ایک حمیری جوان زرہ بکتر پہنے ہوئے اور جنگ کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان میں نکلا اور ھل من مبارز کوئی ہے مقابل کا آواز بلند کیا یکے بعد دیگرے تین آدمی اس کے مقابلے میں نکلے اور مارے گئے عنقریب تھا کہ حضرت علی کے لشکر میں بددلی پھیل جائے اس وقت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام خود اس نوجوان کے

مقابلہ میں تشریف لائے تیغ یداللّٰہی کے ایک ہی وار نے سر تن سے جدا کر دیا اس کے بعد تین مرتبہ آپ ھل من مبارز کا نعرہ بلند کیا لیکن کون موجود تھا جو علی ابن ابی طالب کا حریف بننے کی جرات کرتا جنگ جمل میں انہوں نے دیکھا کہ طلحہ' زبیر ان کے حریف ہیں تو وہ نہتے ہو کر میدان میں تشریف لائے اور زبیر کو آواز دی حضرت عائشہ نے یہ سنا تو چیخ اٹھیں ہائے افسوس زبیر کے دن پورے ہو گئے۔

حضرت عائشہ کو یقین تھا کہ علی سے مقابلہ میں زندہ بچنا ممکن نہیں خواہ علی ابن ابی طالب نہتے ہوں اور ان کا حریف کیسا ہی بہادر شہ زور ہو اور سورما کیوں نہ ہو۔

بچپن سے شہادت تک آپ کے جتنے حالات لکھے گئے ہیں۔ ہر واقعہ آپ کی شجاعت پر گواہ ہے۔

دنیا میں بڑے بڑے بہادر گزرے ہر ایک نے اپنا اپنا کارنامہ پیش کیا مگر ایسا بہادر جو کسی جنگ میں کسی طور پر نہ گھبرایا ہو ناممکن ہے کہ تاریخ پیش کر سکے یہ خصوصیت حضرت علی علیہ السلام کو حاصل تھی آپ نہ کسی کے مقابلہ میں خوف زدہ ہوئے نہ فوج کی انتہا کثرت نگاہ میں لائے تن تنہا ہزاروں کا مقابلہ کیا اور فتح یاب رہے۔ صفین میں گھسان کی لڑائی ہو رہی تھی آپ بغیر زرہ وہی زاہدانہ کرتا پہنے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان ٹہل رہے تھے امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا بابا جان مجاہد اسی طرح رہتے ہیں فرمایا بیٹا حسن تمہارے باپ کو اس بات کی پرواہ نہیں چاہیے وہ موت پر جا پڑے یا موت اس پر آ پڑے جتنا بچہ اپنی ماں کے دودھ سے مانوس ہوتا ہے علی اس سے زیادہ موت سے مانوس ہے آپ دوسروں کی ہمت کبھی یہ کہہ کر بڑھاتے تھے لوگو اگر قتل نہ ہو گے جب بھی موت آئے گی۔ خدا کی قسم علی کو بستر پر ایڑیاں رگڑ کے مرنے سے ہزاروں تلواروں کے زخم کھا کر مرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا آپ خچر پر زیادہ سوار ہوتے ہیں گھوڑے پر کم یہ کس لیے آپ نے فرمایا گھوڑا تو بھاگنے اور دوڑنے کے لیے ہوتا

ہے مجھے نہ کسی کے مقابلہ میں بھاگنا ہے نہ بھاگتے کا پیچھا کرنا ہے اس لیے خچر ہی
کافی ہے۔ حضرت علی کی شجاعت کے متعلق کسی نے ابن عباس سے دریافت کیا
انہوں نے جواب دیا میں نے کسی شخص کو علی کی طرح اپنی جان ہلاکت میں ڈالتے
نہیں دیکھا لڑائی میں سربرہنہ نکلا کرتے تھے ایک ہاتھ میں عمامہ اور دوسرے ہاتھ
میں تلوار ہوتی تھی۔ مصعب ابن زبیر کہتے تھے حضرت علی لڑائی میں بہت ہوشیار
تھے ممکن ہی نہ تھا آپ کو دشمن چوٹ دے دیتا زرہ ہمیشہ اگلے حصہ کو بچانے کے
لیے پہنتے تھے پشت کی طرف زرہ نہیں ہوتی تھی لوگوں نے کہا اے علی آپ ڈرتے
نہیں کہ کوئی پیچھے سے آپ پر حملہ کر دے آپ نے جواب دیا کہ خدا مجھے اس
دن کے لیے زندہ نہ رکھے جس دن پیچھے سے دشمن کو حملہ کا موقع دوں۔

حضرت علی کی شجاعت قوت غضبی ماتحت نہ تھی ان کی شجاعت عقل کے
تابع تھی اسے ہم شریفانہ شجاعت کہتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت اپنے
مقابل کو پسپا کرنے کی آرزو تک محدود نہ تھی بلکہ آپ انتہائی غرض و غضب کی
حالت میں مقابل سے ہمدردی کا خیال رکھتے تھے اکثر اوقات اس کی بے ہودہ
حرکتوں وحشیانہ کاروائیوں ظالمانہ برتاؤ سے چشم پوشی فرما کر اپنے فطری جذبہ رحم
کرم سے کام لیتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن کسی وقت بھی آپ کے اخلاقی برتاؤ
سے ناامید نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی شجاعت کے اصول سکھائے اور
تاکید کی کہ شرافت کا چلن نہ بھولنے پائے۔ اپنی قوت پر غرور نہ کرنا اپنے فرزند محمد
بن حنفیہ کو جنگ صفین میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا بیٹا اپنی جگہ سے پہاڑ
ہٹ جائے مگر تمہارے قدم نہ ہٹیں پیروں کو زمین میں کھونٹا بنا دیں دانتوں کو
دانتوں پر جمائے رہنا دشمن کی فوج کی آخری حصے پہ نظر رکھنا یہ سمجھ کر جنگ کرنا
اپنا کاسہ سر خدا کو عاریتاً" دے چکے ہو ان سب باتوں کے بعد یہ سمجھتے رہنا کامیابی
خدا کی مدد پر موقوف ہے اکثر فوج کو ہدایت دیتے کہ دیکھو کبھی کسی بیمار، بچے یا
عورت پہ ہاتھ نہ اٹھانا گو یہ لوگ تم پر گالیاں بھی دیں۔ طالب امان کو امان دینا

• کسی کے اعضا قطع نہ کرنا کسی کو آگ میں نہ جلانا۔ (سید الاوصیا)

زہد و قناعت

حضرت علیؑ کے حالات زندگی سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آپ نے مال و دنیا کبھی جمع نہیں کیا۔ بعد نہ ہی ریاست اور دولت کا لالچ کیا ہے۔ نہ ہی گناہوں سے کوئی تعلق رکھا آپ کی زہد پر رسول اللہ نے گواہی دی ہے۔ علیؑ نے دنیا سے کچھ نہیں لیا اور نہ ہی دنیا نے آپ سے کچھ لیا ہے۔ حضرت علامہ طوسی کی کتاب امالی میں حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اے علیؑ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک ایسی چیز کے ساتھ زینت دی کہ اور بندوں کو اس سے زینت نہیں دی۔ وہ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ تم کو دنیا سے پرہیز گاری کی نعمت سے نوازا۔ نہ تم نے دنیا سے کوئی چیز لی۔ اور نہ ہی دنیا نے تم سے کچھ لیا۔ تمہیں مساکین کی محبت عطا کی۔ اور تجھے ان کی تابعداری پر راضی قرار دیا۔ اور وہ تیرے امام ہونے پر راضی ہیں۔ کتاب اللولیات میں عمرابن عبد العزیز سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ کے بعد امت میں علی علیہ السلام سے زیادہ زاہد کسی شخص کو نہیں جانتے۔ حضرت علی علیہ السلام کی دینی زندگی شروع سے سرمایہ داری کے سراسر خلاف تھی۔ انہوں نے اپنے لیے مال و دولت دنیا کی نہ کبھی توقع کی نہ کبھی اس کے حصول کے درپے ہوئے۔ ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ کا اسوہ حسنہ موجود تھا۔ اس لیے انہیں ہمیشہ یہ دیکھ کر دکھ ہوتا تھا کہ لوگوں نے حضورؐ کی سنت کو یک لخت نظر انداز کر دیا ہے اور ہر شخص دنیا طلبی کے چکر میں پھنس کر جادو حق سے منحرف ہو چکا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی زندگی زہد و قناعت اور فقر و استغنا کی زندگی تھی۔ آپ دنیا کی لذتوں اور عیش و عشرت کی طرب زاہئیوں سے وہ ہمیشہ دور دور رہے۔ دور نبی امیہ کے مشہور خلیفہ حضرت عمربن عبد العزیز نے ان کے بارے میں کہا تھا۔ دنیا سے بے رغبتی میں

علی ابن ابی طالبؑ کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔
طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۱

ابو سفیان کہا کرتا تھا علی ابن ابی طالب نے نہ تو اپنے لیے گھر تعمیر کیا جب آپ نے مدینہ منورہ سے نقل مکانی فرمائی تو کوفہ کے قصر ابیض میں اقامت گزیں ہونے سے انکار فرمایا اور ایک فقرانہ جھونپڑی کو اپنے لیے منتخب کیا بارہا ایسا بھی ہوا کہ آپ کو اپنی تلوار بیچ کر لباس اور خوارک کا انتظام کرنا پڑا عقبہ بن علقمہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار علی ابن ابی طالب کی بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے دودھ کا پیالہ اور روٹی کے چند لقمے ڈال دیئے دودھ کا ذائقہ اس قدر بگڑا ہوا تھا کہ مجھے اس کا چکھنا بھی گوارا نہ ہوا میں نے تعجب سے پوچھا کہ اے امیر المومنین کیا یہ آپ کی خوارک ہے۔ فرمایا اے ابو الجنوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس سے بھی زیادہ خشک روٹی کھایا کرتے تھے اور میرے اس لباس سے زیادہ گاڑھا پہنتے تھے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں حضور کے نقش قدم پر نہ چلوں تو آخرت میں کہیں ان کے شرف صحبت سے محروم نہ رہ جاؤں۔

حضرت علی علیہ السلام کی نجی زندگی کا اسلوب زہد و قناعت کا اسلوب تھا۔ اپنے لیے خود اپنے ہاتھ سے آٹا پیسنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ سوکھے ٹکڑوں کو اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑتے اور پانی میں بھگو کر تناول فرماتے لباس کا یہ عالم تھا کہ کپڑوں پر جا بجا پیوند لگے ہوتے تھے۔ اسباب دنیا میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا حصہ رعایا کے ہر فرد سے کمتر تھا۔ اور یہ تاریخ اسلامی کا وہ پر آشوب دور تھا کہ مال و دولت کا ایک سیلاب جو ممالک مفتوحہ کی سمت سے جزیرہ نمائے عرب کی طرف ان تمام فتنوں کو اپنے جلوس میں لیے بڑھا چلا آ رہا تھا اور رسول خدا ﷺ کی وہ پیشین گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی تھی جس میں آپ نے مال و دولت کی فتنہ خیزیوں سے محتاط رہنے کی صحابہ کو تلقین فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا (مجھے تمہارے فقر و فاقہ سے کوئی

اندیشہ نہیں ہے البتہ اس بات کا خطرہ ہے کہ دنیا اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ تم پر امنڈ پڑے جس طرح کہ تم سے پہلی قوموں کو اس نے اپنی لپیٹ میں لیا تھا اور پھر تم بھی انہیں کی طرح تباہ و برباد ہو کر رہ جاؤ) اور یہی ہوا بھی کہ کل تک جو لوگ حضورﷺ کی صحبت سے مشرف ہوتے رہے تھے اور برس ہا برس تک اپنی آنکھوں سے دیکھتے آئے تھے۔ آج وہ بھی متاع دنیا کی اس طغیانی کے اندر بہتے چلے جا رہے تھے اور انہوں نے زہد و قناعت کا لبادہ اتار کر امارت و ثروت کا جامہ زیب تن کر لیا تھا ایسے میں ایک یکہ و تنہا مجاہد اس سیلاب کے راستے میں بند باندھ رہا تھا۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک ایسے طوفان کا رخ موڑنے چلے تھے۔ جو تمام اخلاقی اور روحانی حدوں کو توڑتا اور پھاندتا ہوا پورے جزیرہ نمائے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے حوصلہ نہیں ہارا اور ہمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور زندگی کے آخری لمحوں تک اس طوفان بلا خیز کے خلاف ڈٹے رہے۔

امیرالمومنین نے جب لیلیٰ بنت مسعود بہشلی کے ساتھ عقد کیا۔ تو مسعود نے اپنی دولت مندی کیوجہ سے خاص اہتمام کے ساتھ ایک حجلہ آراستہ کیا۔ جب آپ تشریف لائے تو یہ سامان عیش لٹوا دیا۔ اور فرمایا ناموس علی کے لیے اس تکلف کی ضرورت نہیں جس حالت میں وہ ہیں وہی حالت ان کے لیے بہتر ہے۔

ایک دن امیر المومنین گھر سے یوں برآمد ہوئے کہ صرف ایک تہہ بند باندھے ہوئے تھے۔ جس میں جا بجا پیوند لگے تھے۔ ایک خارجی یہ دیکھ کر اعتراض کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا تجھ سے کیا مطلب۔ میں وہ لباس پہنتا ہوں جو تکبر سے دور مسلمانوں کے لیے قابل تقلید ہے۔ (مناقب احمد بن حنبل)

ایک دن کوفہ میں لوگوں نے دیکھا۔ حضرت عبا کا تہہ بند باندھے ہوئے اس پر رسی لپیٹے ہوئے اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کے جسم پر تیل کی مالش کر رہے ہیں۔ ایک دن امیرالمومنین اپنی تلوار لے کر بازار کوفہ میں آئے اور فرمایا وہ تلوار

جس سے میں نے عہد رسالت مآب صلعم میں بڑی بڑی لڑائیاں فتح کی بیچتا ہوں تاکہ ایک پائجامہ بنا سکوں۔ اگر میرے پاس خریدنے کے لیے قیمت ہوتی تو اسے کبھی نہ بیچتا ابورجا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ آپ مجھ سے پائجامہ قرض خرید لے۔ جب ممکن ہو دام دے دیجئے گا۔ یہ کہہ کر میں نے پائجامہ دے دیا۔ تقسیم کے دن حضرت نے اس کی قیمت دی۔ (کتاب الغارات)

سوید بن عقلہ ناقل ہیں۔ ایک دن حضرت کے پاس گیا۔ دیکھا آپ پرانے بوریئے پر بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ مسلمانوں کے بادشاہ بیت المال کے مالک ہیں۔ دنیا بھر کی قوموں کے ایلچی آپ کے پاس آتے ہیں۔ اور آپ کے گھر میں بیٹھنے کے لیے ایک پرانے بوریئے کے سوا کچھ نہیں۔

جواب دیا اے سوید، عقل مند چند روزہ گھر سے دل نہیں لگاتا۔ جس سے جلد جدا ہو جانا پڑے میری نگاہ کے سامنے تو وہ باقی رہنے والا ہمیشہ کا گھر ہے۔ جس میں جا کر رہنا ہے۔ اس کو آراستہ کرنے کے لیے سامان منتقل کر چکا ہوں۔ عنقریب خود جا کر اس سجے ہوئے گھر میں خوش ہوں گا۔ سوید کہتے ہیں میں حضرت کے کلام پر رونے لگا۔

یہ تھا خدا کا بنایا ہوا بادشاہ جس نے اپنے غلاموں کنیزوں خادموں سے بھی زیادہ معمولی غذا اور لباس میں اپنی زندگی گزار دی۔ دنیا کے بادشاہوں پر ان کی رعایا اور خادموں کو رشک ہوتا ہے کاش ایسی ہی راحت و آرام ہمیں ملتا۔ مگر آپ کے غلاموں اور خادموں کو تکلیفیں دیکھ کر افسوس معلوم ہوتا ہے۔ کوشش کرتے تھے ہم جیسا ہی آرام اٹھالیں۔ ایسی سادی زندگی کسی دنیاوی بادشاہ کی نہ ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔

ایک اعرابی امام حسنؑ کا مہمان ہوا۔ جو مال دار اور خوش حال تھا۔ نماز مغرب میں شریک ہوا۔ نماز کے بعد مسجد میں ٹہلنے لگا۔ جب امیرالمومنین کے کھانے کا وقت آیا۔ آپ نے صحن مسجد میں جو کا آٹا نکالا۔ کھانا چاہتے تھے کہ نظر اعرابی پر جا پڑی بلوایا اور ایک مٹھی آٹا خود پھانک کر ایک مٹھی اسے دی۔ اس نے

آٹے کو عمامہ کی کھونٹ میں باندھ لیا۔ جب مسجد سے امام حسنؑ کی خدمت میں آیا اور دسترخوان پر بیٹھا تو مسجد کا واقعہ یاد آیا کہنے لگا مسجد میں کوئی فقیر ٹھہرا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ پہلے اسے کھانا بھجوا دیں یہ کہہ کہ وہ جو کا آٹا امام حسنؑ کو دکھایا۔

امام حسن یہ سن کر رونے لگے فرمایا افسوس تو نے ان بزرگ کو نہ پہچانا۔ وہ فقیر نہیں میرے تیرے بلکہ تمام اہل اسلام کی امیر و پیشوا علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

شعبی سے روایت ہے کہ امیرالمومنین بیت المال میں جھاڑو دے کر اس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابو عبداللہ ابن حمویہ بصری اپنے استاد سے سالم حجدری سے روایت کرتے ہیں۔ میری موجودگی میں علیؑ کی خدمت میں شام کے وقت مال لایا گیا۔ فرمایا اس مال کو تقسیم کردو عرض کیا اب شام ہو گئی ہے۔ صبح کو تقسیم کریں گے۔ فرمایا تم میں سے کون اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ میں صبح تک زندہ رہوں گا۔

عرض کیا اب ہم کیا کریں فرمایا تاخیر نہ کرو۔ اس کو اسی وقت تقسیم کر دو۔ امیرالمومنین پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ آپ کے پاس چادر خریدنے کے لیے تین درہم بھی نہ تھے۔ بیت المال کا تمام کا تمام مال آپ کے قبضے میں تھا۔ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور بیت المال میں نماز پڑھتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ میں جس طرح خالی ہاتھ داخل ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خالی ہاتھ باہر نکالا ہے۔

امیرالمومنین ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بیلچہ تھا۔ اسی دوران ایک بہت خوبصورت عورت بن ٹھن کے آپ کی خدمت میں پیش ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی اے ابی طالب کے بیٹے میرے ساتھ شادی کر لیجیے۔ میں تجھے دولت مند کر دوں گی۔ اور زمین کے خزانوں کی طرح تیری راہنمائی کروں گی۔ اور جب تک آپ موجود رہیں گے۔ وہ آپ کی ملکیت میں ہوں

گے۔

فرمایا تم کون ہو۔ تاکہ میں تیرے اہل سے تمہاری خواستگاری کروں؟ کہا میں تو دنیا ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا واپس چلی جا۔ میرے سوا کسی اور کو اپنا شوہر طلب کر تجھے قبول کرنا میری سیرت میں شامل نہیں ہے۔ دور ہو جا بدبخت میرا یہ بیلچہ تیرے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضرت پر جب دو امر پیش ہوتے تھے۔ اور ان میں سے ایک کو منتخب کرنا آپ کی مرضی پر موقوف ہوتا تھا تو آپ اپنی ذات کے لیے اس کام کو منتخب کرتے تھے جو ان میں سے مشکل ہوتا تھا۔ معاویہ نے ضرار ابن حمزہ سے کہا علیؑ کے اوصاف مجھے بیان کیجیے۔ اس نے کہا خدا کی قسم وہ دن میں بہت زیادہ روزے رکھتے ہیں۔ قائم الصبل ہیں لباس موٹا اور کھردا پسند کرتے ہیں۔ ادنیٰ درجے کا کھانا کھاتے ہیں۔ ہمارے درمیان تشریف آور ہوتے ہیں۔ جب ہم خاموش ہوتے ہیں تو گفتگو کی ابتدا کرتے ہیں جب ہم سوال کرتے ہیں تو آپ جواب دیتے ہیں۔ سب لوگوں پر برابر تقسیم کرتے ہیں۔ رعایا میں انصاف کرتے ہیں۔ کمزور کو ان کے ظلم کا خوف نہیں۔ قوی کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے خدا کی قسم میں نے رات کے وقت ان کو محراب عبادت میں بے قرار اور تڑپتے ہوئے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ کی آنکھوں میں مسلسل آنسو بہتے ہیں اور اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر دنیا سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔ اے دنیا کیا تو میری مشتاق ہے؟ تو مجھے اپنا گرویدہ بنانا چاہتی ہے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ جس کے بعد رجوع کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ تیرا عیش کم ہے۔ اور تجھ سے فائدہ کم حاصل ہوتا ہے۔

آہ! آہ! زاد راہ کم ہے۔ سفر کتنا لمبا ہے۔ اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔ ابن بطہ کتاب ابانہ میں اور ابوبکر بن عیاش امالی میں ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں اس نے بیہقی سے اس نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ علیؑ آنحضرت کے پہلو بیٹھے تھے۔ اور آنحضرت نے یہ

آیت تلاوت فرمائی۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السئو ویعبکم خلفاء الارض

آیا وہ کون ہے۔ جو مضطر کی دعا قبول کرتا ہے۔ جب بھی وہ دعا مانگے اور تکالیف کو رفع کر دیتا ہے۔ اور غم کو رفع کر دیتا ہے۔ اور تم کو زمین کا حاکم مقرر کرتا ہے یہ سن کر حضرت علیؑ کانپ اٹھے۔ آنحضرتؐ نے آپ کے دونوں شانوں پر ہاتھ مار کر فرمایا اے علیؑ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول! جب آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا تو میں ڈر گیا کہ میں کہیں ان مصائب میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ اور میری یہ کیفیت ہو گئی۔ جو آپ نے دیکھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ! تجھے مومن دوست رکھے گا اور منافق تجھ سے بغض رکھے گا۔ اور یہ بات قیامت تک ایسے ہی ہو گی۔

آپ کے لباس میں چمڑے اور کبھی کھجور کے پتوں سے پیوند لگے ہوتے تھے۔ نعلین تو ہمیشہ کھجور کے پتوں سے بنے ہوتے تھے۔ گوشت کبھی کھاتے اور وہ بھی نہ کھانے کے برابر۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ اپنے شکم کو حیوانوں کی قبریں نہ بناؤ۔ پورے عالم اسلام سے دولت آپ کے پاس آتی تھی جتنا بھی آتا تھا آپ اسی وقت تقسیم فرما دیتے۔ اور فرماتے دنیا سے یہ میرا انتخاب ہے اور دولت کی ریل پیل معاویہ کا انتخاب ہے۔ ہر مجرم کا ہاتھ اپنے منہ کی طرف جاتا ہے۔

عبادت خدا۔ ریاضت نفس۔ خضوع و خشوع۔ کمال روحانیت آپ اور آپ کے اہل بیت پر ختم ہو گیا۔ حضرت علیؑ سے جتنی کم سنی میں اپنا دل خدا کی یاد میں اپنی جان خدا کی راہ میں اپنی زبان خدا کے ذکر میں لگا دی تھی۔ اتنی کم سنی میں کسی نے نہیں لگایا۔ آپ اور آپ کے اہل بیت نے جو عبادت کے درجات۔ قرب خدا کے مرتبے حاصل کئے دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ بہت سالوں تک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنہا نماز پڑھی۔ سات سال تک تو آپ کے علاوہ آنحضرت صلعم کے ساتھ دوسرا شریک نہ تھا۔ پھر عمر کا باقی حصہ دن کے روزوں اور

رات کی نمازوں میں صرف ہو گیا۔

امام زین العابدین جو اپنی کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ ایک دن وہ کتاب جس میں حضرت علیؑ کی عبادت کا حال لکھا تھا۔ پڑھنا شروع کی تھوڑا حصہ پڑھ کے رکھ دیا۔ اور فرمایا کس میں طاقت ہے جو علیؑ کی طرح عبادت کر سکے۔ (تہذیب المتین)

جنگ احد میں آپ کے پائے اقدس میں تیر لگا۔ اور ایسا چبھ گیا کہ نکل نہ سکا۔ اس کے کھینچنے کی تکلیف حضرت علیؑ برداشت نہ کر سکے۔ جناب رسالت ماب (صلعم) نے فرمایا اس وقت رہنے دو۔ جب علیؑ نماز میں مشغول ہونگے۔ اس تیر کو نکال لینا۔ جب حضرت علیؑ نماز میں مشغول ہوئے تو جراح نے زنبور سے اس تیر کو کھینچ لیا۔ تمام مصلٰے خون سے تر ہو گیا۔ مگر حضرت علیؑ ایسے محو عبادت تھے کہ آپ کو..... مطلقاً" خبر نہ ہوئی۔ (تحفہ الابرار ملا حاجی)

ام سعید سے جو اکثر حضرت علیؑ کے ساتھ رہتی تھیں کسی نے پوچھا حضرت علیؑ کی عبادت کا ماہ رمضان میں کیا حال ہوتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا آپ کی عبادت کے لیے رمضان و شوال سب برابر تھے۔ میں نے سال بھر میں کوئی رات نہ دیکھی جو آپ نے عبادت کر کے ختم نہ کی ہو۔

پس آپ کی عبادت کی انتہا یہ تھی کہ بقول حضرت عائشہ رسالت ماب صلعم نے فرما دیا علیؑ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے۔ (ارجح المطالب)

نبی اکرم کے بعد روئے ارض پر علیؑ جیسا عابد نہ آیا۔ اور نہ آئے گا۔ علی ؑ ہی سے لوگوں نے وظائف پڑھنا اور نماز تہجد سیکھا لیلتہ الہریر جب تیر کبھی سر کے اوپر سے کبھی دائیں کان کو چھو کر اور کبھی بائیں کان کو چھو کر گزر رہے تھے۔ نہ حضرت علیؑ کی توجہ میں فرق آیا اور نہ وظیفہ چھوڑا۔

جنگ بدر

جو اسلام کی اہم ترین اور سخت ترین جنگ تھی جس میں مسلمانوں کی تعداد کفار سے نہایت کم اور فوجی طاقت نہ ہونے کے برابر تھی۔ حضرت علیؑ ہی کی ذات گرامی نے صنادید قریش اور اکابر مکہ کے ابھرتے ہوئے متکبرانہ جذبات پر پانی پھیرا اور ان کے مچلتے ہوئے کبر و غرور اور ناز دادا کی فرعونی جنون کو قوت الٰہی کے پے در پے استعمال سے سکون بخشا چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جنگ بدر میں مارے جانے والے ستر (۷۰) کے لگ بھگ مشرکوں میں سے نصف مقتولین حضرت حیدر کرار کی تلوار آبدار سے ذوالفقار کی مار کا شکار ہو کر فی النار ہوئے تھے اور باقی نصف کے قتل میں تمام مجاہد صحابہ شریک تھے اور فرشتے بھی اس جنگ میں مسلمانوں کی حمایت کر رہے تھے۔

جنگ بدر میں سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام میدان جنگ میں نکلے اور کفار کو جنگ کے لیے للکارا۔ پہلے مشرکین کی طرف سے شجاعت کے سرمایہ ناز عتبہ معاویہ کا نانا شیبہ معاویہ کا چچا ولید معاویہ کا ماموں سب سے پہلے نکلا۔ فوج اسلام سے انصار نکلے کافروں نے کہا ان لوگوں کو واپس کر دو ہمارے مقابلہ میں صرف قریش آئیں رسول خدا نے فرمایا کہ آج قریش نے اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اپنے سامنے ڈال دیا ہے۔ اس لیے آپ نے بھی اپنے چچا حمزہ علی و عبیدہ اپنے بھائیوں کو بھیجا زبان سے رجز نیاموں سے تلواریں نکلیں۔ حضرت علی نے پہلے ولید پھر شیبہ پھر حمزہ کے ساتھ عتبہ کو قتل کیا یہ دیکھ کر خنطلہ بن سفیان یعنی معاویہ کا بھائی اپنے نانا چچا ماموں کے خون کا انتقام سر میں غرور شجاعت سپاہ گری کا زعم جوانی کے بل بوتے پر علی کے مقابل ہوا آپ نے ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ پھر اسی طرح چن چن کے نامور بہادروں کو تہ تیغ کرنے لگے۔

عاص بن سعد سعد بن عاص علقمہ بن عدی نوفل بن خویلا اور دوسرے ایسے ہی نامور بہادروں کو جن کی عرب میں دھاک بندھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا ان مشہور شہسواروں کے قتل ہوتے ہی

کفار کے پاؤں اکھڑ گئے میدان علی کے ہاتھ رہا اسلام کی دھاک بندھی کفر کی بستیوں میں دین خدا کا رعب کفار کے دلوں پر چھا گیا اس جنگ میں ستر (۷۰) آدمی دشمن کی فوج سے مارے گئے جن میں پینتیس (۳۵) تنہا حضرت علی نے قتل کئے تھے ایک ۲۰ سالہ نوجوان کی یہ غیر معمولی بہادری دیکھ کر کفار عرب میں ہل چل مچ گئی۔

اب اہم لڑائی کی فتح صرف دو آدمیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ یعنی علیؑ جن کے پاس ذرہ تک نہ تھی اور حمزہ یہ کتنی عظیم الشان شجاعت و دلیری و کمال ایمان کی شہادت تھے۔ کہ بغیر زرہ لڑے اور ایسے لڑے کہ آدھے سے زیادہ نامور مشرکین کو تنہا قتل کیا۔ (ارجح المطالب) جب مشرکین کو شکست ہو گئی تو معاویہ کے باپ ابوسفیان نے عہد کیا کہ دنیا کی ہر زینت مجھ پر حرام ہے۔ جب تک مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ نہ لے لوں۔ سارے شہر میں مناوی کرا دی کوئی شخص اپنے مقتولین پر نہ روئے۔ کیونکہ آنسوؤں سے انتقام کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ اور جوش غصہ کا کم ہو جاتا ہے۔ جو نامور مشرکین اس جنگ میں جناب علیؑ کی تلوار سے قتل ہوئے ان میں پانچ شخص معاویہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ (تاریخ ابن خلدون ۔ تمدن اسلام ۔ تاریخ خمیس)

جنگ احد

جنگ احد میں اکثر و بیشتر صحابہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ حتیٰ کہ وہ بزرگوار جن کی بہادری و جرات کے قصے بیان کرتے ہوئے سواد اعظم کے مقررین زمین و آسمان کے قلابے ملانے میں ذرہ بھر باک نہیں کرتے۔ وہ بھی پہاڑوں پر دوڑتے نظر آئے اور اس بارے میں کسی تاریخی دستاویز کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود قرآن کریم نے بڑے حسرت آمیز لہجے میں صحابہ کی پسپائی کو کھلے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

اذ تصعون ولا تلودن علی احد والرسول یدعوکم فی اخرکم

اس وقت کو یاد کرو جب تم جنگ سے بھاگتے ہوئے کوہ احد پر چڑھتے ہوئے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے اور رسول پیچھے سے تمہیں آوازیں دے کر بلا رہا تھا۔

اس جنگ میں صرف حضرت علیؑ ہی تھے۔ جنہوں نے حضرت رسالتماب کی جان کی پوری طرح حفاظت کی اور کفار کے نرغے سے بچانے میں اپنی جان کی بازی لگا کر وفا شعاری اور جرات و شجاعت کا وہ مظاہرہ کیا جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ جب کفار مکہ خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اور مسلمانوں کی تذلیل و توہین پر باچھیں کھول کھول کر اکڑتے ہوئے واپس چلے گئے تو حضور کے زخمی وجود کو سہارا دینے والا حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ دشمن اپنے زعم فاسد میں اپنی آتش انتقام کو بجھا کر حضورؐ کو مقتول جان کر جا چکے تھے۔ اور دوستی کا دم بھرنے والے اور اونچی آوازوں میں محبت رسول کا نعرہ لگانے والے رسول اللہ کو موت کے منہ میں چھوڑ کر اپنی جان کی خیر مناتے ہوئے پہاڑوں کو عبور کر کے کہیں دور نکل گئے تھے۔ حضرت فاطمہ بنت رسول تین میل کی مسافت طے کر کے اپنے زخمی باپ کی مرہم پٹی کے لیے میدان احد میں پہنچی اور اپنے والد کی تیمار داری کے فرائض انجام دیئے اس جگہ پر راز بھی فاش ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ کی بیٹیاں حضرت فاطمہؑ کے علاوہ اور بھی ہوتیں تو جنگ احد کی روح فرسا داستان سننے کے بعد وہ آرام سے گھر نہ بیٹھی رہتیں کیونکہ مشاہدہ اور نفسیاتی تجربہ شاہد ہے کہ باپ پر مشکل و مصیبت بن جانے کی صورت میں بیٹیوں کے لیے گھر میں آرام کرنا محال ہوتا ہے۔ وہ سب سے پہلے باپ کی تیمار داری کے فرائض انجام دینے کے لیے حاضر ہوا کرتی ہیں۔

حضرت علیؑ نے جنگ احد میں وہ مثالی کردار ادا کیا کہ صحابہ کبار میں سے آپ کا کوئی بھی مثل نہیں ہو سکتا۔ اور اسی جنگ میں لا فتی الاعلی لا سیف الا ذوالفقار کا تمغہ جبرئیل کی وساطت سے ذات پروردگار کی جانب سے آپ کو عطا ہوا۔ جب حضورؐ نے حالت غشی سے آنکھ کھولی اور وفا شعاری و جان نثاری کے

بڑے بڑے دعوے کرنے والوں سے میدان کو خالی پایا تو حضرت علیؑ سے خطاب فرمایا کہ جب دوسرے لوگ دوڑ گئے تو آپ کیوں نہیں گئے۔ حضرت علیؑ کی آنکھیں یہ سنتے ہی آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ اور عرض کیا ایمان لانے کے بعد کیا میں کفر کر سکتا ہوں؟ جنگ احد کے نتیجے نے ثابت کر دیا کہ شجاعت و جرات کے دعوے کرنا اور بات ہے اور میدان کار زار میں موت کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا اور بات ہے۔ اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ علیؑ کی شجاعت و جرات صرف زبانی دعوؤں کی مرہون منت نہیں بلکہ علیؑ کے عملی اقدام نے دشت و صحرا اور کوہ و جبل سے اپنی بے مثال بہادری کا لوہا منوا لیا جس کو نہ تاریخ کے اوراق اپنے سینے سے الگ کر سکتے ہیں اور نہ حد و عناد اور ضد و تعصب کا غبار اس کے واضح نشانات کو چھپا یا مٹا سکتا ہے۔

حضرت علیؑ نے ان پر اس شدت سے حملہ کیا کہ بہتوں کو تو دوزخ پہنچا دیا باقی بھاگ گئے۔ حضرت علیؑ کو بھی سولہ زخم لگے۔ جن میں چار زخم اس قدر کاری تھے کہ وہ زخم لگتے وقت گھوڑے سے زمین پر گر پڑتے تھے۔ جبرائیل اٹھا کر سوار کرتے اور کہتے تھے یا علیؑ جنگ کئے جاؤ۔ خدا اور رسول تم سے بہت خوش ہے۔ جب جبرائیل نے یہ واقعہ رسالت ماب سے بیان کیا تو آنحضرت نے فرمایا کیوں نہ ہو علیؑ مجھ سے اور میں علی سے ہوں۔ اسی موقع پر لافتی الا علی اور ناد علی ؑ کی صدا رضوان جنت نے دی تھی یعنی وہ علیؑ جو مظہر عجائب ہیں اے رسول ان کو پکارو انہیں کو تمام مصیبتوں میں اپنا مددگار پاؤ گے۔

احد میں حضرت حمزہ جب تک زندہ رہے کفار کا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر ہندہ نے اپنے غلام کو جس کا نام وحشی تھا مقرر کر دیا یہ ملعون ایک جگہ چھپا ہوا موقع کا منتظر تھا اور ادھر حضرت عمر کے چچا سباع نے لڑائی میں الجھایا اور پیچھے ہٹا کر اس موقع پر پہنچا دیا۔ جہاں وحشی موجود تھا۔ حضرت حمزہ بے پروائی کے ساتھ حملہ کرتے آگے بڑھتے رہے۔ آخر اس کے پاس سے گزرے تو اس نے پیچھے سے نیزہ مارا آپ شہید ہو گئے۔ معاویہ کی ماں ہندہ زوجہ ابوسفیان نے سینہ چاک کر کے

آپ کا کلیجہ نکال کے پہلے دانتوں سے چبایا پھر پیروں سے کچلا اس پر بھی عداوت کی آگ کم نہ ہوئی تو ناک کان کاٹ کے ہار بنا کر پہنایا اور دیر تک ناچتی رہی۔ حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد صرف حضرت علیؑ کا دم باقی تھا۔ جنھوں نے اسلام کی عزت رکھی رسالتماب کی حفاظت کی اگر آپ نہ ہوتے تو کفار شمع رسالت کو بغیر بجھائے نہ پلٹتے آپ زخموں پر زخم تلواروں پر تلواریں کھاتے رہے۔ اپنا فرض منصبی انتہائی وفاداری کے ساتھ ادا کرتے رہے جس طرح آنحضرت نے محبت و محنت سے علیؑ کو پالا تھا۔ حضرت علیؑ نے بھی اپنی جان بازی کے ساتھ حق پرورش ادا کر دیا۔ ابوسفیان شکست فاش اٹھا کر آئندہ سال کے لیے جنگ کا الٹی میٹم دے کر روانہ ہو گیا۔

جنگ خندق

جنگ احد کے بعد جنگ خندق جس کو جنگ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا جائزہ لیجیے۔ سورۃ احزاب میں اس کی بھی قدرے تفصیلات مذکورہ ہیں اور صحابہ کی قلبی حالت اور عملی جرات کے فقدان کا تذکرہ انوکھے انداز میں موجود ہے کہ خوف کے مارے آنکھیں دھنس چکی تھیں۔ وبلغت القلوب الحناجر اور دل خنجروں تک پہنچ چکے ہیں۔ اور کفار و یہود کے محاصرہ کے بعد مسلمانوں پر جو خوف و ہراساں طاری تھا۔ دوسری جنگوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پھر جب خندق کو عبور کر کے کافر شجاع عمرو بن عبدالود نے مسلمانوں کو للکارا اور مبازر طلبی کی خواہش کو بار بار دہرایا تو حضور رسالتماب نے اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "کون ہے جو اس کتے کی زبان کو بند کرے"۔ یعنی اس کے مقابلے میں جا کر لڑے تو برسر اقتدار لوگوں کی خوشامد میں تعریف کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملانے والے مورخ خود بتائیں کہ آواز پیغمبر پر لبیک کہنے والا کون تھا۔ اور گھٹنوں میں سر ڈال کر زمین کو کریدنے والے کون تھے۔ کیا انہی لوگوں کو شجاع اور

بہادر کہا جائے گا۔ جن کے بارے میں تاریخ کان علی دود سهم الطير یعنی یوں لگتا تھا۔ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں کہ آنکھ اوپر کو اٹھا ہی نہ سکتے تھے۔ یا بے مثل اور شجاع وہ ہے جو پیغمبر کی ہر صدا پر لبیک یا رسول اللہ کی آواز بلند کر رہا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ پیغمبر سے داد و تحسین لے کر میدان کی طرف بڑھے تو آپ نے صحابہ کے بھرے مجمع میں فرمایا۔ بزر الایمان کله الی الکفر کله کہ سب کا سب ایمان سب کے سب کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔ یہ دعویٰ کرنا آسان ہے۔ کہ فلاں شخص کا ایمان اگر تمام لوگوں کے ایمان سے تولا جائے تو سب سے زیادہ وزنی ہو گا۔

حضرت علی جنگ کی اجازت پاتے ہی خیمے سے نکلے یہ کم سن۔ میانہ قد۔ عمرو بن عبدالود جیسے چوڑے چکلے لمبے قد۔ قوی۔ تجربہ کار کے مقابلے میں آئے عمرو دیکھتے ہی اپنی تنومندی۔ زور آوری کی زعم میں حضرت علیؑ کو اپنا مد مقابل نہ سمجھا۔ اور کہنے لگا جاؤ محمدؐ سے کہو کسی اور کو مقابلے میں بھیجے آپؑ نے جواب دیا میں مقابلہ ہی کے لیے آیا ہوں۔ عمرو ہنسا بولا تم کون ہو۔ کیا نام ہے۔ کس کے لڑکے ہو۔ آپ نے جواب دیا۔ میں اللہ کا دوست ہوں محمد کا چچازاد بھائی۔ ابوطالب کا فرزند ہوں اس خدا کے بھروسے پہ لڑنے آیا ہوں جو رات کو دن کر دیتا ہے۔ او دشمن خدا تجھے اپنی قوت و فن سپہ گری پر ناز ہے۔ آج تجھے پتہ چل جائے گا۔ خدا نے کفر پرستوں پر حق پرستوں کو کس طرح غلبہ دیا تھا۔ جواب کی نوک جھوک پر عمرو کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا بہتر یہ ہے فوراً بھاگ جاؤ تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ کیا اپنے ہاتھوں تجھے قتل کروں آپ نے جواب دیا۔ اگر تو ایمان نہ لائے گا۔ تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ باقی رہ گئی تیرے باپ اور میرے باپ کی دوستی تو جھوٹا ہے۔ وہ مومن تو کافر دوستی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

یہ سن کر غصہ آ گیا وار کرنے پر تیار ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تیرا اصول ہے جب کوئی شخص تین باتیں پیش کرتا ہے تو تو ایک ضرور قبول کرتا ہے کیا یہ سچ ہے اس نے کہا ضرور آپ نے فرمایا میں تین باتیں پیش

کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تو مسلمان ہو جا اس نے کہا ہرگز نہیں۔ فرمایا دوسری بات یہ ہے کہ میدان جنگ سے واپس جا اس نے کہا ناممکن کیونکہ قریش کی عورتیں مجھے طعنہ دیں گی۔ گلی گلی ذکر ہو گا۔ عمرو ڈر کر بھاگ گیا پھر تیسری بات یہ ہے کہ پیادہ جنگ کیلئے تیار ہو جا۔ وہ جنگ کیلئے تیار ہو گیا۔ عمرو نے اس قوت سے وار کیا کہ اس کی تلوار حضرت علیؑ کے سر پر اور خود کو کاٹتی ایک انچ سر میں چلی گئی آپ نے گھٹنے ٹیک کر ایسا ہاتھ مارا عمرو کے دونوں پیر کٹ گئے۔ وہ گر پڑا حضرت علیؑ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کا سر کاٹ دیا۔ صحابہ گرد و غبار کی وجہ سے کچھ دیکھ نہ سکے اتنے میں گرد کا دامن پھٹا تو لوگوں نے یہ منظر دیکھا علی المرتضیٰ ایک ہاتھ میں شمشیر خون آلودہ اور دوسرے ہاتھ میں عمرو کا لہو میں ڈوبا ہوا سر لیے اس طرح جھومتے چلے آ رہے ہیں۔ جس طرح شیر پھوار میں بل کھاتا ہوا چلتا ہے۔ اور زبان پر ترانہ گونج رہا ہے میں علیؑ ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ جوان مرد کے لیے بھاگنے سے موت بہتر ہے۔

حاسدوں نے امام مجسم کی شان دیکھ کر کہا حضرت آپ دیکھتے ہیں علیؑ کی چال کس قدر متکبرانہ ہے۔ رسول خدا نے جواب دیا تمہیں کیا معلوم ہر جگہ یہ چال نازیبا ہے۔ سوائے اس مقام کے جہاں علیؑ ہیں آنحضرت نے جوش مسرت میں آپ کو سینے سے لگایا۔ دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ عمرو کے قتل کے بعد اس کے ساتھی فرار ہو گئے ابوسفیان اپنا لشکر لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔

جنگ خیبر

غزوات میں سپہ سالاری کے فرائض عام طور پر رسالتماب خود انجام دیتے تھے اور علمبرداری کا منصب امیرالمومنین کے سپرد کیا جاتا تھا۔ مگر پیغمبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ چند دنوں سے درد شقیقہ میں مبتلا تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام آشوب چشم کی وجہ سے لشکر کے ساتھ نہ آسکے تھے۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ جمہور کے نزدیک جن لوگوں کی بہادری زیب قرطاس ہے کاش ان کی بہادری زیب میدان نہ بن سکی۔ نہایت افسوس کے ساتھ تاریخ اس المناک منظر کو پیش کرنے پر مجبور ہے کہ مسلمانوں کے علمبردار بھاگتے ہوئے علم فوج کو نہ سنبھال سکے اور رسالت ماب کی بارگاہ میں اپنی جان کی خیر منا کر جب پہنچے وہ کہتے تھے کہ سپاہی پہلے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں لہٰذا ہمیں بھی بھاگنا پڑا اور سپاہی کہتے تھے کہ حضرت علمبردار صاحب پہلے بھاگے ہیں۔ ہم نے بعد میں میدان چھوڑا ہے۔ پیغمبر اسلام کے درد سر میں کچھ کمی ہوئی تو خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اس شکست و ہزیمت سے فوج میں بددلی پھیلی ہوئی دیکھی تو فتح کی نوید دیتے ہوئے فرمایا۔ "خدا کی قسم میں کل اس مرد کو علم دونگا جو کرار ہو گا فرار نہ ہو گا۔ جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہو گا اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہونگے یعنی خدا اور رسول کا محب ہو گا۔ اور وہ بغیر فتح کے واپس نہ آئے گا۔ پس للچائی ہوئی طبیعتوں سے ہر مسلمان نے رات کی گھڑیاں انگلیوں پر گن گن کر گزاریں اور ساری رات اس انتظار میں اپنے بستروں پر پہلو بدلتے رہے کہ کل خدا کرے یہ علم ہمیں عطا ہو۔ اگرچہ حضرت علی علیہ السلام بستر بیماری پر پڑے تھے آپؑ نے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تھی۔ خداوند جو چیز تو دینا چاہے کوئی روک نہیں سکتا جسے تو روکنا چاہے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام بیماری کی وجہ سے دربار رسالت میں حاضر نہ ہو سکے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خیمہ سے نکلتے ہی چاروں طرف نگاہ دوڑائی بے تابی سے علم مانگنے والوں کو پیچھے ہٹایا اور دریافت کیا

کہ علیؑ کہاں ہیں جواب دیا گیا کہ وہ آنکھوں کے عارضے میں تکلیف سے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسی ہی کو بلاؤ چنانچہ حضرت علیؑ نے فرمان نبویؐ سنتے ہی فوراً اپنی تکلیف کی پروا نہ کرتے ہوئے حاضر بارگاہ ہونے کی سعادت حاصل کی تو آپ نے وحی پروردگار کے پاکیزہ چشمے سے دھلا ہوا لعاب رسالت سے ملا ہوا کاجل علیؑ کی آنکھوں میں لگایا تو فوراً درد ختم ہو گیا۔ آپ کے ناساز جسم میں اب مکمل فرحت و سرور کی لہر دوڑ گئی رسول خدا نے فرمایا آج فوج اسلام کا علم لے کر میدان کارزار میں جانے کا نمبر تمہارا ہے۔ علی نے فوراً تلوار سنبھال لی اور شیر بیشہ شجاعت بن کر پیغمبر کی دعا سے میدان کا رخ کیا۔ یہودی فوج کے مایہ ناز بہادر اور آزمودہ کاران حرب مضرب اس خیال باطل میں تھے۔ کہ سابق کی طرح کوئی زبان کا شیر ہی آئے گا۔ انہیں خبر نہ تھی کہ آج میدان کا شیر نبرد آزمائی کے لیے آ رہا ہے۔ جس کے سر پر رحمت خدا کا سایہ اور پیچھے محمدؐ عربی کی دعا کا سہارا ہے۔ دائیں بائیں جبرئیل و میکائیل ہمرکاب ہیں قدم قدم فتح مندی و کامرانی کے لیے نشان راہ ہے۔ اور نصرت خداوندی مطمع نگاہ ہے انہیں کیا معلوم آج وہ مرد میدان زینت رزم بننے والا ہے جس کا نعرہ تکبیر ہر متکبر مزاج کے غرور و نخوت کے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر کے خاک میں ملا دیتا ہے۔ حضرت علیؑ فوج کو روک کر خود آگے بڑھے۔ سعد نے کہا ٹھہریے ہم لوگ بھی آتے ہیں۔ آپؑ رکے نہیں آپ اکیلے خندق کے نزدیک پہنچ گئے۔ فوج پیچھے تھی۔ یہودیوں کو پچھلی کامیابیوں پر گھمنڈ تھا۔ حضرت علیؑ قلعہ قموص کے قریب جا کر رکے اور علم زمین میں گاڑ دیا۔

ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے یہ منظر دیکھا تو متحیر ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہا میں علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ اس یہودی نے حضرت کے تیور دیکھے۔ تو کہا غلبتم یا معشر یہود "اے یہود اب تمہاری شکست یقینی ہے۔" یہودیوں کو قلعہ قموص کی مضبوطی پر بڑا ناز تھا۔ اور پہلے پرچم برداروں کی ناکامی سے ان کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ مگر اپنی ہی جماعت کے ایک آدمی سے یہ حوصلہ شکن الفاظ سنے تو ان میں کھلبلی مچ گئی اور دلوں پر رعب چھا گیا۔ اب لشکر

اسلام میں سے کچھ لوگ بھی حضرت کے پاس پہنچ گئے اور قلعہ کے سامنے پرا جما کر کھڑے ہو گئے۔ سردار قلعہ مرحب کا بھائی حارث جو اس سے پہلے بھی میدان میں نکل چکا تھا ایک دستہ فوج کے ساتھ قلعہ سے باہر آیا اور ایک دم حملہ کر کے دو مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ حضرت نے بڑھ کر اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مرحب نے جب دیکھا کہ اس کا بھائی مارا جا چکا ہے تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے زرہ پر زرہ پہنی' سر پر پتھر کا تراشا ہوا خود رکھا اور دو تلواریں اور تن بھال کا نیزہ لے کر قلعہ سے باہر آیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے مبارز طلب ہوا۔ میں وہ ہوں جس کی ماں نے میرا نام مرحب رکھا ہے۔

مرحب بڑا تنومند اور شہ زور تھا۔ اسکے للکارنے پر کسی کو جرات نہ ہوئی کہ اس کے مقابلے کے لیے نکلتا۔ دیار بکری نے لکھا ہے۔ لم یقدر احد فی الاسلام ان یقاومه فی الحرب (تاریخ خمیس ج۲ ص۶۰)

مسلمانوں میں سے کسی کے بس کے بات نہ تھی کہ جنگ میں اس کا مدمقابل ہوتا۔ حضرت علیؑ نے اشعار کے مقابلے میں اپنا تعارف کرایا۔ میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے حیدرؑ رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا پتہ پانی ہو گیا۔ مرحب نے حضرت علیؑ کے تلوار ماری۔ آپ نے تلوار کا وار تلوار ہی پر روکا۔ آپ نے گھوڑا کو بڑھا کر جوابی حملہ کیا۔ اسکے خود مغز سر کاٹتی گردن کمر تقسیم کرتی زین پر راقب و مرقب کو دو کرتی ہوئی زمین پر رکی۔ مرحب کے قتل ہونے کے بعد حارث کی فوج قلعہ کی طرف بھاگی۔ آپ نے بھی خندق کی طرف گھوڑا بڑھایا۔ ایڑ لگا کر خندق پار کیا۔ قلعہ کا پھاٹک یہودیوں نے بند کر لیا تھا۔ اب میدان خالی تھا۔ یہودیوں میں مایوسیوں کی لہر دوڑ چکی تھی۔ لیکن علیؑ جیسے فاتح جس کے جسم میں فتح کے بعد قوت یداللہی انگڑائیاں لے رہی تھی۔ فتح مندی اور کامرانی جس کے قدموں کو چوم کر آگے بڑھا رہی تھی کے لیے کون سی مشکل تھی۔ آپ نے آگے بڑھ کر در خیبر میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہی جنبش سے اسے اکھاڑ کر اس زور سے پھینکا کہ ستر ۷۰ قدم دور جا پڑا۔

تاریخ الحلفہ میں ہے کہ دروازے کو ڈھال بنا کر لڑتے رہے۔ اور فتح کر لینے کے بعد جب اسکو پھینکا گیا تو اٹھارہ ۱۸ آدمی بھی اسے ہلا نہ سکے۔ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ بڑی دلیری اور جرات سے مال غنیمت کو اٹھا لیا اور باہمی تقسیم کے بعد ایک عرصہ تک خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ۹۲ یہودی قتل ہوئے اور مسلمان ۱۵ شہید ہوئے حضرت علیؑ جب جنگ جیتنے کے بعد واپس ہوئے تو رسول خدا استقبال کو پہنچے اور مسرت سے بغل گیر ہو گئے۔ فتح یاب خوشی خوشی مدینہ واپس آئے۔ آنحضرت نے مال غنیمت کے دو حصے کئے۔ نصف تمام مسلمانوں کو دیا اور نصف تنہا علیؑ کو دیا۔ جسے آپ نے پاتے ہی فقرا میں تقسیم کر دیا۔ یہ ہیں علیؑ کے احسانات جنہیں مسلمانوں کو تاقیامت یاد رکھنا چاہیے۔

اراضی فدک

فدک خیبر کے مضافات میں ایک زرخیز و شاداب بستی تھی۔ جہاں پہلے پہل فدک ابن حام نے ڈیرے ڈالے اور اسی کے نام پر اسی بستی کا نام فدک قرار پایا۔ خیبر کی طرح یہاں بھی یہود آباد تھے۔ جنہوں نے آبپاشی کے وسائل مہیا کر کے افتادہ زمینوں کو آباد کیا۔ اور باغوں نخلستانوں اور لہلہاتے کھیتوں سے اسے جاذب نظر بنا دیا۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے۔ اس قریہ میں ابلتے ہوئے چشم ہائے آب اور کثیر تعداد میں نخلستان تھے۔

اہل فدک کے دل میں مسلمانوں کی قوت اور طاقت کا ایسا رعب بیٹھا کہ انہوں نے اپنا بچاؤ اس میں سمجھا کہ اراضی فدک کی ملکیت سے دستبردار ہو کر پیداوار کے آدھوں آدھ پر مصالحت کر لیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ جو کچھ خدا نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے دلوایا تم نے اس پر اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔ لیکن خدا اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو علاقے مسلمانوں کی چڑھائی کے نتیجہ میں مفتوح ہوتے ہیں انہیں غنیمت کہا جاتا ہے۔ اور جو جنگ کے قتال کے بغیر حاصل ہوتے ہیں

انہیں شرعی اصطلاح میں فے اور انفال کہا جاتا ہے۔ یہ فدک بھی مال فے تھا۔ جو مسلمانوں کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے بغیر مفتوح ہوا تھا۔ اس لیے یہ خاص رسول اللہ کی ملکیت تھا۔ جس میں مسلمانوں کا کوئی حق نہ تھا۔ علامہ طبری نے تحریر کیا ہے۔ فدک خالص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا۔ کیونکہ اس پر نہ مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

قرآن مجید کے واضح ارشاد اور علماء ملت کی تصریحات کے بعد اس میں قطعاً" کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ فدک رسول اللہ کی ملکیت خاصہ تھا۔ جس میں انہیں ہر طرح کا حق تصرف حاصل تھا۔ چنانچہ اسی حق تصرف کی بنا پر آپ نے یہ گاؤں جناب فاطمہ زہراؑ کو اپنی زندگی میں ایک دستاویز کے ذریعہ ہبہ فرما دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تحریر کیا ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیتہ ترجمہ "اے رسولؐ اپنے قرابتداروں کو ان کا حق دے دو"۔ نازل ہوئی تو آنحضرت نے فدک فاطمہؑ کو عطا کر دیا۔

لیکن وفات پیغمبرؐ کے بعد چند ملکی مصالح کے ماتحت اسے حکومت کی تحویل میں لے لیا گیا۔ جناب سیدہؑ نے حکومت کے خلاف مرافعہ کیا مگر ان کا دعویٰ ہبہ مسترد کر دیا گیا اور فدک کے تمام حقوق حکومت کے پائے نام ہو گئے۔ یہ امر تو "مسئلہ فدک" کے ذیل میں تحریر ہو گا کہ کون حق بجانب تھا۔ اور کون حق بجانب نہ تھا۔ اور کن وجوہ کی بنا پر یہ دعویٰ خارج کیا گیا۔ مگر یہ کہاں کا انصاف تھا کہ جس کے خلاف مرافعہ تھا۔ تصفیہ کا اختیار وہ خود سنبھال لے اور مدعا علیہ ہی مسند قضا پر بیٹھ کر مقدمہ فیصلہ کر دے۔

اس عدل گستری و انصاف کشی کے نتیجہ میں وہی فیصلہ ہونا تھا۔ جو ہوا اور جناب سیدہؑ نہ ہبہ کے اعتبار سے فدک کی مالک تسلیم کی گئیں اور نہ وراثت کے لحاظ سے۔ اس احساس محرومی نے انہیں اس حد تک متاثر کیا کہ نمائندہ حکومت سے مقاطعہ و ترک کلام کیا اور زندگی کے آخری لمحوں تک اس کے خلاف احتجاج جاری رکھا۔

علی علیہ السلام کی دختر رسولؐ سے شادی اہل سنت کی کتب سے

عبداللہ بن جعفر بن سلیمان بن جعفر الہاشمی کہتے ہیں کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جناب فاطمہ کا نکاح بعد واقعہ احد کے کیا ہے۔ ان کی عمر اس وقت پندرہ برس اور ساڑھے پانچ مہینے کی تھی اور جناب علیؑ کا سن مبارک اکیس سال اور پانچ ماہ کا تھا اور زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ سے جناب علیؑ کا نکاح ہجرت کے دوسرے برس ہوا ہے اور جناب فاطمہ علیہا السلام کا سن اس وقت پندرہ برس اور پانچ ماہ کا تھا۔ (استیعاب)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز و جل امرنی ازاوج فاطمۃ من علی۔ (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار) (والطبرانی فی الکبیر) ابن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بتحقیق پروردگار عز و جل نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا علیؑ سے نکاح کروں۔

ان اللہ یامرک ان تنوج فاطمۃ من علی (اخرجہ) ابن السمان سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جناب علیؑ کا ذکر کیا گیا وہ کہنے لگے وہ داماد ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتحقیق جبرائیل نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو امر کرتا ہے کہ آپ فاطمہ کا علیؑ سے نکاح کر دیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی ان اللہ زوجک فاطمۃ وجعل صداقھا الارض فمن مشی علیھا مبغضالک مشی حراما (اخرجہ الدیلمی) ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا علیؑ بتحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھ سے فاطمہ کا نکاح کیا ہے اور تمام زمین کو اس کا حق مہر قرار دیا ہے پس جو شخص بحالت تیرے بغض کے اس پر چلتا ہے اس پر اس کا چلنا حرام ہے۔

جناب سیدہ علیہا السلام کے حق مہر میں علما کا اختلاف ہے۔ روایت ہے کہ ان کا حق مہر زرہ تھی کیونکہ جناب علیؑ کے پاس اس وقت سونے چاندی میں کچھ موجود نہیں تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جناب علیؑ نے چار سو اسی درہم پر ان سے نکاح کیا تھا۔ (استیعاب عبد البر)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اللہ عز و جل نے تیرا نکاح فاطمہ سے کیا ہے اور ان کے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کیا ہے اور طوبی درخت کو اشارہ کیا کہ ان پر در و یاقوت نثار کرے۔ پس اس نے در و یاقوت ان پر نثار کئے۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا فاطمہؑ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تم کو علیؑ کی ملکیت میں دے۔ جبرائیل کو حکم دیا اس نے کھڑے ہو کر چوتھے آسمان پر فرشتوں کی بہت سی صفیں باندھیں پھر ان پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر جنت کے درخت کو حکم دیا وہ زیورات اور عمدہ حلون سے بارور ہوا پھر اس کو حکم دیا اور اس نے ان زیورات کو فرشتوں پر نثار کیا پس جس نے ان میں سے بہ نسبت دوسرے کے کچھ زیادہ لیا وہ اس کی وجہ سے قیامت تک فخر کرتا رہا۔ (اخوجہ الدیلمی)

بلال بن حمامہ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کا رخ انور چاند کے ہالہ کی طرح سے نورانی تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ آج چہرہ اقدس پر یہ کیسا نور ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے پروردگار سے میرے بھائی اور ابن عم اور میری بیٹی کی نسبت بشارت آئی ہے۔ بتحقیق اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے ساتھ فاطمہ کا نکاح کیا ہے اور رضوان خازن جنت کو حکم کیا ہے اس نے درخت طوبی کو ہلایا ہے وہ بارور ہو گیا ہے یعنی اس کا ہر ایک پتہ برات نجات کا

کاغذ بن گیا اور شجر طوبیٰ کے نیچے فرشتے نور کے پیدا کئے اور ہر ایک فرشتے کو وہ برات کا کاغذ دیا جبکہ قیامت اپنے تمام لوگوں کے ساتھ قائم ہو گی۔ پس میرے اہل بیت کا محب باقی نہیں رہے گا کہ وہ اس پر وہ برات کاغذ نہ گرے۔ اس میں دوزخ کی آگ سے رہائی کا پروانہ لکھا ہوا ہو گا۔ پس میرا بھائی اور ابن عم اور میری بیٹی مردوں اور عورتوں کیلئے دوزخ کی آگ سے رہائی کا سبب ہوئے۔ (رواہ ابوبکر الخوارزمی)

غزوہ حنین

مکہ سے تین میل پر طائف کی طرف ایک وادی کا نام حنین تھا۔ فتح مکہ کی خبر اطراف عرب میں پھیلی تو بنی ہوازن بنی ثقیف و بنی سعد وغیرہ قبائل نے آنحضرت سے لڑنے پر اتحاد کر لیا۔ اس کی خبر سن کر حضرت ۱۲ ہزار آدمیوں کے ساتھ ۶ شوال ۸ ھ ہجری (مطابق ۶۳۰ء) کو ان کے مقابلے پر نکلے۔ حضرت علیؑ حسب معمول علمبردار تھے۔ راستہ میں مشرکین کے ایک درخت ذات انواط کو دیکھ کر صحابہؓ کہنے لگے اے رسولؐ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط بنا دیجیے۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو ویسی بات ہوئی جیسی حضرت موسیٰ سے ان کی قوم نے فرمائش کی تھی کہ اے موسیؑ جیسے کافروں کے معبود ہیں ویسا ہی ایک معبود ہمارے لیے بھی بنا دیجیے۔ خدا کی قسم تم لوگ ان (کفار یہود وغیرہ) کا طریقہ اختیار کر لو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی حنین میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں کی بڑی فوج دیکھ کر حضرت ابوبکر نے کہا آج ہم لوگ کسی طرح شکست نہیں پا سکتے مگر جب زور سے جنگ ہوئی تو مسلمان بکثرت مارے گئے۔ بہت سے زخمی ہوئے اور زیادہ تر بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔ آنحضرت نے ان کو بہت پکارا کہ اے بیعت رضوان والو تم اپنے رسول کو تنہا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی صرف چار شخص حضرت کے ساتھ جمے رہے۔ حضرت علیؑ حضرت عباس ابن الحارث اور ابن مسعود۔ ابو قتادہ بیان کرتے تھے کہ غزوہ حنین میں صحابہ بھاگ گئے تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگا۔ ناگاہ دیکھا کہ حضرت عمر بھی بھاگے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا۔ تو حضرت عمر نے کہا کیا کیا جائے۔ خدا کی مشیت یہی تھی۔ پھر سب لوگ رسولؐ کے پاس آ گئے۔ (صحیح بخاری پ ۱۷ صفحہ ۵۰ کتاب المغازی) منتشر صحابہ کو حضرت علیؑ نے اپنے پرچم کے نیچے جمع کیا اور دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑھے۔ ادھر دشمن بھی جنگ کے لیے تیار تھا۔

دونوں فریق ایک دوسرے پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑے۔ جب تلواریں سروں سے ٹکرا کر چنگاریاں برسانے لگیں تو آنحضرت نے فرمایا "اب جنگ کا تنور گرم ہوا ہے" بنی ہوازن کا علمبردار ابوجرول اونٹ پر سوار تھا۔ سیاہ پرچم کو لہراتا جوش میں رجز پڑھتا اور حملوں پر حملے کرتا ہوا آگے بڑھا۔ حضرت علیؑ اس کی تاک میں تھے۔ عقب سے اس کے اونٹ کے پیروں پر تلوار ماری اونٹ زمین پر گرا ابوجرول ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ابوجرول کا قتل ہونا تھا کہ دشمن کی رہی سہی ہمت ختم ہو گئی۔ دشمن کی صفوں کو منتشر ہوتے دیکھ کر وہ لوگ جو کونے کھنڈروں میں دبکے پڑے تھے پلٹ آئے۔ اور سب نے مل کر دشمن کو تلوار کی باڑ پر رکھ لیا۔

اس طرح مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جنگ میں کامیابی ہوئی۔ اس جنگ میں ۷۰ کافر اور چار مسلمان مارے گئے۔ کافروں کو زیادہ تر حضرت علیؑ نے قتل کیا تھا۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ وغیرہ)

غزوہ تبوک

حضرت کو معلوم ہوا کہ نصارے شام نے ہرقل بادشاہ روم سے ۴۰ ہزار فوج منگا کر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے آپ حفظ ماتقدم کی نظر سے تیس ہزار فوج لے کر اور حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے شام کی طرف چلے حضرت نے کہا حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ فرمایا نبی بعدی کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسب قائم رہے۔ جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ (صحیح بخاری پ۱۸ صفحہ ۸۹ کتاب المغازی)

حضرت علیؑ جو کفار کو پیہم شکست دیتے چلے آ رہے تھے۔ اس غزوہ میں اپنی عدم شمولیت کو محسوس تو کر رہے تھے جب منافقین کی زبان سے یہ بات سنی تو آپ سے رہا نہ گیا۔ فوراً" ہتھیار سجے اور لشکر کے عقب میں چل دیئے اور مدینہ سے کچھ فاصلہ پر وادی جرف میں پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ علیؑ کیسے آئے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ منافق یہ کہتے ہیں کہ آپ مجھے بار خاطر سمجھتے ہوئے پیچھے چھوڑ گئے ہیں فرمایا وہ جھوٹ کہتے ہیں اور وہ اس سے پہلے بھی مجھ پر جھوٹ باندھتے رہے ہیں۔ میں تمہیں مدینہ اس لیے چھوڑے جاتا ہوں کہ اس کا نظم و ضبط میرے یا تمہارے بغیر برقرار نہیں رہ سکتا اور تم میرے اہلبیت اور میری امت میں میرے جانشین و قائم مقام ہو کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو۔ جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے حضرت علیؑ یہ نوید سن کر خوشی خوشی مدینہ واپس چلے گئے اور پیغمبرؐ اکرم لشکر کو لے کر سرحد شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض یوروپین مورخین مثلاً" ایرونگ وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ ان حدیث کی روشنی میں حضرت علیؑ ہی رسولؐ خدا کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ پیغمبر اکرم نے حضرت علیؑ کو مثل ہارون قرار دے کر یہ ظاہر کر دیا کہ جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ کے وزیر تھے۔ اس طرح علیؑ میرے وزیر اور خلیفہ ہیں اور ان تمام

مدارج پر فائز ہیں جن مدارج پر ہارون فائز تھے۔

غرض حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مصائب سفر اٹھاتے ہوئے بمقام تبوک پہنچے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان نصف راہ میں مدینہ سے ۱۴ منزل پر تھا۔ یہاں بیس روز حضرت نے قیام کیا اور گرد و نواح میں دعوت اسلام کے لیے سریے روانہ کئے مگر رومی فوج مقابلہ میں نہ آئی۔

جنگ بیرالام

کنز الواعظین میں ابو سعید خدری اور حذیفہ ابن یمان سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ ذات السلاسل سے فاتح و کامران واپس پلٹ رہے تھے۔ تو ایک ایسے صحرا سے گزرے جہاں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ درخت تھے مگر خشک ہوا کا ہر جھونکا آگ سے نکل کر آتا تھا۔ گرمی کی شدت ہر لحظہ بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔ نہ کہیں سایہ نظر آتا تھا۔ اور نہ سایہ دار درخت زمین آگ اگل رہی تھی۔ اور آسمان آگ برسا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ پیاس نے ستانا شروع کر دیا۔ اور پانی کا ذخیرہ ختم ہونے لگا آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ پورے لشکر میں پانی کی ایک بوند تک نہ رہی صحابہ کی پیاس سے زبانیں لٹکنے لگیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا! اے مسلمانو! کسی کو معلوم ہے کہ یہاں ایک کنواں ہے۔ وہ کہاں ہے؟ عمرو بن امیہ نے عرض کیا۔ اسے وادی کثیب ازرق کہتے ہیں۔ اگر یہاں کوئی لشکر آتا ہے۔ تو فنا ہو جاتا ہے۔ ہر جگہ جنوں کی حکومت ہے پھر عمرو بن امیہ نے بتایا میں جانتا ہوں کنواں کہاں ہے۔ اور اسے بیرالام کہتے ہیں اس کا پانی بہت ٹھنڈا اور لذیذ ہے لیکن کوئی انسان بھی آج تک اس کنواں کا پانی پی نہیں سکا کیونکہ یہاں سرکش جنات کی حکومت ہے جنھوں نے حضرت سلیمان بن داوٗد علیہ السلام کی اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا۔ یہ جنات لشکروں پر آگ کے شعلے پھینک کر انہیں بھون دیتے ہیں۔

تبع، یمانی، برہام، ابن فارس اور سعد بن برزق کے لشکر جنوں نے جلا دیے تھے۔ رسول خدا نے فرمایا میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور فرمایا اے مسلمانو! جو کنوئیں سے پانی لائے گا اگر شہید ہو گیا۔ یا زندہ واپس آیا تو دونوں صورتوں میں اس کی جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ رسول خدا نے ابو العاص کے ساتھ دس مجاہدین کو بہت زیادہ دعاؤں کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ ایمان اسی طرح ہونا چاہیے۔ عمرو بن امیہ کہتا ہے جب ہم کنواں کے نزدیک پہنچے ہم نے قرآن مجید کی

تلاوت شروع کر دی لیکن جنات کی آوازوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ جب ہم کنواں کے کنارے پر پہنچے تو ایک سیاہ دیو ہمارے سامنے نمودار ہوا اور اس کا قد بڑھتا ہی گیا اور آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے اور زمین میں زلزلہ آگیا اور دیو نے گرجدار آواز میں کہا ہم نے سلیمان بن داوؑدؑ کی اطاعت سے انکار کیا ہم نے قوم عاد کو موت کے گھاٹ اتار دیا پھر اس دیو نے ابوالعاص کو اپنے سینے کے نیچے دبا دیا اور چند سیکنڈ گزرے ہی تھے کہ ابوالعاص کوئلہ کی طرح راکھ میں تبدیل ہو گیا۔ اور جب دھوئیں کا ایک طوفان ہمارے گرد پھیلنے لگا اور کنوئیں سے مختلف شکلیں باہر نکلنے لگیں ہم ابوالعاص کے بارے میں روتے پیٹتے واپس آ گئے لیکن ان صحابیوں کے آنے سے پہلے ہی حضور کے ساتھ جو اصحابہ کرام تھے ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا۔ عمرو بن امیہ کہتے ہیں ہم نے رسول خداؐ سے پوچھا کہ یہاں کیا ہوا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو خبر تم لے کر آئے ہو جبرائیل نے ہمیں اس خبر سے آگاہ کر دیا ہے جنات نے ابوالعاص کو شہید کر دیا ہے اب ہمارے لیے جنات سے جہاد واجب ہو گیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام جو کسی کام سے رسول خدا کے فرمان کے مطابق لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اسی دوران کچھ فاصلے سے آتے ہوئے دکھائی دیے رسول خدا نے لشکر سے فرمایا اب مت گھبراؤ اب مشکل کشا آ گیا ہے۔ تمام مسلمانوں حضرت علی علیہ السلام کو دیکھ کر جب رونے لگے تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سے آگاہ کیا اور فرمایا اے علیؑ اگر تھکان ہے تو اتار لو اس کے بعد پانی لانا تو حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی قبلہ جب آپ کی طرف سے مجھے کوئی حکم مل جاتا ہے۔ تو میری تھکان دور ہو جاتی ہے آپ اجازت فرمائیں تو میں اس پیاسے لشکر کو پانی پلاتا ہوں۔

سارا لشکر خوش ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کو انہی صحابہ کے ساتھ بھیجا جن کو ابوالعاص کے ساتھ بھیجا تھا۔ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے علم ہاتھ میں لیا اور ہمیں اس کے نیچے آنے کو کہا ہم علم کے نیچے

چلنے لگے۔ ہم تلاوت کر رہے تھے اور حضرت علی علیہ السلام زیر لب پڑھتے جا رہے تھے۔ جب ہم بیرالم پر پہنچ گئے تو حضرت علی علیہ السلام نے باواز بلند تکبیر کہی اور آیت پڑھی جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

آیت کے سنتے ہی جنوں میں طوفان آ گیا اور وہ بپھر گئے کنواں کھولنے لگا سب سے پہلے وہ جن نکلا جس نے ابوالعاص کو شہید کیا تھا اور کہا تم کون ہو جو ہمارے گھر آئے ہو ہم نے آج تک کسی کو قدم ادھر نہیں رکھنے دیا۔ ہم نسل ابلیس سے جن ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں نہ بجھنے والا نور خدا ہوں میں مظہر العجائب علی ابن ابی طالبؑ ہوں جن نے حضرت علی علیہ السلام پر حملہ کیا۔ آپ نے تکبیر بلند کی اور ذوالفقار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ کنواں سے ہر شکل و صورت کے جنات باہر آنے لگے غول ور غول خنزیر، بندر، ریچھ، ہاتھی، چیتے، بھیڑیے، ہم کانپنے لگے اور قرآن کی آیات کا ورد کرنے لگے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا گھبراؤ مت اگرچہ مشکلات آئیں گی۔ مگر آخری فتح اسلام کی ہو گی ہم صرف پانی لے کر نہیں جائیں گے بلکہ انہیں دائرہ اسلام میں بھی داخل کریں گے۔

عمرو ابن امیہ کا بیان ہے کہ ہم پسینہ میں شرابور تھے مگر علیؑ کے چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پھر ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ حضرت علی علیہ السلام نے رسی کے ذریعے ڈول کو باندھا اور کنواں میں ڈالا جنوں نے رسی کاٹ دی آپ نے اس جن کو باہر لڑنے کی دعوت دی حضرت علی نے جن کو واصل جہنم کیا دوسری دفعہ ڈول ڈالا تو رسی کو کاٹ کر باہر پھینک دیا گیا۔ آپ نے لڑنے کی دعوت دی دوسرا دیو باہر آیا آپ نے اسے بھی واصل جہنم کیا۔ تیسری دفعہ پھر ڈول ڈالا گیا۔ جنات نے رسی کو ڈول سے کاٹ دیا۔ آپ نے تیسری دفعہ باہر آنے کی دعوت دی لیکن اس دفعہ کوئی جن بھی باہر نہ نکلا۔ آپ نے دوسری مرتبہ دعوت دی کوئی نہ نکلا جب آپ نے تیسری مرتبہ دعوت دی تو کنوئیں سے آواز آئی اتنے بہادر ہو تو کنوئیں میں آ جاؤ۔ آپ نے فرمایا بہتر یہ تھا۔ کلمہ پڑھ

لیتے اور مجھے پانی لے کر جانے دیتے میرا کنوئیں میں آنا تمہیں مہنگا پڑے گا۔ یہ کہہ کر آپ کنوئیں میں اتر گے۔ عمرو بن امیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کو منع کرتے رہے کہ آپ کنوئیں کے اندر نہ جائیں جب حضرت علی علیہ السلام کنوئیں کے اندر گئے تو ہمارے ہاتھوں کے طوطے اڑ گے۔ ہم بین کر کے رونے لگے مسلسل حضرت علی علیہ السلام کو آوازیں دینے لگے ہمیں حضرت علی علیہ السلام کی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ سوچ رہے تھے کہ اب واپس رسول خداؐ کے پاس جائیں اور ان کو کیا جواب دیں گے کہ اچانک کنوئیں کے اندر سے حضرت علی علیہ السلام کی صدائے تکبیر بلند ہوئی اور ہر طرف سے آواز آ رہی تھی اے فرزند ابو طالب ہمیں امان دیں۔ حضرت علیؑ فرما رہے تھے جب تک کلمہ نہیں پڑھو گے اس وقت تک امان نہیں ملے گی۔

جب تک قیامت تک کنوئیں سے پانی لینے والوں کو تنگ نہیں کرو گے امان نہیں ملتی۔ ہمارا حوصلہ بھی بڑھا۔ عمرو بن معاویہ کہتا ہے اچانک ہم نے دیکھا کہ رسول خداؐ چند صحابہ کرام کے ساتھ مسکراتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر رسول خداؐ نے فرمایا یا ابوالحسن حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ لبیک لبیک ابھی حاضر ہوا بس اب میرا کام ختم ہو گیا عمرو بن امیہ کہتا ہے۔

اب ہمیں پانی اپنے قافلے میں ملے گا عمرو بن امیہ کہتا ہے ہم سوچ رہے تھے کہ علی علیہ السلام کو کنوئیں سے رسی کے ذریعے نکالیں گے لیکن حضرت علی علیہ السلام رسول خدا کے پہلو میں کھڑے مسکرا رہے ہیں رسول خدا نے فرمایا۔ الدمعۃ الساکبہ میں آقا محمد باقر نجفی لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا یا علی ۲۰ ہزار قتل ہوئے ہیں اور چوبیں ہزار قبائل نے کلمہ پڑھ لیا ہے حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ سچ فرما رہے ہیں جب حضورؐ نے صحابہ کو واپس جانے کے لیے کہا تو صحابہ کرام نے کہا پیاسے لشکر کو پانی کون پلائے گا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہمیں پانی وہیں مل جائے گا۔ عمرو بن امیہ کہتا ہے۔ کہ جب ہم

واپس لشکر میں پہنچے تو ہم نے دیکھا تمام لشکر پانی سے سیراب ہو چکا تھا۔

اعلان خلافت

جس روز سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا حضرت علی علیہ السلام کی ولی عہدی کا بھی موقع بہ موقع کبھی قول سے کبھی فعل سے اعلان فرماتے رہے۔ تاکہ امت اس کو فراموش نہ کر بیٹھے پیغمبر خدا نے پروردگار سے دعا مانگ مانگ کر غالب مددگار لیا تھا۔ علیؑ کا کعبہ میں پیدا ہونا خود رسول خدا کا تربیت کرنا ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا یہ سب کچھ ظاہر کر رہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد آپ کو اپنا ولی عہد بنانا ہے دعوت ذوالعشیرہ میں جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کی طرف دعوت دی علی علیہ السلام کی ولی عہد کا بھی اعلان کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یاد رکھنا یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے لہٰذا اس کی بات ہمیشہ سننے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے رہنا۔ یہ واقعہ حضرت علی علیہ السلام کی ولی عہدی کا مکمل ثبوت ہے شب ہجرت اپنے بستر پر خدا کے حکم سے سلانا امانتیں واپس وصیتیں پوری کرنے پر معین فرمانا ثبوت ہے کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد اپنی جگہ کا اہل صرف حضرت علی علیہ السلام کو سمجھتے تھے۔ ہر ایک دوسرے کا بھائی بنایا اپنا بھائی صرف علی کو بنایا واضح کر رہا ہے کہ رسول خدا کا مثل سوائے علی کے اور کوئی نہ تھا۔ حضرت فاطمہ کا عقد علی کے ساتھ یہ کہہ کر کرنا اگر علی نہ ہوتے تو اولین و آخرین میں میری بیٹی کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ آپؑ کی خلافت کی واضح دلیل ہے۔ رسول خدا ہر غزوہ میں علی علیہ السلام کو فوج کا سپہ سالار بنانا کسی موقع پر کسی کا ماتحت نہ بنانا آپ کی خلافت کی دلیل ہے۔ علی علیہ السلام کے ہاتھوں عبادت گاہوں کا بتوں سے صاف کروانا۔ بت پرستی کی جڑیں آپؑ کے ہاتھوں قطع کرانا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرائض رسالت علی علیہ السلام کے ہاتھوں اپنے عہد میں سرانجام دیتے تھے تاکہ دنیا جان لے کون جانشین پیغمبر ہے۔

۹ ہجری کو حج کے موقع پر سورہ برائت کی چالیس آیتوں کی تبلیغ کے لیے خدا کے حکم سے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجنا اور یہ کہنا "علی میرا جزو ہے۔ وہ

مجھ سے ہے میں اس سے ہوں۔ علی میرا بھائی ہے۔ میرا وصی میرا وارث میرا خلیفہ ہے" معلوم ہوا کون حقیقی جانشین پیغمبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد کے سب دروازے بند کرا دینا اور علی کے دروازہ کا کھلا رہنا دلیل ہے کہ آپ عصمت و طہارت میں پیغمبر کے مثل اور آپ کے بعد سب سے زیادہ نبوت کا کار منصبی انجام دینے کے حق دار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آیتہ مباہلہ میں حضرت علی کو نفس رسولؐ قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اپنی قائم مقامی کے لیے اپنے نفس سے بہتر دوسرا نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر اسلام فریضہ حج سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو کم و بیش ایک لاکھ چالیس ہزار کا مجمع آپ کے ہمرکاب تھا۔ جو مختلف شہروں اور بستیوں سے سمٹ کر جمع ہو گیا تھا اور اب فرض سے سبکبار ہو کر خوش خوش اپنے گھروں کو پلٹ رہا تھا۔ کچھ لوگوں کو مدینہ پہنچ کر الگ ہونا تھا اور کچھ لوگوں کو راستے ہی سے علیحدہ ہو جانا تھا۔

لیکن وادی خم غدیر پر قافلہ کو ٹھہر جانے کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم اتنا اچانک اور ناگہانی تھا کہ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہاں منزل کیسی یہ جگہ نہ تو قافلوں کے اترنے کے لیے موزوں تھی نہ گرمی سے بچنے کا کوئی سامان موجود تھا نہ دھوپ سے بچاؤ کے لیے کچھ تھا۔ اس کارواں کو روکنے کا مقصد یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ایک اہم فیصلہ سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ اور معاملہ کی اہمیت کا تقاضا یہ تھا خواہ کتنی زحمت و تکلیف کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے اس جلتے ہوئے میدان میں چلتے ہوئے کاروان کو روک لیا جائے اور سب کو فیصلہ خداوندی سے آگاہ کر دیا جائے اور وہ فیصلہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت و جانشینی کے متعلق تھا۔ لوگ سمجھیں گے کہ پیغمبرؐ علی کو اپنا نائب و جانشین مقرر کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی دیکھنے میں آتا تھا کہ کچھ لوگوں کی زبانیں خواہ مخواہ علی کے خلاف شکوہ ریز رہتی ہیں۔ پیغمبر اسلام بھی بعض چہروں کے اتار چڑھاؤ سے ان کی دلی کیفیتوں کو بھانپ

رہے تھے کہ یہ مخالفت کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ اس لیے مزاج شناس قدرت یہ چاہتی تھی کہ قدرت کی طرف سے ان لوگوں کے شر سے تحفظ کا ذمہ لیا جائے اور پھر اس کا عمومی اعلان کیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفظ کی ذمہ داری کے ساتھ اس مقام پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔ ترجمہ۔ اے رسول (علی کے بارے میں) جو کچھ نازل کیا گیا ہے اسے امت تک پہنچا دو اور اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی کام ہی نہ کیا۔ خدا تمہیں لوگوں کے شر سے بچائے گا۔ (تفسیر کبیر)

سب لوگ اپنی اپنی چادریں پیروں کے نیچے دبا کر بیٹھ گئے۔ اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنایا گیا۔ رسول خدا اس نئے قسم کے منبر پر گئے۔ حضرت علیؑ کو اپنے پاس کھڑا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا "اے لوگوں میں ایک بشر ہی تو ہوں وہ وقت دور نہیں ہے کہ میرے پروردگار کی طرف سے پیغامبر آئے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہوں۔ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب جس میں نور و ہدایت ہے لہٰذا کتاب خدا کو مضبوطی سے پکڑو اور اس سے وابستہ رہو اور اس کی طرف رغبت دلائی۔ پھر فرمایا اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۷۹۔

آپ نے فرمایا لوگو خوب سن لو خدا میرا مولا ہے میں تمہارا مولا ہوں اور تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ سب نے کہا بے شک ایسا ہی ہے اس کے بعد حضرت علی کو بغلوں میں ہاتھ دے کر اوپر اٹھایا اور فرمایا۔ "ہوشیار ہو کر سنو۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خداوند اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور اسے دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے" (وسیلقہ المال)

اہل سنت کی مشہور کتاب مسند احمد بن حنبل میں ہے پھر جب حضرت عمرؓ حضرت علی علیہ السلام کے قریب آئے اور کہا اے ابو طالب کے فرزند مبارک ہو تم میرے اور تمام مومنات کے مولا ہو گے۔ رسول خدا نے اصحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ گروہ در گروہ علی کو منصب رفیع پر فائز ہونے کی مبارک باد دیں۔ چنانچہ صحابہ نے تبریک تہنیت کے کلمات کہے۔ امہات المومنین اور دوسری خواتین نے بھی اظہار مسرت کرتے ہوئے مبارک باد دی۔ ابھی مبارکبادیوں کا سلسلہ جاری تھا ادھر جبرائیل امین نے اتر کر تکمیل دین و اتمام نعمت کا روح پرور مژدہ سنایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم ونعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ۔ آج میں نے تمہارے دین کو ہر لحاظ سے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔ اہل سنت کی مشہور کتاب مناقب اخطب خوارزم میں ہے جب آیت اکملت لکم دینکم نازل ہوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے دین کو کامل نعمتوں کو تمام کر دیا میری رسالت اور علی کی خلافت پر راضی ہوا۔

حارث بن نعمان رسالت مابؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ تمہارے کہنے سے ہم نے خدا کو واحد اور تم کو اس کا رسول مان لیا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھی۔ روزے رکھے حج کی۔ اس پر تو نے توقف نہ کیا بلکہ اپنے چچا زاد بھائی کو ہم پر فضیلت دینے کے لیے کہہ دیا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں۔ فرمائیے علی کو حاکم اپنی طبیعت سے بنایا ہے یا خدا کے حکم سے۔ رسالت مابؐ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم یہ امر خدا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے نہیں بنایا۔ حارث یہ سن کر کہتا ہوا چلا۔ خدایا اگر محمدؐ کی بات سچی ہے تو مجھ پر دردناک عذاب نازل کر۔ ابھی اپنے اونٹ تک بھی نہ پہنچا تھا کہ اس کے سر پر آسمان سے پتھر گرا اور نیچے نکل گیا۔ حارث اسی جگہ ہلاک ہو گیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ۔ (تفسیر ثعلبی)
ترجمہ۔ سائل نے سوال کیا اور عذاب واقع ہو گیا۔

جنگ قصر الذہب

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت کے حکم سے حضرت علیؑ سریہ ذات الخطہ پر گئے۔ اور کامیاب و کامران واپس پلٹ رہے تھے۔ کہ راستہ میں عرب کے چند لوگ آئے انہوں نے عرض کیا یا علیؑ ہمارے قریب میدان میں ایک محل ہے اس میں ایک سانپ رہتا ہے اس نے ہماری زندگی اجیرن کر دی ہے ایک پھونک سے سب کچھ جلا ڈالتا ہے۔ اب تو اس نے راستہ روکنا بھی شروع کر دیا۔ جو مویشی جاتے ہیں انہیں نگل لیتا ہے جو انسان جاتا ہے اسے نگل لیتا ہے۔ ہماری زندگی موت سے بدتر ہو چلی ہے۔ فی سبیل اللہ آپ اس سے نجات دیں۔

حضرت علیؑ رسول خداؐ سے اجازت لینے کے بعد اپنے ساتھیوں عمار یاسر' زبیر ابن عوام' قیس ابن سعد' سعد ابن عبادہ اور مقداد کو لے کر قصرالذہب کی طرف روانہ ہوئے حضرت علیؑ نے نبی اکرمؐ کی ذرہ جناب حمزہ کا خود جعفر طیار کا کمر بند باندھا۔ ذوالفقار ہاتھ میں لی نبی اکرمؐ کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ علم ہاتھ میں لیا اس پر لکھا ہوا تھا۔ نصر من اللہ و فتح قریب رسول خداؐ نے بذریعہ معجزہ یہ جنگ حضرت فاطمہؑ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو دکھلائی آنحضورؐ نے دیکھا حضرت علیؑ درمیان میں ہیں اردگرد جنات ہیں حضرت علیؑ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے ہیں عمار کا بیان ہے کہ میں نے آنحضورؐ کی صدائے تکبیر بھی سنی اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے تھے یا علیؑ دائیں طرف سے ایک موذی اژدہا حملہ کرنے والا ہے۔ حضرت علیؑ نے دائیں طرف حملہ کر کے اسے فی النار کیا۔ پھر ذات احدیت نے ہماری آنکھوں کے سامنے سے حجاب دور کر دیے۔ ہم بھی حضرت علیؑ کی جنگ آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ حضرت علیؑ نے تین تکبیریں کہیں آپ کے ان ساتھیوں نے بھی تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور قصرالذہب سے باہر گڑھے میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ ان تین تکبیروں کے بعد آگ بجھ گئی۔ دھواں ختم ہو گیا۔ مختلف شکلوں میں کچھ افراد نظر آنے لگے۔ جو مختلف قسم کی زبانیں بولتے تھے۔ اور حضرت علیؑ دائیں بائیں تلوار سے انہیں واصل جہنم کر رہے تھے کہ یکایک ان کی طرف سے

آوازیں آنے لگیں۔

امیرالمومنین الامان' امیرالمومنین الامان' حضرت علیؑ نے فرمایا امان مانگنے میں تم لوگوں نے بہت دیر کر دی ہے۔ اب تو امان کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کلمہ پڑھو۔ خلوص دل سے توحید اور رسالت محمدؐ کا اقرار کرو تو جان بچے گی۔ جنات عرض کرنے لگے قبلہ آپ تلوار روکیں ہم کلمہ پڑھنے کو تیار ہیں پھر باقی بچ جانے والے تمام جنات نے کلمہ پڑھا۔ قصرالذہب کے اطراف و نواح میں رہنے والے تمام قبائل آئے انہوں نے حضرت علیؑ کا شکریہ ادا کیا اور کلمہ بھی پڑھا حضرت تین دن تک قصرالذہب ہی میں قیام پذیر رہے تمام قبائل آ کر اسلام قبول کرتے گئے۔ اس کے بعد آپ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت اور حضرت علیؑ

ابن عباس نے کہا کہ حضرتؐ اس مکرر فرماتے تھے۔ میرے حبیب کو بلاؤ اور جس کو لوگ سامنے لاتے ہیں اس سے حضرت منہ پھیر لیتے ہیں۔ جناب فاطمہؑ سے لوگوں نے کہا ہمیں یقین ہے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کو بلاتے ہیں جناب فاطمہ گئیں اور جناب امیر کو بلا لائیں۔ جب نظر مبارک سید انبیاء روئے منور سید اوصیا پر پڑی۔ ہنسنے لگے اور مکرر فرمایا۔ اے علیؑ میرے پاس آؤ۔ یہاں تک کہ ہاتھ جناب امیرؑ کا پکڑ کر اپنے سرہانے بٹھایا۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ اتنے میں حسنؑ اور حسینؑ تشریف لائے اور جب ان کی نظر اپنے نانا کے جمال بیمثال پر پڑی اور حضرت کا وہ حال دیکھا فریاد واجداہ وا محمداہ کر کے روتے ہوئے سینہ حضرت پر گر پڑے۔ جناب امیرؑ اٹھے کہ ان کو اٹھائیں۔ حضرت ہوش میں آئے اور کہا اے علیؑ ان کو رہنے دو۔ کہ میں ان دونوں اپنے باغ کے پھولوں کو سونگھوں اور میرے گل رخسار کو سونگھیں۔ اور میں ان کو وداع کروں اور یہ مجھے وداع کریں۔ یہ دونوں بعد میرے مظلوم ہوں گے۔ تیغ و ستم زہر سے مارے جائینگے۔ پس تین مرتبہ

فرمایا خدا کی لعنت ان پر ہو جو ان پر ظلم کرے۔ پھر ہاتھ جناب امیرؑ کا تھام کر لحاف کے اندر لے لیا۔ اور اپنا منہ ان کے منہ کے اوپر اور دوسری روایت میں اپنا منہ جناب امیرؑ کے کان کے اوپر رکھا۔ اور بہت راز کہے اور اسرار الٰہی و علوم غیر متناہی بیان فرمائے۔ یہاں تک کہ روح مقدس حضرت نے جانب آشیان عرش رحمت پروردگار پرواز فرمائی۔ جناب امیرؑ لحاف بشیر و نذیر سے باہر تشریف لائے اور کہا حق تعالیٰ تمہارے اجر کو تمہارے پیغمبر کی مصیبت میں عظیم کرے۔ واضح ہو کہ خداوند عالمیان روح برگزیدہ پیغمبر آخرالزمان کو اپنی طرف لے گیا۔ یہ سن کر صدائے خروش و شیون اہل بیت رسالت سے بلند ہوئی اور کچھ لوگ مومنین سے جو غصب خلافت میں مشغول ہوئے۔ تفریت اور مصیبت اہل بیت میں شریک نہ ہوئے۔ ابن عباس نے کہا جناب امیرؑ سے پوچھا وہ راز جو حضرت نے آپ سے لحاف کے اندر کہا تھا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا ہزار باب علم مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے اور ہزار باب کھل گئے۔ ابن بابویہؒ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا بعد حضرت رسولؐ پہلی بلا اور امتحان جو مجھ پر وارد ہوا یہ تھا کہ میرے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں میں کوئی مونس و مددگار نہیں تھا کہ میں اس پر اعتماد کرتا۔ اور امید و نصرت اس سے رکھتا۔ حضرت نے مجھے بچپن میں تربیت کی اور جب میں بڑا ہوا۔ اپنی پناہ میں رکھا۔ یتیمی سے نکالا۔ میرے اور میرے عیال کے خرچ کی کفالت فرمائی۔ مجھے ہر حاجت سے بے نیاز کیا۔ حضرت کی برکت سے محتاج نہ ہوا۔ اور اسی طرح چند نعمتہائے دنیا حضرت کی برکت سے مہیا تھیں۔ اور یہ سب باوجود زیادتی اس شفقت اور مرحمت کے سامنے کم تھیں کہ مجھے درجات عالیہ اور کمالات نامتناہیہ پر فائز کیا۔ اور علوم ربانی سے ممتاز فرمایا اور راہنمائی مراتب قرب وصال دراصل ملک متصال سے فرمائی۔ افعال و اقوال و آداب حسنہ سے آراستہ فرمایا پس وفات حضرت سرور کائنات سے ایسی چند اندوہ والم مجھ پر نازل ہوئے کہ مجھے گمان ہے اگر مصیبتوں کو پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ تاب و تحمل نہ لا سکیں۔ اس مصیبت میں میں نے لوگوں کو مختلف پایا۔ بعضوں کا رونا

پیٹنا اس درجہ تھا کہ مطلق ضبط نہ کر سکتے تھے۔ اور قوت تحمل اس مصیبت عظیم پر نہ تھی۔ شدت غم و اندوہ نے صبر ان سے دور کر دیا تھا۔ اور ان کی عقل کو پریشان کر دیا تھا۔ سمجھنے سمجھانے اور کہنے سننے والوں کے درمیان ان کی جزع اور مصیبت حائل تھی۔ یہ حال اہل بیت کا تھا۔ اور تمام لوگوں کی یہ کیفیت تھی کہ بعض ماتم پرسا دیتے تھے اور کہتے تھے۔ اس کوہ مصیبت واندوہ عظیم جو دفعتاً" مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے صبر و شکیبائی و خاموشی اختیار کی۔ جو کچھ حضرت نے غسل و کفن و حنوط و نماز و دفن قرآن جمع کرنے میں مجھے وصیت فرمائی تھی۔ اس میں مشغول ہوا اور مجھے بجا آوری امور ضروری ہیں کہ میں حضرت کی جانب مامور تھا۔ یہاں تک کہ جو حق تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر لازم تھا۔ سب میں نے ادا کیا۔
(جلاء العیون جلد اول علامہ باقر مجلسی)

رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ اب یہ تیرے ذمہ ہے اس میں تیرا کوئی شریک نہیں ہو گا۔ میری وصیت قبول کرے۔ میرے وعدے وفا کر دنیا۔ میرے قرض ادا کرنا اے علیؑ میرے اہلبیت کا خیال رکھنا اور میرے بعد تبلیغ اسلام کا فریضہ پورا کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ مطمئن رہیں انشاء اللہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو گی۔ پھر آپ نے بلال سے فرمایا بلال میرا خود زرہ تلوار عمامہ سحاب میری ردا، خنجر، عصاء، کمربند، شب معراج والا قمیض، ٹوپی، نعلین، دلدل دونوں ناقائیں، ذوالجناح، یہ سب ابھی ابھی علیؑ کے حوالے کر دے۔

یا علیؑ یہ تمام چیزیں میری ازواج اور دیگر گھر میں موجود افراد کے سامنے وصول کر لے اور اپنے گھر جا کے رکھ کے آ۔ تاکہ ہر کوئی دیکھ لے اور میرے بعد ان میں سے کسی میں بھی کوئی تیرے ساتھ تنازعہ نہ کرے۔ جب میں تعمیل حکم کر کے واپس آیا۔ تو مجھے فرمایا یا علیؑ مجھے سہارا دے میں نے سہارا دیا۔ آپ نے تمام اہل خانہ کو متوجہ ہو کر فرمایا۔ میرا بھائی میرا وزیر اور میرا خلیفہ علیؑ ہے۔ یہی میرے قرض ادا کرے گا۔ میرے وعدے نبھائے گا۔ اے بنی ہاشم اے بنی عبدالمطلب نہ علیؑ سے بغض رکھنا اور نہ اس کی مخالفت کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ

گے۔ نہ اس سے حسد کرنا اور نہ نفرت کرنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ ارشاد مفید کے مطابق دوسرے دن آپ کے مرض میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حضرت علیؑ کسی وقت بھی آپ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ آپ کسی ضروری کام کی خاطر باہر تشریف لے گئے اس وقت آنحضرتؐ عالم غش میں تھے۔ آپ کو افاقہ ہوا تو ادھر ادھر دیکھا جب حضرت علیؑ نظر نہ آئے تو فرمایا۔

"میرے بھائی اور ساتھی کو بلا دیجیئے"

جناب ام سلمہؓ نے فرمایا علیؑ کو بلاؤ۔ جب آپ اندر داخل ہوئے تو آپ نے اشارہ سے حضرت علیؑ کو اپنے قریب بلایا۔ حضرت علیؑ کا سر اپنے سینہ پر رکھا اور کافی دیر تک سرگوشی فرماتے رہے بعد میں حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ دم آخر آپ سے کیا بات کی تھی؟ آپ نے فرمایا جو کچھ انہوں نے فرمایا میں اس پر پوری طرح عمل کروں گا۔ انشاء اللہ پھر آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا یا علیؑ میرا سر اپنی گود میں رکھ لے حکم خدا آ گیا ہے۔ جب میں آخری سانس لوں اپنا ہاتھ سامنے کر لینا اور اسے اپنے چہرہ پر مسح کر لینا میرے دفن سے پہلے جنازہ کو تنہا نہ چھوڑنا۔ جناب سیدہ روتی ہوئی قریب آئیں۔ آنحضورؐ نے بی بی کے سر پر آہستہ سے ہاتھ رکھا اپنی طرف جھکایا۔ کان میں سرگوشی کی جس سے بی بی کے بہتے ہوئے آنسو رک گئے۔

اصول کافی میں امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے والد گرامی کے ذریعے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت علیؑ کو دو طرح کی وصیت کی گئی تھی۔ ایک وہ وصیت جو آپ نے حضرت علیؑ کو جناب عباس کے سامنے زبانی کی تھی۔ اور دوسری وصیت جو اللہ کی طرف سے تحریر شدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی گئی تھی۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت علیؑ اور جناب سیدہ کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اور وہ اسی طرح کہ جب آپ کا وقت قریب آیا تو جبرائیلؑ نے آ کر عرض کیا۔ اے حبیب خدا! اپنے کمرہ کو تمام اغیار سے پاک کرو۔ میں اللہ کا آخری پیغام پہنچا دوں۔ رسول کریمؐ نے

تمام کو فرمایا آپ یہاں سے چلے جائیں جب سب جانے لگے۔ تو آپ نے حضرت علیؑ اور جناب سیدہ سے فرمایا آپ دونوں نہ جائیں۔ اس وقت جبرائیلؑ نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور ہر احترام سے نوازتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ یہ وہ تحریر ہے جس کا میں نے تجھ سے عہد لیا تھا۔ اور جس پر میرے تمام ملائکہ گواہ ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ویسے گواہی کے لیے میں تنہا ہی کافی ہوں۔ یہ سن کر نبی کریمؐ لرز گئے اور فرمایا اے جبرائیلؑ اللہ ہی سلام کہے۔ سلامتی اسی کی طرف سے ہے۔ اور وہی سلامتی کا مرجع ہے۔ تحریر مجھے دے دیجیے جبرائیلؑ نے وہ تحریر آپ کو دی اور عرض کیا کہ حضرت علیؑ کے حوالے کر دیں تاکہ میری موجودگی میں علیؑ اسے پڑھ کر آپ کو سنائے آنحضورؐ نے وہ تحریر حضرت علیؑ کو دی حضرت علیؑ نے حرف بحرف اسے پڑھا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا میرے اللہ کا مجھ سے یہ عہد تھا اور شرط تھی۔ میرے پاس اللہ کی امانت تھی۔ جو میں نے پہنچا دی امت کو نصیحت کر دی اور امانت ادا کر دی ہے۔ حضرت علیؑ نے یوں گواہی دی۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں میں آپ کی تبلیغ اور نصیحت کی گواہی دیتا ہوں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ میرے کان، میری آنکھیں، میرا گوشت، اور میرا خون بھی اس کا گواہ ہے۔

جبرائیلؑ نے کہا میں بھی آپ دونوں کے لیے گواہ ہوں۔ پھر نبی کریمؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ کیا تو نے میری وصیت حاصل کر لی ہے؟ کیا تو نے اسے پہچان لیا ہے؟ کیا تو مجھے اور اللہ کو یقین دلاتا ہے۔ کہ جو کچھ اس میں ہے اسے پورا کرے گا؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں اسے پورا کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ اللہ سے مدد مانگتا ہوں اور توفیق تکمیل کا اللہ سے خواستگار ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ میں چاہتا ہوں کہ اسے نبھانے کی میں قیامت کے دن تیری گواہی دے سکوں۔ قبلہ اب بے شک گواہی دیں۔ نبی کونینؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ میرے اور آپ کے مابین اس وقت جبرائیلؑ و میکائیلؑ اور ان کے ساتھ ملائکہ مقربین موجود ہیں۔ میں انہیں بھی اس وصیت کا گواہ بناتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ ہاں قبلہ آپ انہیں گواہ بنا لیں اور میں بھی انہیں گواہ بناتا ہوں۔ وصیت کے اہم مندرجات یہ تھے محبان خدا سے محبت اور دشمنان خدا رسولؐ سے برائت کیفیت برائت یہ ہو گی کہ ضیاع حق پر صبر کرنا ہو گا۔ غصب خمس پر صبر کرنا ہو گا۔ ہتک ناموس پر خاموش رہنا ہو گا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ ''قبلہ انشاء اللہ صبر کروں گا''

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے خالق اکبر کی قسم ہے۔ کہ میں نے جبرائیل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ نبی کونین سے کہہ رہا تھا اے حبیبؐ خدا علیؑ کو کھلے لفظوں میں بتا دیجیے کہ آپ کا سب احترام ختم ہو جائے گا۔ اور یہ احترام آپ کا نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے احترام کا خاتمہ ہو گا۔ پھر جبرائیل نے عرض کیا اے حبیب خداؐ اللہ کا حکم ہے کہ اس وصیت کے ان حصوں سے اپنی بیٹی اور حسنینؑ کو بھی مطلع فرما دیجیے جو ان سے متعلق ہیں۔ آنحضورؐ نے جناب سیدہ اور جناب حسنینؑ کو آگاہ فرمایا انہوں نے بھی اسے قبول کیا۔ پھر جبرائیل نے وصیت کو مہر کیا۔ اور حضرت علیؑ کے سپرد کر دی پھر رسول خداؐ نے اپنی بیٹی کا سر اپنے منہ پر رکھا۔ جناب فاطمہ الزہراؑ کا دایاں ہاتھ پکڑا۔ حضرت علیؑ کے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔ اے علیؑ یہ میری اور اللہ کی تیرے پاس امانت ہے۔ میرے اور اللہ کے لیے اس کا تحفظ کرنا۔ اور مجھے یقین ہے تو ایسا کرے گا۔

یا علیؑ بخدا! میری یہ بیٹی اولین و آخرین میں سے خواتین جنت کی سردار ہے۔ یا علیؑ بخدا میری یہ بیٹی مریم کبریٰ ہے۔ یا علیؑ جس سے یہ راضی ہو گی میں میرا اللہ اور ملائکہ اسی سے راضی ہونگے۔ یا علیؑ اس پر ظلم کرنے والوں کے لیے ویل ہے۔ یا علیؑ اس کی توہین کرنے والوں اور اس کے احباب کو اذیت دینے والوں کے لیے ویل ہے اسے تکلیف پہنچانے والوں کے لیے ویل ہے۔ اے اللہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ پھر آپ نے جناب حسنینؑ اور جناب سیدہ کو گلے لگایا اور فرمایا۔

اے اللہ! جو ان کا ہو گا۔ ان کے نقش قدم پر چلے گا۔ میری اس سے صلح ہے اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ وہ داخل جنت ہوں گے۔ جو ان سے عداوت رکھے گا۔ ان سے جنگ لڑے گا۔ ان پر ظلم کرے گا ان سے آگے بڑھے گا۔ یا ان سے پیچھے ہٹے گا۔ یا ان کے شیعہ پر ظلم کرے گا۔ میں اس کا دشمن ہوں اور میں ضمانت دیتا ہوں وہ داخل جہنم ہو گا۔ اے زہراؑ بخدا میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا۔ جب تک تو راضی نہ ہو گی۔ آخری مرتبہ جب رسول خداؐ مسجد میں

گئے ہیں تو رسول خداؐ کے چچا حضرت عباسؑ اور حضرت علیؑ نے رسول خدا کو سہارا دیا ہوا تھا۔ آپ نے ایک ہاتھ عباس کے کندھے پر اور دوسرا جناب امیرالمومنینؑ کے کندھے پر رکھا بڑی مشکل سے مسجد تک تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد فرمایا مجھے منبر پر بیٹھاؤ۔ منبر پر بیٹھایا گیا۔ یہ آخری موقع ہے کہ آپ منبر پر بیٹھے اس کے بعد آپ کبھی منبر پر تشریف نہ لا سکے آپ کا خطبہ سننے کے لیے بچے، جوان، بوڑھے مرد اور عورت حتیٰ کہ بیمار بھی مسجد میں تشریف لائے۔ آپؐ نے خطبے میں فرمایا۔ جو بھی اس دن اور وقت خواہ وہ جن ہیں یا انسان میری بات سن رہے ہیں۔ ہر موجود غیر موجود کو میرا آج کا پیغام پہنچا دے۔ میں تم میں کتاب خدا جس میں نور ہے۔ ہدایت ہے اور بیان ہے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ نے اس میں کوئی کمی نہیں کی۔ میری طرف سے تم پر حجت ہے۔ اور دوسرا تم میں علم اکبر علم دین اور نور ہدایت چھوڑ رہا ہوں یہ علیؑ ابن ابی طالب ہے جو میرا وصی ہے۔ یہ حبل اللہ ہے۔ اس سے تمسک پکڑو۔ اس سے جدا نہ ہونا اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اس نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت پیدا کی اور تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا لوگو یہ علیؑ ابن ابی طالب آج بھی مخزن الٰہی ہے۔ اور کل بھی مخزن الٰہی ہو گا۔ جس نے آج علیؑ سے محبت کی۔ اس نے اللہ سے اپنا کیا گیا وعدہ پورا کیا اور حق بندگی ادا کر دیا۔ جس نے آج علیؑ سے عداوت کی یا آج کے بعد عداوت کی وہ قیامت میں بہرہ اور اندھا محشور ہو گا۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا۔ لوگو! کل یوم محشر میرے پاس اس طرح نہ آنا کہ تم دنیاوی مال و دولت سے لدے ہو اور میرے اہلبیت برا حال، خانہ بدر، مجبور اور مظلوم آئیں۔ ان کا خون تمہارے قدموں سے ٹپک رہا ہو یاد رکھو گمراہی کی بیعت اور جہالت کا شوریٰ سود مند نہیں ہوتا۔ یقین کرو خلافت کے لیے اہل ہیں جو آیات خدا ہیں۔ اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی علامات بتا دی ہیں۔ میں نے تمہیں ان کا تعارف کرا دیا ہے۔ تمہیں پیغام خالق پہنچا دیا ہے جو کچھ مجھے دیکر تمہاری طرف بھیجا گیا۔ وہ تمہیں پہنچا دیا ہے۔ لیکن

میں دیکھ رہا ہوں تم ابھی تک جاہل ہو خیال رکھنا میرے بعد کافر نہ بن جانا۔ جہالت میں ڈوب کر کتاب خدا کی تاویلیں نہ گھڑ لینا۔ میری سنت کو اپنی خواہشات کے مطابق نہ ڈھالنا کیونکہ ہر حدیث۔ ہر حادثہ اور ہر وہ کلام جو خلاف قرآن ہو گا۔ وہ باطل اور مردود ہو گا۔ قرآن امام ہدایت ہے لیکن قرآن کو قائد کی ضرورت ہے۔ جو قرآن کی ہدایت دے۔ اور قرآن کی طرف دعوت دے اور وہ دعوت دانش اور موعظہ حسنہ سے ہو۔ میرے بعد جو میرا خلیفہ ہے۔ وہی ولی قرآن ہے۔ میرا دل قرآن وحی ہے۔ جو میرے علم میری دانش اور میرے رازوں کا وارث ہے۔ جو مجھ سے پہلے انبیاء کے علوم کا حامل ہے۔ یاد رکھو میں اپنے باپ کا وارث تھا۔ اور میرے بھی وارث ہوں گے۔ تمہاری خواہشات تمہیں دھوکا میں ڈالیں۔ اے لوگو! میرے اہلبیت کے سلسلہ میں خوف خدا کرنا یہ دین کا رکن تاریکی میں چراغ اور علم کی کان ہیں۔ علیؑ میرا بھائی ہے۔ میرا وارث ہے میرا وزیر ہے۔ میرا امین ہے۔ میرا خلیفہ ہے۔ میرے وعدے نبھانے والا ہے۔ میری سنت پر قائم ہے سب سے پہلے اسی نے اعلان اسلام کیا تھا۔ سب سے آخر میں یہی میرے ساتھ رہے گا۔ قیامت میں میری ملاقات کرنے والوں میں اوسط ہو گا۔ تمہارے موجود غائبین کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔

لوگو جس شخص نے مجھ سے کوئی قصاص لینا ہو وہ آئے میں موجود ہوں لے لے۔ اور اگر کسی کی میرے پاس کوئی امانت ہو تو وہ میرے بعد علیؑ ابن ابی طالب کے پاس آئے۔ وہ میری تمام امانتوں کا ایسا ضامن ہے کہ میرے ذمہ کسی کا کچھ باقی نہ رکھے گا۔ اس کے بعد آپ کو منبر سے اتارا گیا۔ آپ اپنے حجرہ میں تشریف لائے۔ (الدمعتہ الساکبہ)

حدیث میں وارد ہے کہ جب جناب رسالتمابؐ کا حال شدت مرض سے متغیر ہوا اور حضرت کو غش پہ غش آنے لگے۔ جناب سیدہ یہ حال دیکھ کر نہایت مضطرب ہوئیں اور باآواز بلند رونے لگیں اور سراقدس اپنے باپ کا

چوما۔ ناگاہ کسی مرد نے پس در سے صدا دی کہ سلام آپ پر یا رسول اللہؐ میں مرد مسافر ہوں کچھ پیام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ مجھے اجازت ہو کہ اندر حاضر ہوں۔ اور جو کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ عرض کروں پس جناب سیدہ نے جب آواز اس شخص کی سنی ارشاد فرمایا کہ اے مرد غریب یہ وقت ملاقات رسول خداؐ کا نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ حضرت شدت مرض سے اس وقت غش میں ہیں۔ مناسب ہے کہ اب پھر جا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جب اس شخص نے یہ جواب سنا ساکت ہو رہا مگر در دولت سے نہ ہٹا۔ لیکن بعد تھوڑی دیر کے پھر اذن چاہا جناب سیدہؑ نے جو جواب پہلے دیا تھا وہی پھر ارشاد فرمایا۔ یہ سن کر وہ شخص پھر چپ رہا۔ اور وہیں پر کھڑا رہا۔ بعد تھوڑی دیر کے اس شخص نے تیسری مرتبہ باآواز مہیب عرض کیا کہ اے سیدہ کونین اور اے مادر حسنینؑ مجھے خدمت باسعادت رسولؐ الثقلین میں اس وقت ہونا بہت ضروری ہے اور بدون حصول شرف حضوری ممکن نہیں ہے۔ کہ میں در دولت سے پھر جاؤں پس امیدوار ہوں کہ مجھے اجازت اندر آنے کی ملے اور میری مجال نہیں ہے۔ کہ بغیر اجازت کے اندر داخل ہوں۔ پس منقول ہے کہ اب کی مرتبہ جناب سیدہؑ آواز سے اس شخص کی ایسی خائف ہوئیں کہ کانپنے لگیں۔ یہاں تک جناب رسول خداؐ نے چشم مبارک غش سے کھول دیں۔

رسول خداؐ نے دیکھا کہ فاطمہؑ پر اس قدر خوف طاری ہے کہ تمام بدن کانپ رہا ہے۔ فرمایا کہ اے پارہ جگر اے نور نظر کیا ہوا۔ کیوں خائف و ترساں ہے۔ جناب سیدہ نے عرض کیا۔ اے پدر بزرگوار ایک مرد غریب پس در سے اذن حضوری دیر سے طلب کر رہا ہے۔ ہر چند میں نے مکرر اس سے عذر کیا اور کہا کہ اے شخص یہ وقت ملاقات نہیں ہے۔ اور رسول خداؐ بسبب شدت مرض کی غش میں ہیں۔ مگر وہ شخص کسی طرح عذر میرا قبول نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں کسی کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ ممکن نہیں ہے کہ بغیر اجازت حاضر ہوں یہ سن کر جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ اے نور نظر یہ وہ شخص ہے کہ جماعتوں کو متفرق کر دیتا

ہے اور اطفال کو یتیم اور عورت کو بیوہ کرتا ہے۔ اے پارہ جگر یہ وہ ہے کہ اگر قصد اندر آنے کا کرے تو کوئی اس کو منع نہیں کر سکتا اور اگر قصد باہر جانے کا کرے کسی کی مجال نہیں ہے کہ اسے روک سکے۔

اے فاطمہؑ اللہ تعالیٰ نے تیرے دروازہ کو یہ رتبہ عطا فرمایا ہے کہ ملک الموت بھی بغیر اجازت کے داخل نہیں ہوتا اور نہ ہو گا۔ اے فاطمہؑ یہ فرشتہ بحکم رب جلیل اس لیے آیا ہے کہ تیرے باپ کی روح قبض کرے۔ یہ سنتے ہی جناب سیدہؑ رونے لگیں۔ پس حضرتؑ نے ملک الموت کو حاضر ہونے کی اجازت دی۔ جب ملک الموت حاضر خدمت باسعادت رسول خدا ہوئے۔ اس وقت بعد تسلیم کے عرض کی۔

یا شفیع المذنبین رب العالمین نے بعد تحفہ سلام کے ارشاد فرمایا ہے کہ یا حبیب تجھے اختیار ہے اگر ملاقات ہماری منظور ہے تو اپنی موت پر راضی ہو کہ تمام حور و غلمان اور جنت رضوان تیری ملاقات کے مشتاق ہیں اگر ابھی موت اپنی منظور نہ ہو تو جب تک جی چاہے دنیا میں رہو۔ ہمیں ہر صورت آپ کی خوشی منظور ہے جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا اے ملک الموت میں چاہتا ہوں مجھے اتنی مہلت دو کہ جبرائیل آمینؑ میرے پاس آئیں اور میں کچھ خوشخبری ان سے سن لوں ملک الموت نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں آپ کے فرمان کے تابع ہوں۔

منقول ہے کہ اسی اثنا میں جبرائیل بھی حاضر خدمت باسعادت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ خوش خبری ہو آپ کو کہ حق سبحانہ تعالیٰ اور تمام فرشتہائے مقرب اور حاملان عرش اور حوران بہشت اور رضوان جنت مشتاق ملاقات ہیں۔ اور تمام جنت کی آپ کے لیے زینت کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے حبیب خوش ہو کہ تیری امت کو ہم اس قدر بخشیں گے جس میں تیری رضا و خوشنودی ہو گی اور نعمت ہائے اخروی ہم اس قدر تجھے عطا کریں گے کہ ہم نے اس قدر نعمتیں کسی کو عطا نہیں کی ہیں۔ یہ خوشخبری سن نہایت ہی مسرور ہوئے اور ملک الموت سے فرمایا یا عزرائیل اب اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لاؤ۔ یہ سنتے ہی

جبرائیلؑ اور میکائیلؑ نے گریہ شروع کیا اور صدا وا محمدؐ کی بلند کی اور ملک الموت سامنے روئے مبارک کے بیٹھے تاکہ روح اقدس کو قبض کریں اور اس مصیبت عظیم پر روتے جاتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت علی ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ زیر رخسار مبارک تھا کہ دفعتہً روح اقدس نے مثل بوئے گل جنت کی طرف انتقال فرمایا اور ساتھ ہی اس کے جناب امیر علیہ السلام رونے لگے اور صدائے وا محمدؐاہ وا رسول اللہ بلند کی اور باآواز بلند روتے تھے اور کہتے تھے کہ اے سردار انبیاء افسوس ہے کہ بعد آپ کے میں تنہا رہ گیا۔ اب تمام دنیا میری نظر میں تیرہ و تاریک ہو گئی اور اس وقت تمام اہل بیت گرد حضرت کے روتے تھے اور پیٹتے تھے۔ خصوصاً جناب سیدہؑ نے جب یہ حال اپنے باپ کا دیکھا ایک آہ سرد کی اور ہائے بابا کہا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں غرضیکہ خانہ رسول خدا میں ایک قیامت بپا تھی اس وقت نظر اہل بیت میں تمام عالم تیرہ و تاریک ہو گیا۔

بصائر میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ جب آنحضورؐ اس دارفانی سے رحلت فرما چکے اور حضرت علیؑ غسل میں مصروف ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ جبرائیل تمام ملائکہ کے ہمراہ غسل میں آپ کا تعاون کر رہا ہے اور کچھ ملائکہ نبی کونین کا مزار تیار کر رہے ہیں۔ بخدا! ملائکہ کے سوا کسی نے مزار رسولؐ کھودنے کی خاطر مٹھی بھر مٹی بھی نہیں اٹھائی۔ حضرت علیؑ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت علیؑ رسولؐ عالمین کو قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں اترے تو جبرائیل آپ کے ساتھ اترا۔ حضرت علیؑ کی شہادت پر جناب حسنینؑ نے ملائکہ کو قبر کھودتے دیکھا۔ ملائکہ کے ساتھ رسولؐ کونین بھی شامل تھے۔ امام حسنؑ کی شہادت پر امام حسینؑ نے ملائکہ کے ساتھ نبی کریمؐ اور حضرت علیؑ کو دیکھا۔ امام حسینؑ کی شہادت پر امام سجادؑ نے سلطان کائنات حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کو ملائکہ کے ساتھ دیکھا۔ یہ سلسلہ ہر امام کی شہادت تک چلتا رہا بالآخر حضرت حجتؑ کی شہادت پر بھی اسی طرح ہو گا۔

بصائر میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ جس رات رحمت اللعالمین کی

وفات ہوئی وہ رات آل محمدؐ کے لیے زمانہ کی طویل ترین رات تھی۔ اہل بیت کے سوا فرش عزا پر بیٹھنے والا کوئی نہ تھا۔ اس پریشانی اور تنہائی کے عالم میں آل محمدؐ نے ایک آواز سنی صاحب آواز نظر نہ آیا۔ آواز یہ تھی۔ اے اہل بیت میری طرف سے آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ہر مصیبت سے نجات اللہ کے پاس ہے۔ اللہ ہی بہترین تعزیت کرنے والا ہے..... اللہ ہی آفات کا تدارک فرماتا ہے۔

کل نفس ذائقہ الموت آپ کو اس مصیبت اور اس کے بعد آنے والے مصائب کا اجر تو اللہ کے ہاں سے آخرت ہی میں ملے گا..... وہی خوش نصیب ہے جو آتش جہنم سے بچ گیا..... دنیا کی یہ زندگی چند دنوں سے زیادہ نہیں ہوتی..... اللہ نے آپ کو چنا ہے..... اللہ نے آپ کو افضل کائنات قرار دیا ہے۔ ..... اللہ نے آپ کو اہل بیت نبیؐ بنایا ہے۔ اللہ کی طرف سے آپ ہی علم نبی کے وارث ہیں...... آپ ہی منجانب اللہ وارث کتاب ہیں.... آپ ہی علم نبی کا معدن اور عظمت نبی کی علامت ہیں..... اللہ نے تمہیں اپنے نور سے مثال دی ہے۔ ...... اللہ نے آپ کو ہر لغزش سے محفوظ رکھا ہے...... اللہ نے آپ کو فتنہ پردازی سے محفوظ رکھا ہے..... اللہ کی دی ہوئی اس مصیبت پر صبر کرو..... اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال رہے گی۔ نعمات خداوندی تمہارے ساتھ ہیں..... آپ اہل اللہ ہیں...... آپ کی بدولت اتمام نعمت ہوا ہے..... آپ اولیائے خدا ہیں۔ ..... جس نے آپ سے تولّی کیا کامیاب ہو گا..... جس نے آپ کا حق لوٹا رسوا ہوا..... آپ کی اطاعت اللہ کی طرف سے کتاب خدا میں امت پر واجب ہے.... جب بھی مشیت الہیہ کا تقاضا ہو گا۔ وہ تمہاری نصرت کرے گا۔ وہ ہر وقت تمہاری نصرت پر قادر ہے...... آنے والے حادثات میں صبر کرنا ہر معاملہ کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے..... آپ رحمت عالمؐ کی طرف سے اللہ کے پاس امانت ہیں..... اللہ نے آپ کو آنحضور کے مومن اولیاء کے سپرد فرمایا ہے...... جس نے امانت ادا کر دی اللہ اسے جزا دے گا..... آپ روئے ارض پر امانت

ہیں۔ آپ کی مودت واجب ہے اور اطاعت فرض ہے۔...... آنحضورؐ رحلت فرما چکے ہیں...... ان کا دین کامل آپ کے پاس ہے..... کسی جاہل کے لیے کوئی عذر باقی نہیں...... جو جاہل رہے گا یا تجاہل کرے گا.... یا بھول جائے گا...... یا بھولنے کا ڈرامہ کرے گا یا تمہارا منکر ہو گا۔ اس کا محاسبہ اللہ کے ذمہ ہے.... میں بھی اس تعزیت کے بعد آپ کو سپرد خدا کرتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ'

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا یہ حضرت خضر تھے جو ہماری تعزیت کو آئے تھے۔ ابن بابویہؒ نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت بستر بیماری پر لیٹے۔ اور اصحاب گرد جمع ہوئے۔ اسوقت عمار بن یاسر اٹھے اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یا حضرت آپ بجوار رحمت پروردگار واصل ہوں۔ کون ہم سے آپ کو غسل دے حضرت نے فرمایا مجھے علیؑ غسل دے گا۔ کیونکہ جس عضو کے دھونے کا قصد کرے گا۔ ملائکہ اس کے اٹھانے کا مقصد کریں گے۔ پھر عمار بن یاسر نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ہم سے آپ پر پہلے کون نماز پڑھے گا۔ حضرت نے فرمایا خدا رحمت کرے چپ رہو۔ پس جناب امیرؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے علیؑ جب دیکھنا کہ روح نے میرے بدن سے مفارقت کی۔ مجھے غسل دینا۔ اور اچھی طرح غسل دینا اور ان دو کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں مجھے کفن کرنا۔

پاجامہ سفید مصری اور چادر یمنی میں مجھے کفن کرنا۔ اور کفن میرا بہت گراں نہ کرنا۔ اور مجھے اٹھا کر نزدیک قبر رکھ دینا۔ پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا۔ وہ خداوند جبار ہے۔ کہ عرش عظمت و جلال پر مجھ پر صلوات بھیجے گا۔ بعد ازاں جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ ہمراہ لشکر ہائے ملائکہ کہ ان کی گنتی بغیر پروردگار کوئی نہیں جانتا۔ مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ بعد ان کے وہ ملائکہ نماز پڑھیں گے۔ جو عرش الٰہی کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ان کے بعد ساکنان آسمان ایک دوسرے کے بعد مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ اس کے بعد جمیع اہل بیتؑ میرے اور بیبیاں میری بحسب مراتب اشارہ اور سلام مجھ پر کریں گے۔ شیخ طوسیؒ نے بسند معتبر

روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے دنیا سے رحلت کی۔ ایک پردہ حضرتؐ کے سامنے ڈال دیا۔ اور جناب امیرؑ پردہ کے آگے بیٹھے تھے۔ اور شدت اندوہ سے اپنے دونوں ہاتھ روئے مبارک کے نیچے رکھے تھے۔ اور جب ہوا چلتی تھی۔ پردہ روح مبارک پر لگتا تھا۔ اور اصحاب دروازے پر اور مسجد میں بھرے ہوئے تھے۔ اور صدا ہائے نالہ و زاری بلند تھی۔ روتے اور خاک اڑاتے تھے۔ ناگاہ ایک آواز حضرتؐ کے گھر سے بلند ہوئی کہ کہنے والے کو نہ دیکھتے تھے۔ وہ شخص کہتا تھا۔ تمہارا پیغمبر طاہر و مطاہر تھا۔ دفن کر دو اور غسل نہ دو۔ جب امیرؑ نے یہ آواز سنی اور فوراً" امام سمجھ گئے کہ یہ آواز شیطان کی ہے۔ فتنہ انگیزی سے خائف ہو کر سرزانوئے اندوہ سے اٹھایا اور فرمایا۔ اے دشمن خدا دور ہو۔ حضرت نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کو غسل و کفن دوں اور دفن کروں اور یہ سنت تاقیامت سب لوگوں کے لیے جاری رہے گی۔

رحلت رسول خدا اللہ تعالٰی نے جبرئیلؑ کو جناب سیدہؑ کے پاس بھیجا کہ باتیں کریں اور شدت اندوہ غم جناب سیدہ کو تسکین کریں۔ چنانچہ ہر روز جبرئیل آتے اور دلجوئی و تسکین جناب فاطمہؑ کی فرماتے اور بعد ان کے ان کی ذریت طاہرہ پر جو جو مصیبتیں دشمن گزاریں گے اس کا ذکر کرتے تھے اور جو کچھ ان کے دشمنوں پر عذاب ہو گا۔ اور جو کوئی اس امت پر سلطنت یا دولت بحق باطل کرے گا۔ ان سب کا حال بیان کرتے تھے۔

جب جناب سیدہؑ نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی۔ جناب امیرؑ سے کہا کوئی شخص آتا ہے۔ اور اس طرح خبریں سناتا ہے۔ مجھ سے جناب امیرؑ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ جب تمہارے پاس وہ آئے مجھے خبر کرنا۔ پس جس وقت جبرائیلؑ آتے۔ جناب فاطمہؑ حضرت امیرالمومنینؑ کو خبر کرتی تھی۔ اور جو کچھ جبرائیلؑ کہتے جناب امیرؑ لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک کتاب جمع ہو گئی اور وہ مصحف فاطمہؑ ہے کہ اس میں احوال آئندہ تا روز قیامت مندرج ہیں۔ اور وہ کتاب اب حضرت قائم آل محمدؑ کے پاس ہے اور حضرتؑ نے فرمایا۔ جناب فاطمہؑ بعد رحلت رسول خدا پچھتر ۷۵

دن زندہ رہیں۔ اور ہمیشہ محزون و غمگین رہیں۔ یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملحق ہو گئیں۔

اہل سنت کی نظر میں علیؑ اور قرآن

اہل سنت کی مشہور کتاب صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یا ایھا الذین امنوا کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔ علیؑ اس خطاب کے امیر اور شریف ہیں۔ خدا تعالیٰ نے رسول خداؐ کے اصحاب پر بعض مقام میں عتاب کیا ہے۔ مگر علیؑ کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا ہے۔

صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں۔ جس قدر آیتیں جناب علیؑ کی شان میں نازل ہوئیں ہیں۔ اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔ اہل سنت کی مشہور کتاب ارجح المطالب میں جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن چار حصوں میں نازل ہوا۔ اس کا ایک ربع (1/4) چوتھائی ہماری شان میں نازل ہوا۔ (1/4) حصہ ہمارے دشمنوں کی مذمت میں نازل۔ (1/4) حصے میں قصص اور امثال ہیں۔ اور ایک ربع میں احکام ہیں۔ اور ہماری شان میں قرآن مجید کی بزرگ آیتیں ہیں۔ ابوبکر بن مردویہ اہل سنت کے مشہور عالم لکھتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے حق میں ستر (۷۰) آیتیں نازل ہوئیں۔

اہلسنّت کی اکثر کتابوں میں حضرت ابن عباس کی روایت موجود ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال نزلت فی علی ثلمثائتہ (اخرجہ ابن عساکر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ یہ روایت ارجح المطالب میں بھی موجود ہے ہم صرف چند ایک قرآنی آیات اہلسنّت کی کتابوں سے نقل کر رہے ہیں جو انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کی شان میں بیان کی ہیں۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطھرکم تطھیرا (سورہ احزاب) ترجمہ۔ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور کرے تم سے نجاست کو اے گھر والوں اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں۔ ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ صبح کو ایک سیاہ بالوں کی گلیم منقش اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے پس جناب امام حسنؑ بن علیؑ آئے۔ حضرت نے ان کو اس میں داخل کر لیا۔ پھر جناب امام حسینؑ آئے اور انکو بھی آپ نے داخل کر لیا۔ پھر جناب فاطمہؑ آئیں حضرت نے ان کو بھی لے لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی نہیں چاہتا ہے اللہ، مگر یہ کہ دور لے جائے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔ (درالمنشور)

ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق یہ آیت کہ (نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور لے جائے تم میں سے نجاست کو اے گھر والوں اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا) میرے گھر میں نازل ہوئی ہے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ اور گھر میں جناب رسول خداؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ تھے۔ حضرت نے ان کو چادر اوڑھا کر فرمایا اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں۔ اور میرے مددگار ہیں۔ ان سے نجاست کو دور کر اور ان کو پاک کر خوب پاک کرنا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تم بہتری پر ہو۔ (درالمنشور)

سعدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ پر جب یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت نے علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹوں کو اپنی چادر اوڑھا کر فرمایا اے میرے پروردگار یہ ہی میرے اہل اور میرے گھر کے لوگ ہیں۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب امیرؑ کا نکاح جناب سیدہؑ سے ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ چالیس روز تک برابر صبح کو جناب سیدہؑ کے دروازے پر تشریف لا کر فرماتے رہے۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ نماز کا وقت ہے۔ خدا تم پر رحم کرے نہیں چاہتا اللہ مگر یہ کہ لیجائے تم سے نجاست کو اے گھر والوں پاک کرے تم کو خوب پاک کرے۔ میں جنگ کرنے والا ہوں اس سے جو تم سے جنگ کرے اور صلح کرنے والا ہوں اس سے جو تم سے صلح کرے (فی الدر منثور)

تفسیرہ الدر المنشور میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آیت تطہیر پنجتن پاک یعنی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب علیؑ اور جناب سیدہ فاطمہؑ الزہرہ سلام اللہ علیہا اور جناب امام حسن علیہ السلام اور جناب امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابن جریر نے اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ ابوسعید حذری سے مروی ہے کہ جناب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت پانچ ہستیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی میرے، علیؑ" فاطمہؑ اور حسنینؑ کے۔ جناب امام حسنؑ سے منقول ہے کہ وہ اہلبیت ہم لوگ ہیں۔ جن کے حق میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ ترجمہ۔ اے محمدؐ کہہ جھگڑے والوں سے آؤ بلا لیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اور اللہ کی پس لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔ سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے جب کہ (اے محمدؐ کہہ جھگڑنے والوں سے آؤ بلا دیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اللہ کی پس لعنت ڈالیں جھوٹوں پر نازل ہوئی جناب رسول خداؐ نے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ کو بلا کر کہا اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (والنسائی فی الخصائص) جابرؓ سے روایت ہے کہ انفسنا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب علیؑ اور ابنائنا سے مراد حسنؑ اور حسینؑ اور نسائنا سے مراد جناب سیدہؑ ہیں۔

قل لا اسالکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی (سورہ حٰم)

ترجمہ۔ اے محمدؐ تو اپنی قوم سے کہہ دے کہ میں تم سے اس ہدایت کے بدلے کچھ اجرت نہیں طلب کرتا ہوں مگر قرابت والوں کی محبت۔

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے تو اے محمدؐ کہ میں تم سے اس ہدایت کے بدلے کچھ اجرت نہیں طلب کرتا ہوں۔ مگر قرابت والوں کی محبت) لوگوں نے عرض کیا کہ جن لوگوں کی

محبت کے لیے خدا نے ہمیں حکم کیا ہے۔ وہ کون ہیں آنحضرت نے فرمایا علیؑ اور فاطمہؑ اور ان دونوں کے بیٹے۔

و قفوھم انھم مسئولون (سورۃ والصف)

ترجمہ۔ اور کھڑا کرو ان کو تحقیق ان سے پوچھنا ہے۔ ابو سعیدؓ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کریمہ کے متعلق کہ "اور کھڑا کرو ان کو تحقیق ان سے پوچھنا ہے قیامت کے دن علیؑ کی ولایت سے"

انما انت منذر ولکل قوم ھاد (سورۃ رعد)

ترجمہ۔ اس کے سوا انہیں کہ تو اے محمدؐ ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک راہ دکھانے والا ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ ہادی ہیں اور آپ نے جناب علیؑ کی طرف دست مبارک سے اشارہ فرمایا اور کہا یا علیؑ ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پاویں گے۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا (سورۃ الدھر)

ترجمہ۔ اور کھلاتے ہیں کھانا اپنی محبت پر فقیروں کو اور یتیموں کو اور قیدیوں کو۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ نے ایک دفعہ رات بھر محنت کی۔ جب صبح ہوئی تو ان کو اجرت میں جو دستیاب ہوا۔ آپ نے ان کو لے کر پیسا اور اس کی ایک تہائی کا پتلا سا حریرہ گھی کے بغیر پکوایا۔ جب پک چکا ایک مسکین نے آ کر سوال کیا۔ جناب امیرؑ نے وہ سارا اس کو کھلا دیا۔ پھر دوسری تہائی کو پکوایا۔ جب وہ بھی تیار ہوا ایک یتیم نے آ کر سوال کیا آپ نے وہ سارا بھی اس کو کھلا دیا۔ پھر تیسری تہائی کو پکوایا اس پکنے پر مشرکوں کے ایک قیدی نے آ کر سوال کیا۔ آپ نے وہ سارا اس کو بھی کھلا دیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی یہ قول حسن اور قتادہ کا ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں وہ قیدی اہل قبلہ میں سے تھا۔

(اخرجہ الولہدے)

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حسنین علیہما السلام بیمار ہو گئے۔ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور فضہؑ ان کی کنیز نے ان کی تندرستی کے لیے تین تین روزے رکھنے کی نذرمانی پس جب وہ دونوں شہزادے صحت یاب ہو گئے۔ تو سب نے مل کر روزے رکھے ان کے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں تھا۔ جو افطار کے لیے کام آتا۔ جناب امیرؑ نے شمعون خیبری یہودی سے جو کے تین پیمانے قرض لیے اس میں سے ایک پیمانے کو جناب سیدہ علیہما السلام نے پیس کر پانچ روٹیاں ان کی تعداد کے موافق پکائیں۔ جب افطار کے لیے ان کے آگے رکھیں ایک سائل نے آکر صدا کی۔ السلام علیکم اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان مساکین میں سے ایک مسکین ہوں۔ مجھے کچھ کھلاؤ۔ خدا تم کو جنت کی نعمتوں سے میسر کرے۔ سب نے اپنا کھانا اسے بخش دیا۔ اور پانی سے افطار کر کے سو رہے۔ اور پھر دن بھر روزہ رکھا۔ جب رات ہوئی اور افطار کے لیے کھانا پکایا گیا۔ ایک سائل نے آکر آواز دی میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا اسے دے دیا۔ اور پانی سے افطار کر کے سو رہے۔ پس اسی طرح سے تیسرے روز کی افطاری ایک قیدی کو بخش دی۔

صبح کو جناب امیرؑ حسنین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں لے گئے وہ دونوں صاحب زادے مرغ کے چوزہ کی طرح کانپ رہے تھے۔ حضرتؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ ان کی یہ کیا حالت ہے۔ جس سے مجھے رنج پیدا ہو رہا ہے۔ پھر آپ جناب امیرؑ کے گھر میں تشریف لے گئے۔ جناب سیدہ علیہا السلام کو محراب میں دیکھا کہ ان کا پیٹ کمر سے لگا ہوا ہے۔ اور ان کی آنکھوں میں ضعف سے حلقے پڑے ہوئے ہیں حضرت کو یہ دیکھ کر نہایت ملال ہوا اتنے میں جناب جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمدؐ یہ لیجیئے خدا تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت کی نسبت تہنیت دیتا ہے۔ اور یہ آیت کریمہ پڑھی۔ (اور کھلاتے ہیں کھانا اپنی محبت پر فقیروں اور یتیموں اور

قیدیوں کو)

من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین و الشہداء والصالحین و حسن اولیک و رفیقا (سورۃ النساء)

ترجمہ۔ جو لوگ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔ جن پر کہ اللہ تعالٰی نے انعام کیا ہے۔ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور ان کی رفاقت اچھی ہے۔

ابن عباسؓ اس آیت من یطع اللہ والرسول کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہو سکتا ہے کہ ہم جنت میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ جس طرح کہ دنیا میں مشرف ہوتے ہیں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ ہر ایک نبی کے لیے اس کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اس نبی کی امت میں سے سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا ہے۔ پس یہ آیت شریف نازل ہوئی کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر کہ خدا تعالٰی نے انعام کیا ہے۔ پس جناب رسول خداؐ نے جناب امیرؑ کو بلوا کر فرمایا۔ اللہ سبحانہ و تعالٰی نے یا علیؑ تیرے سوال کا جواب نازل کیا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تو سب سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اور تو صدیق اکبر ہے۔ (تفسیر ابن الحجام)

والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ہم المتقون (سورۃ دھر)

ترجمہ۔ اور وہ شخص کہ آیا ساتھ سچ کے اور وہ جس نے کہ تصدیق کی اس کی وہی لوگ رستگار ہیں۔

(اخرجہ ابن عساکر والحافظ ابونعیم فی الحلیتہ و الفضیہ ابن للفازلی فی المناقب مجاھد رحمتہ اللہ علیہ) اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص کہ آیا ساتھ سچ کے وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور جس نے کہ تصدیق کی اس کی۔ وہ جناب علیؑ ابن ابی طالب

ہیں۔

یا ایھا الذین امنو اتقواللہ و کونوا مع الصٰد قین۔ (سورہ التوبہ)

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو کہ ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(فی الدرالمنشور میں ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں کہ ہو جاؤ ساتھ صادقوں کے) کہتے ہیں کہ ساتھ علیؑ کے کیونکہ وہ صادقوں کے سردار ہیں۔

شیعان علی کا مقام اہل سنت کی زبانی

۱۔ رسول خداؐ نے فرمایا جو چاہے کہ اس کی زندگی اور موت میرے جیسی ہو اور آخرت میں داخل جنت ہو اسے چاہیے علی سے محبت کرے۔ (مودۃ القربیٰ)

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا اگر سب لوگ محبت علی پر جمع ہو جاتے تو خدا دوزخ کو نہ پیدا کرتا (مناقب خوارزمی)

۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا لوگو اگاہ ہو جو محبت آل محمد پر مرے گا وہ شہید مرے گا۔ اس کی توبہ قبول ہوئی۔ اس کے ساری گناہ بخش دیے جائیں گے کامل ایمان ہو گا ملک الموت نکیرین کی بشارت دیں جنت میں اس طرح فرشتے لے جائیں گے جس طرح لوگ دلہن کو گھر لے جاتے ہیں۔ خدا اس کی قبر ہی میں جنت کی طرف دروازہ کھول دے گا اس کی قبر کو ملائکہ کی زیارت گاہ بنائے گا۔ (زائد السمطین)

۴۔ رسول خداؐ نے فرمایا اے علی تیرے دوست سب سے پہلے جنت میں جائیں گے خوشی اس کے لیے ہے جو تیرا دوست ہو۔

۵۔ رسول خدا نے فرمایا جو علی کو دوست رکھے گا وہ مجھے دوست رکھے گا اور جو علیؑ سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔

۶۔ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ کے حضور میں حاضر تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد کیا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ پس وہی قیامت کے روز جنت کے رفیع درجوں تک پہنچنے والے ہیں اور اسی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ترجمہ "وہ لوگ جو کہ ایمان لائے ہیں نیک کام کرتے ہیں وہی لوگ سب خلقت سے اچھے ہیں" (اخرج بن عساکروا الخوارزمی والسیوطی فی الدر المنثور)

۷۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ترجمہ "بہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کیے ہیں اچھے وہی لوگ اور وہی لوگ تم اور

تمہارے شیعہ ہیں قیامت کے روز خوش اور خوشنود کیے گئے" (فی الدر المنثور)

۷- جناب امیر علی السلام سے مروی ہے کہ مجھ سے جناب پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا ہے کہ کیا تو نے خدا تعالیٰ کے فرمان کو نہیں سنا ہے کہ بہ تحقیق وہ لوگ ایمان لائے اور کام کیے ہیں اچھے وہی لوگ ہیں سب خلقت سے بہتر وہ لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں میرا اور تمہارا وعدہ اگاہ حوض کوثر ہے جب قیامت کے دن تمام لوگ حاضر ہوں گے تو تم سفید منہ اور نورانی ہاتھ اور پاؤں والے پکارے جاؤ گے۔

۸- عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں جناب سرور کائنات ﷺ کے حضور میں بیٹھا ہوا تھا تمام مہاجر اور انصار بھی موجود تھے سوا ان لوگوں کے جو لشکر میں موجود تھے۔ اتنے میں جناب امیر پیادہ پا آتے ہوئے نظر آئے ان کے چہرے سے غضب کے آثار نمایاں تھے حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اسے غضب دلایا اس نے مجھے غضب دلایا ہے۔ جناب امیر آ کر بیٹھ گئے حضرت نے ان سے پوچھا یا علیؑ تمہیں کیا ہوا ہے جناب علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ کے حضور بنی اعمام نے مجھے تکلیف دی۔ حضرت نے فرمایا یا علیؑ تو راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں چلے اور حسنین اور ہماری ذریت پس پشت اور ہمارے شیعہ دائیں بائیں ہوں۔ (الطبری فی الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ)

۹- عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب سرور انبیا علیہ التحیہ والثنا نے ارشاد کیا کہ اس امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور پھر حضرت امیر کی طرف ملتفت ہو کر فرمانے لگے وہ تیرے شیعہ ہیں اور تو ان کے آگے ہو گا۔ (فضائل علی و البتول والحسین ارجح المطالب)

۱۰- جناب امیر علیہ السلام سے مروی آنحضرت نے مجھ سے ارشاد کیا کہ یا علیؑ بہ تحقیق کہ خدا تعالیٰ نے تجھے اور تیری ذریت کو اور تیری اولاد کو اور تیرے اہل کو اور تیرے شیعوں کو اور تیرے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے پس تو خوش ہو کہ توانزع اور یطین ہے۔ (ابن اسیوع لاند لسحانی الشفاوا بوسعید)

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب سیدالمرسلین علیہ السلام نے فرمایا جناب امیر سے کہ یا علیؑ تم کل قیامت کو سب خلقت سے زیادہ میرے قریب اور حوض پر میرے خلیفہ ہو گے اور تمہارے شیعہ نور کے منبروں پر سفید منہ والے میرے ارد گرد ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا وہ جنت میں میرے ہمسایہ ہوں گے۔ میں ان کی شفاعت کروں گا۔

۱۱۔ ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ علیہما السلام جناب امیر حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ آنحضورﷺ کے حضور تشریف لائیں۔ حضرت نے ان کی طرف سر اقدس اٹھا کر ارشاد کیا یا علیؑ خوش ہو تو اور تیرے شیعہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (مناقب الصحابہ)

۱۲۔ رسول خداﷺ نے فرمایا علیؑ کا دوست جنت میں میرے درجے میں ہو گا (شرح شفا)

۱۳۔ رسول خداﷺ نے فرمایا اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ جنت میں یوں پہنچیں گے کہ خدا ان سے راضی ہو گا اور وہ سب خدا سے راضی ہوں گے۔

دشمن علیؑ اہل سنت کی نظر میں

۱۔ رسول خدا نے فرمایا جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا جس نے مجھے چھوڑا اس نے خدا کو چھوڑا (وسیلتہ النجاۃ)

۲۔ رسول خدا نے فرمایا جس نے علیؑ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہے (روائح المصطفٰی)

۳۔ اے علیؑ تمہارا دوست میرا دوست میرا دوست خدا کا دوست تمہارا دشمن میرا دشمن میرا دشمن خدا کا دشمن وائے ہو اس پر جو میرے بعد تم سے عداوت کرے۔ (تذکرہ خواص الامت)

۴۔ رسول خدا نے فرمایا جس نے علیؑ کو اس کے رتبہ سے گھٹایا اس نے میرا رتبہ گھٹایا (کنزالعمال)

۵۔ رسول خدا نے فرمایا جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی (مسند احمد بن حنبل)

۶۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں رسول خدا فرمایا کرتے تھے جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔(مستدرک حاکم)

۷۔ رسول خدا نے فرمایا یا علیؑ نہیں دوست رکھے گا تم کو مگر مومن نہیں بغض رکھے گا تم سے مگر منافق (مسند احمد بن حنبل)

۸۔ عہد رسول خدا میں بغض علی سے منافقین پہچانے جاتے تھے۔ (مشکواۃ المصابیح)

۹۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا محبت علیؑ ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی برائی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور بغض علیؑ ایسی برائی جس سے کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچا سکتی (مناقب خوارزمی)

۱۰۔ رسول خدا نے فرمایا اگر میرے امتی روزہ رکھتے رکھتے سوکھی ٹہنی کی طرح ہو جائیں۔ نماز پڑھتے پڑھتے لکڑی کی مثل ہو جائیں لیکن ان کے دل میں علی کا بغض ہو خدا ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں لٹکا دے گا۔ (ینابیع المودت)

۱۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جس کی موت بغض آل محمد پر ہو گی۔ اس کی پیشانی پر روز قیامت لکھا ہو گا یہ رحمت خدا سے دور ہے یاد رکھو جو بغض آل محمد سے مرے گا وہ کافر مرے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ (فرائد السمطین)

۱۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تیری محبت کا نام ایمان تیرے بغض کا نام نفاق ہے جنت میں سب سے پہلے تیرے دوست اور جہنم میں سب سے پہلے تیرے دشمن داخل ہوں گے خوشی اس لیے ہے جو تجھے دوست رکھتے ہوئے تیری تصدیق کرے افسوس اس کے لیے ہے جو تجھے تیرا دشمن بن کر جھٹلائے (طبری)

۱۳۔ رسول خدا نے فرمایا اے علیؑ تیرا دشمن جہالت کی موت مرتا ہے۔ اس کے اسلامی تمام اعمال رائیگاں ہو جاتے ہیں۔ (کنز العمال)

۱۴۔ عبادہ کہتے تھے ہم اپنی اولاد کی پہچان جب علیؑ سے کرتے تھے اور جس کسی میں بغض علیؑ پاتے اسے ولدالزنا سمجھتے تھے۔ (مناقب مغازلی)

۱۵۔ رسول خدا نے فرمایا اے علی حشر کے دن جب سب لوگ جمع ہوں گے تو میں اور تم عرش کے داہنی جانب ہوں گے اس وقت خدا مجھ سے اور تم سے کہے گا اپنے دشمنوں کو جہنم میں ڈال دو۔

۱۶۔ رسول خدا نے فرمایا علیؑ کو مجھ پر فضیلت نہ دو ورنہ مرتد ہو جاؤ گے اور علیؑ کی مخالفت بھی نہ کرو ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ (فضائل سمانی)

۱۷۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں پہلا شخص جو اپنے حق کی شکایت خدا سے کرے گا وہ میں ہوں گا۔ (بخاری المسلم)

اہل سنت کی کتابوں میں سے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ان ہی کی زبانی

۱۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ ناقل ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا نے مجھ سے کہا اے علیؑ تم میرے وصی ہو جو تم سے لڑا وہ مجھ سے لڑا جس نے تم سے صلح رکھی اس نے مجھ سے صلح رکھی۔ تم خود امام اور گیارہ اماموں کے باپ ہو سب کے سب طاہر اور معصوم ہونگے۔ آخری ان میں مہدی ہو گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ افسوس ان پر جو تم سے دشمنی رکھیں گے ان کا حشر تمہارے سامنے ہو گا اور تم جنت میں سب بلند مرتبہ درجوں میں میرے ساتھ ہو گے۔ تم ہی جنت و دوزخ تقسیم کرنے والے جنت میں اپنے دوستوں کو اور جہنم میں اپنے دشمنوں کو بھیجو گے۔ (مناقب)

۲۔ عبادہ بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؑ کو خود کہتے سنا کہ میں خدا کا بندہ رسول کا بھائی صدیق اکبر ہوں۔ اگر کوئی شخص اپنے کو یا کسی دوسرے کو صدیق کہے تو کاذب ہے۔ (طبری)

۳۔ حضرت علیؑ نے بزم شورہ میں احتجاج فرماتے ہوئے کہا لوگو میں تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول خدا کو آخری خطبہ میں کہتے ہوئے نہیں سنا کہ مسلمانو میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک خدا کی کتاب دوسرے اہل بیت تم سب ان دونوں سے متمسک رہنا تاکہ گمراہ نہ ہو اللہ نے مجھے خبر دی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے حوض کوثر تک جدا نہ ہونگے۔ یہ سن کر حضرت عمر کو غصہ بھی آگیا تھا اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ کے کل اہل بیت ہیں۔ رسول خدا نے جواب دیا نہیں بلکہ میرے وہ اوصیا جن میں پہلا علیؑ ہے جو میرا بھائی وصی وارث میری امت میں میرا خلیفہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے ان کے بعد میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ان کے بعد حسینؑ کی اولاد سے نو شخص یکے بعد

دیگرے یہ سب خدا کی مخلوقات پر اس کی محبت علم خدا کے خزانہ دار حکمت خدا کے معدن جس نے ان سب کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی جس نے ان سب کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی سب نے جواب دیا رسول خدا نے اسی طرح فرمایا تھا۔ (نوائد المطین)

۴۔ حضرت علیؑ نے مسجد کوفہ میں خطبہ ارشاد فرمایا میں نون و قلم ہوں میں تاریکیوں کو دور کرنے والا نور ہوں۔ میں فاروق اعظم ہوں۔ علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا معدن ہوں۔ میں نباء عظیم ہوں۔ میں صراط مستقیم ہوں۔ میں علوم انبیاء کا وراث ہوں۔ میں اسلام کا ستون ہوں۔ میں بتوں کا توڑنے والا ہوں۔ میں غمزدہ لوگوں کا مونس ہوں میں ہر فخر کا مالک ہوں میں صدیق اکبر ہوں میں امام محشر ہوں میں ساقی کوثر ہوں۔ میں فوج اسلام کا علمبردار ہوں۔ میں پوشیدہ چیزوں کے بھید کے جاننے والا ہوں میں مردوں سے بات چیت کرنے والا ہوں۔ میں لوگوں کی مشکلیں حل کرنے والا ہوں۔ میں شک و شبہ دور کرنے والا ہوں۔ میں امام محشر ہوں میں ساقی کوثر ہوں۔ میں آپنوں کا جمع کرنے والا ہوں۔ میں کلمات الٰہی کا حافظ ہوں۔ میں لڑائیوں کو فتح کرنے والا ہوں۔ میں صاحب معجزات ہوں میں خدا کی مضبوط رسی ہوں۔ میں قرآن کا حافظ ہوں۔ میں فیض کا بڑا چشمہ ہوں۔ میں سرداروں کا سردار ہوں۔ میں بڑے بڑے بہادروں کے غرور کا سر نیچا کرنے والا ہوں۔ میں لوائے حمد کا حامل ہوں۔ میں باغیوں کا قاتل ہوں۔ صاحب علم لدنی ہوں میں قاتل جن ہوں میں یعسوب الدین ہوں میں صالح المومنین ہوں میں امام المتقین ہوں میں پہلا صدیق ہوں میں فریادیوں کا مدد گار ہوں۔ میں امام المبین ہوں میں پہلا صدیق میں دوہری تلوار چلانے والا ہوں۔ میں دو نیزوں سے لڑنے والا ہوں۔ میں فاتح بدر و حنین ہوں۔ میں رسول کا بھائی ہوں۔ میں بیمار کی شفا ہوں میں باب خیبر اکھاڑنے والا ہوں میں لشکروں کا بھگانے والا ہوں میں عربوں کا سردار ہوں میں پیاسوں کو پانی پلانے والا ہوں میں بستر رسول پر سونے والا ہوں۔ میں گراں قدر جوہر ہوں۔ میں علم کے شہر کا دروازہ ہوں۔ میں حکمت کا کلمہ

ہوں۔ میں شریعت کا مقرر کرنے والا ہوں۔ میں کفر کو جڑ سے اکھاڑنے والا ہوں
میں اماموں کا باپ ہوں۔ میں فضیلتوں کا مرکز ہوں میں رسول کا خلیفہ ہوں۔ میں
جنب اللہ ہوں۔ میں وجہ اللہ ہوں۔ (توضیح الادلائل)

۵۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پر خدا کی حمد و ثنا
اور محمد آل محمد پر درود بھیج کر چند پیشین گوئیاں بیان فرمائیں۔ تو سوید بن نوفل
نے کہا اے امیرالمومنین یہ واقعات آپ کو کیسے معلوم ہوئے یہ سن کر آپ کو غصہ
آ گیا۔ فرمایا تجھ پر رونے والیاں روئیں کیا تو مجھے نہیں جانتا میں خدا کے رازوں
سے ایک راز ہوں۔ میں نور کا درخت ہوں۔ میں آسمان کا رہبر ہوں۔ میں لوحوں
کا محافظ ہوں۔ میں اندھیری راتوں کا قطب ہوں میں حجت خدا ہوں۔ میں مخلوق کا
رہنما ہوں۔ میں اولیا کا ولی ہوں۔ میں اسرار نبوت کا خزانہ ہوں۔ جو پوچھنا ہے
پوچھ لو قبل اس کی کہ مجھے نہ پاؤ۔ میں نے پردوں کو چاک کیا میں نے عجیب باتوں
کو ظاہر کیا۔ ہماری وجہ سے تم گمراہیوں سے نجات پا گئے۔

اہل سنت اور فضائل حضرت علی علیہ السلام

سرور کائنات نے جناب حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مراتب اس کثرت سے بیان فرمائے ہیں جن کا شمار بھی ناممکن ہے۔ آپ کے متعلق کثرت فضائل کا ہر فرقہ قائل ہے امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے جتنے فضائل حضرت علی علیہ السلام کے موجود ہیں کسی شخص کے نہیں ہیں قاضی اسماعیل نسائی ابو علی نیشا پوری نے لکھا ہے اصحاب رسول میں کسی کے فضائل میں اتنی صحیح حدیثیں موجود نہیں ہیں جتنی حضرت علیؑ کے متعلق موجود ہیں۔ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے چونکہ حضرت علیؑ کے بارے میں بہت اختلافات ہونے والے تھے اس لیے خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کے فضائل بہ کثرت بیان کریں تاکہ امت علیؑ سے روگردانی کر کے ضلالت میں نہ مبتلا ہو جائے۔ ایسی ذات کے فضائل کسی مختصر رسالہ میں لکھنا کہاں ممکن ہیں۔ خواجہ سبط ابن جوزی کہتے ہیں اور مناقب خوارزمی میں ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے کہا۔ سبحان اللہ علی علیہ السلام کے کتنے فضائل ہیں میرا خیال ہے کم از کم تین ہزار ہوں گے۔ ابن عباس نے جواب دیا۔ یہ کیوں نہیں کہتا کہ کم از کم تیس (۳۰) ہزار ہوں گے پھر ابن عباس کہنے لگے اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی ہو جائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی علیؑ کے فضائل کو احصیٰ نہیں کر سکیں گے۔ (ارجح المطالب)

(۱)۔ عالم نور عبداللہ بن عباس ناقل ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا میں اور علی ایک نور سے پیدا کیے گئے عرش کے داہنی جانب دونوں تسبیح و تقدس کرتے رہے جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو ہمارے نور کو اصلاب طاہرہ و ارحام مطہرہ کی طرف منتقل کیا یہاں تک کہ وہ نور صلب عبدالمطلب تک پہنچا پھر دو حصے کیے نصف عبداللہ کے صلب میں جس سے مجھے اور نصف علی کو پیدا کیا خدا نے اپنے نام سے ہمارے ناموں کو مشتق کر کے میرا نام محمد رکھا اس لیے کہ وہ محمود ہے میرے

بھائی کا نام علی رکھا اس لیے کہ وہ اعلیٰ ہے میری بیٹی کا نام فاطمہ رکھا۔

اس لیے کہ وہ فاطرالسموٰات ہے اور میرے فرزندوں کا نام حسن و حسین رکھا اس لیے کہ وہ قدیم بالاحسان ہے مجھے نبوت و رسالت کے لیے علیؑ کو خلافت و شجاعت کے لیے مخصوص کیا میں خدا کا رسول علیؑ خدا کی تلوار ہے۔

(۲)۔ عبداللہ بن عمر ناقل ہیں لوگوں نے رسول خدا سے دریافت کیا خدا نے آپ سے کس لہجہ میں گفتگو کی جواب دیا علیؑ کے لہجے میں میں نے پوچھا خداوندا مجھ سے تو باتیں کر رہا ہے یا علیؑ جواب دیا اے احمد نہ میں کسی شے کے مثل ہوں نہ کسی پر میرا قیاس ہو سکتا ہے جو میں کسی سے کلام کروں میں نے اپنے نور سے تجھے اور تیرے نور سے علیؑ کو پیدا کیا پھر تیرے دل میں علیؑ کی محبت سے زیادہ کسی کی محبت نہ پائی اس لیے اس موقع پر اس کے لہجہ میں باتیں کیں۔ (ینابیع المودت)

(۳)۔ ابوہریرہ ناقل ہیں رسول خدا نے فرمایا اللہ نے آدم کو پیدا کیا ان میں اپنی روح پھونکی آدم نے عرش کے داہنی جانب نظر کی تو پانچ نور نظر آئے جو سجدہ میں تھے آدم نے کہا خداوندا کیا مجھ سے پہلے بھی کسی کو مٹی سے پیدا کیا خدا نے جواب دیا نہیں آدم نے کہا پھر اپنی سی پانچ صورتیں کیسی دیکھ رہا ہوں۔ جواب ملا یہ پانچوں تمہاری اولاد سے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی نہ پیدا کرتا میں نے اپنے ناموں سے ان کے نام مشتق کیے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو کائنات کی کوئی چیز نہ پیدا کرتا میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو کوئی ان سے ذرا سی بھی دشمنی رکھے گا میں اسے جہنم میں بے پروائی کے ساتھ داخل کر دوں گا۔ اے آدم یہ لوگ میرے منتخب ہیں انہیں کی محبت سے نجات انہیں کی عداوت سے عذاب کروں گا جب تم کو کوئی ضرورت در پیش ہو انہیں کا واسطہ دے کر سوال کرنا اس کے بعد رسالت مآبؐ نے پھر فرمایا ہم نجات کی کشتی ہیں۔

جو تمسک کرے گا نجات پائے گا جو چھوڑ دے گا ہلاک ہو گا جسے بھی خدا کی درگاہ میں حاجت ہو ہمارے اہلبیت کے ذریعہ سوال کرے۔ (مناقب ابن معازلی)

(۱)۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے جنگ بدر کی رات رسول خدا نے فرمایا مجھے پانی کون پلائے گا لوگ تلاش کرنے گئے پانی نہ ملا تب میں مشکیزہ لے کر ایک گہرے اندھیرے کنویں میں اترا خدا نے فرشتوں کو حکم دیا جاؤ محمد اور ان کے لشکر کی مدد کرو یہ سب آسمان سے اترے ان کے پروں کی آواز اس طرح آ رہی تھی کہ سننے والا ڈر جائے پھر یہ سب کنویں کے پاس آئے تعظیم و اکرام کے ساتھ مجھے سلام کیا۔ (تذکرہ خواص الامت)

(۲)۔ حبشی بن جنادہ ناقل ہیں۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہے میں علیؑ سے ہوں میری اس امانت (رسالت) کو سوا علیؑ کے دوسرا کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

(۳)۔ موفق خوارزمی نے (۱) جابر (۲) عمار (۳) ابو ایوب جیسے معتبر اصحاب رسولؐ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسالت مابؐ نے فرمایا علیؑ کا مسلمانوں پر وہی حق ہے جو باپ کا بیٹوں پر ہوتا ہے۔

(۴)۔ ابن المغازلی نے لکھا ہے رسول خدا نے فرمایا اے علیؑ مسلمانوں پر تمہارا وہی حق ہے جو باپ کا حق اولاد پر ہوتا ہے۔ (نیا بیع المودت)

دنیا خود غور کرے جب ساری امت اولاد اور علیؑ باپ کے مرتبہ پر ہیں پھر اولاد کے لیے کب مناسب ہے کہ باپ کی حکومت سے انکار کرے ایسی اولاد ناخلف کہلاتی ہے۔

(۵)۔ امام احمد بن حنبل ناقل ہیں فرمایا رسول خدا نے علیؑ کی پانچ صفتیں دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ مجھے پسند ہیں۔

۱۔ قیامت میں علیؑ کا تکیہ مجھ پر ہو گا۔

۲۔ لواء حمد علی کے ہاتھ میں ہو گا جس کے نیچے کل بنی آدم ہوں گے۔

۳۔ کوثر کے کنارے پہچان پہچان کر علی پانی دے رہے ہوں گے۔

۴۔ وقت وفات میرا ستر ڈھانپ کر مجھے خدا کے سپرد کریں گے۔

۵۔ مجھے اطمینان ہے کہ علیؑ ایسے نیکوکار ہیں کہ میرے بعد برائی اور ایسے

ایماندار ہیں کہ میری وفات کے بعد کفر نہ کریں گے۔ ساری خلقت کا میدان حشر میں آپ کے جھنڈے کے نیچے ہونا آپ کی فضیلت کا واضح ثبوت ہے۔

(۶)۔ عبداللہ بن عباس ناقل ہیں میں نے رسول خدا کو کہتے سنا علیؑ حسنؑ حسینؑ کے نو فرزند طاہر و معصوم ہیں۔ (تذکرہ خواص الامت)

(۷)۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں تمام اصحاب سے زیادہ نسبت جاننے والے علی ہیں۔ (صواعق محرقہ)

(۸)۔ حضرت عمر نے کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ (تذکرہ خواص الامت)

(۹)۔ انس ناقل ہیں رسول خدا نے فرمایا میرا بھائی میرا وزیر میرا خلیفہ میرے بعد سب سے افضل علیؑ ہے وہ میرے بعد میری ذمے داریاں ادا اور میرے وعدے پورے کرے گا۔ (ینابیع المودت)

(۱۰)۔ رسول خداﷺ نے فرمایا جب میں شب معراج آسمان پر گیا اور انبیاء سابقین سے ملاقات ہوئی تو خدا نے وحی کی اے محمدؐ ان سے دریافت کرو تم سے خدا نے کیا معاہدہ لیا تھا میں نے پوچھا تو سب نے جواب دیا خدا نے ہمیں تین باتوں کے اقرار کا ذمے دار بنایا تھا۔

(i)۔ کوئی خدا نہیں سوا خدائے واحد کے۔

(ii)۔ محمدؐ خدا کے نبی ہیں۔

(iii)۔ علیؑ خدا کے ولی ہیں۔ (حافظ ابو نعیم)

(۱۱)۔ عبداللہ بن عباس ناقل ہیں رسالت مآب نے فرمایا جب میں آسمان پر پہنچا تو ایک ملک علیؑ کی صورت کا دیکھا میں سمجھا علیؑ ہیں اور پوچھا تم مجھ سے پہلے آ گئے جبرائیلؑ نے عرض کیا یہ علیؑ نہیں ہیں بلکہ علیؑ کی صورت کا ایک ملک ہے آسمانی فرشتے زیارت علیؑ کے مشتاق تھے اس لیے خدا سے سوال کیا علیؑ کی صورت کا ایک ملک پیدا کر دے تاکہ ہم اس کی زیارت کر لیا کریں۔ (مناقب)

(۱۲)۔ سعید بن جبیر ناقل ہیں لوگوں نے رسالت مآب صلعم سے دریافت کیا

وہ کلمات کیا تھے جن کی وجہ سے آدم کی توبہ قبول ہوئی فرمایا آدم نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی خداوند محمدؐ و علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کا واسطہ میری توبہ قبول فرما پس خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔

(۱۳)۔ آیت تطہیر جو تمام اہلبیت کی عصمت پر واضح دلیل قرآنی ہے اس میں حضرت علیؑ بھی شریک ہیں اس لیے وہ آپ کی عصمت پر بھی دلیل ہو گی (کتاب الفردوس)

(۱۴)۔ حضرت عمر اکثر کہا کرتے تھے ہم سب سے بہتر علی فیصلہ کرتے ہیں۔ (صواعق محرقہ)

(۱۵)۔ قرآن میں آیت مباہلہ اور رسول خدا کی بہت سی حدیثیں شاہد ہیں کہ علیؑ نفس رسول تھے چنانچہ مصنف ینابیع المودت نے ان حدیثوں کو جو حضرت علیؑ کے نفس رسول ہونے پر دلیل ہیں جمع کر کے مستقل باب لکھا ہے۔

الباب المصابح فی بیان ان علیما کرم اللہ وجد نفس رسول اللہ

معلوم ہوا آپ کا نفس رسول ہونا مسلم ہے اور یہ کھلی بات ہے کہ سننے اور نفس سے کا حکم ایک ہی ہوتا ہے جب علیؑ نفس رسولؐ کی ذات کا ہے یعنی فضیلت تمام عالم سے وہی حکم حضرت علیؑ کا بھی ہو گا یعنی آپ بھی مثل رسولؐ تمام عالم سے افضل ہوں گے۔

(۱۶)۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کے بارے میں چند لوگوں نے اختلاف کرنے کی کوشش کی ہے علماء کی ایک کثیر تعداد قائل ہے کہ علیؑ نے کبھی کفر و شرک نہیں کیا اس لیے یہ کہنا کہ وہ کسی خاص وقت اسلام لائے غلط ہے حضرت علیؑ بچپن ہی سے تمام اقوال و اعمال و افعال میں رسول خدا کے فرمانبردار تھے اسی حالت میں سن بلوغ کو پہنچے اسی وجہ سے خدا نے ان کو عصمت عطا کی اور ہر برائی سے بچایا کیونکہ انہوں نے اس کے محبوب کی اطاعت کی تھی۔ یہ دونوں یعنی رسالت مآب صلعم اور حضرت علیؑ اطاعت خدا پر مجبور نہ تھے بلکہ بلا جبر و اکراہ اپنے اختیار سے

خدا کی اطاعت و عبادت کی اور تمام ممنوعات سے پرہیز کیا۔ (مروج الذہب)

(۱۷)۔ ابو یعلی ناقل ہیں میں نے رسول خداؐ کو کہتے سنا جب تم میری امت میں فتنے اٹھتے دیکھنا تو علیؑ کو اپنا حاکم سمجھنا وہی سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے وہی قیامت میں سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کریں گے۔ وہی صدیق اکبر وہی فاروق امت وہی مومنین کا مولا ہے جس طرح منافقین کا مولا مال ہے۔ (اصابہ فی تمیز الصحابہ)

(۱۸)۔ ابوذر ناقل ہیں رسالت ماب صلعم نے فرمایا علیؑ میرا بھائی میرا داماد میرا قوت بازو ہے کوئی عبادت بغیر محبت علیؑ کے قبول نہیں ہوتی شب معراج میرا گزر ایک ملک کے پاس سے ہوا جو نور کے تخت پر بیٹھا ہاتھ میں لوح تھی جسے دیکھ رہا تھا میں نے اس سے زیادہ باجلالت فرشتہ نہیں دیکھا جبرائیلؑ سے پوچھا تو معلوم ہوا ملک الموت ہے میں نے سلام کیا تو ملک الموت نے جواب سلام دے کر کہا آپ کے چچا زاد بھائی علیؑ کہاں ہیں میں نے کہا کیا تم بھی علیؑ کو پہنچانتے ہو جواب دیا کیوں کر نہ پہچانتا خدا نے تمام مخلوقات کے قبض روح کو میرے سپرد کیا ہے علاوہ آپ اور آپ کے بھائی علیؑ کے ان دونوں کے قبض روح کو اپنی مشیت کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ (فضائل الصحابہ للسمعانی)

(۱۹)۔ عبایتہ بن ربعی ناقل ہیں جناب رسول خدا نے فرمایا میں نبیوں کا سردار ہوں اور علی وصیوں کا سردار ہے میرے وصی میرے بعد بارہ ہیں پہلا علیؑ اور آخری قائم آل محمدؐ (تذکرہ خواص الامت)

(۲۰)۔ ابو حمزہ ثمالی ناقل ہیں عبداللہ بن عمر نے امام زین العابدین سے کہا سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں یونسؑ کو شکم ماہی سے اس لیے نجات ملی کہ انہوں نے میرے دادا علیؑ کی ولایت قبول کر لی فرمایا ہاں ایسا ہی تھا عبداللہ نے کہا کیسے تسلیم کر لیں فرمایا میرے ساتھ چلو یہ کہہ کر باعجاز معہ عبداللہ سمندر کے کنارے آئے مچھلی کو آواز دی مچھلی نے سرپانی سے نکالا اور کہا لبیک لبیک یا ولی اللہ آپ نے فرمایا تو کون ہے اس نے جواب دیا وہی مچھلی جس کے پیٹ میں یونس پیغمبر تھے فرمایا قصہ

کیا تھا اس نے عرض کیا۔ اے میرے سردار خدا نے جس پیغمبر کو بھی مبعوث کیا اس نے علیؑ کی ولایت کا اقرار لے لیا جب یونس کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہوا تو یونس نے کہا خدایا جسے دیکھا نہیں اس کی ولایت کا کیسے اختیار کروں یہ کہہ کر دریا کے کنارے آئے خدا نے مجھے حکم دیا یونس کو نگل لے مگر نقصان نہ پہنچے میں نے فوراً نگل لیا چالیس دن یونس میرے بطن میں رہے آخر دعا کی

لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

میں نے ولایت علیؑ و اولاد علیؑ قبول کی جب آپ لوگوں کی ولایت کا اقرار کر لیا مجھے حکم ہوا میں نے ساحل پر اگل دیا۔ (ارجح المطالب)

(۲۱)۔ جبرائیلؑ امین رسالت مآب کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت علیؑ بھی آتے ہوئے نظر آئے۔ جبرائیلؑ نے ہنس کر کہا لیجیے علی بھی آ گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کیا آسمان والے بھی علیؑ کو پہچانتے ہیں جبرائیل نے عرض کی اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو نبوت دی اہل آسمان اہل زمین سے زیادہ علیؑ کو پہچانتے ہیں وقت فتح جنگ میں آپ جب نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے تو سارے فرشتے متابقت کرتے ہوئے اللہ اکبر کہتے۔ (مناقب)

(۲۲)۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا قیامت کے دن جب اولین و آخرین جمع ہونگے پل صراط قائم کیا جائے گا ایسا شخص وہاں سے نہ گزر سکے گا جس کے پاس علیؑ کا لکھا ہوا پروانہ ء راہداری نہ ہو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا شخص جنت نہ جا سکے گا جس کے پاس علیؑ کا لکھا ہوا پروانہ نہ ہو۔

(۲۳)۔ عبداللہ بن عمر ناقل ہیں رسالت مآب نے فرمایا جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا اور جس نے مجھے چھوڑا اس نے خدا کو چھوڑا۔ (وسیلہ النجات)

(۲۴)۔ رسالت مآب نے فرمایا چونکہ علیؑ کا خوف مشرکین پر چھا گیا اس لیے جنگ میں جتنے فرشتے میری مدد کے لیے آئے سب علیؑ کی صورت میں آتے اور بدر میں جس زخمی سے پوچھا جاتا تجھے کس نے زخمی کیا وہ علی کا نام لیتا تھا۔

(۲۵)۔ عبداللہ بن عمر ناقل ہیں رسول خدا نے فرمایا اے علیؑ قیامت کے دن نور

کا تخت ہو گا پھر آواز دی جائے گی محمدؐ کا وصی کون ہے تم جواب دو گے کہ میں یہاں ہوں۔ اس دن تمہارے سر پر نورانی تاج ہو گا جس کی روشنی سے اہل محشر کی نگاہیں چکا چوندھ کر رہی ہوں گی تم اس تخت پر بیٹھو گے۔ سارے اہل محشر دیکھ رہے ہوں گے پھر ندا آئے گی اے علیؑ اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کرو کیونکہ تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔ (مناقب خوارزمی)

(۲۶)۔ رسول خدا نے فرمایا خدا نے ہر نبی کے لیے ایک وصی پیدا کیا ہے آدم کے وصی شیث موسیٰ کے وصی یوشع اور عیسیٰ کے وصی شمعون تھے میرا وصی علیؑ ہے جو تمام اوصیاء سے افضل ہے میں دین کی طرف دعوت دیتا ہوں وہ ہدایت کی روشنی پہچانتا ہے۔ (مودۃ القربیٰ)

(۲۷)۔ عبداللہ بن سعد ناقل ہیں رسول خدا نے فرمایا علی مسلمانوں کا سردار پرہیزگاروں کا امام اور شریفوں کا حاکم ہے۔ (شریفوں پرہیزگاروں میں انبیاء بھی داخل ہیں) (فردوس الاخبار)

(۲۸)۔ حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت پانے کے بعد پہلے خطبے میں کہا کہ علیؑ کے ہوتے ہوئے میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔

(۲۹)۔ زید بن حارث کہتے ہیں رسول خدا نے جب پہلی بار انصار سے بیعت لی تو فرمایا میں تم سے وہی عہد لیتا ہوں جو خدا نے انبیاء سابقین سے لیا تھا یعنی تم میری حفاظت کرو مجھ سے وہ چیزیں دور رکھو جو اپنے نفس سے دور رکھتے ہو اور علیؑ کی اطاعت و حفاظت کرو کیونکہ وہ صدیق اکبر ہیں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تمہارے ایمان کو زیادہ مضبوط کرے گا۔ خدا نے موسیٰ کے لیے عصا ابراہیم کے لیے آگ گلزار ہونا عیسیٰ کے لیے کلمات جن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے معجزہ قرار دیا اور خدا نے میرا معجزہ علی کو قرار دیا ہر نبی کے لیے ایک آیت ہوتی ہے میری آیت علیؑ کو اور حسنینؑ کی نسل سے آئمہ کو قرار دیا یہ سب پاک و پاکیزہ ہوں گے۔ (ارجح المطالب)

(۳۰)۔ رسول خدا نے فرمایا ابراہیم نے دعا کی تھی خداوندا مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچالے وہ دعا میرے اور علی کے بارے تھی ہم دونوں دعائے ابراہیم ہیں اصلاب طاہرین سے ارحام مطہرات میں منتقل ہوتے رہے ہیں ہم نے جاہلیت کی نجاست مس نہیں ہوئی۔ (مناقب)

(۳۱)۔ سعید خدری کہا کرتے تھے ہم منافق کو علی کے بغض سے پہچان لیتے تھے عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں جب اس امت میں فتنے برپا ہوں تو سب کو چاہیے قرآن اور علیؑ کو پکڑے رہیں کیونکہ میں نے خود سنا ہے آنحضرت فرماتے تھے علیؑ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے ملیں گے علی اس امت کے فاروق ہیں جو حق و باطل میں فرق کریں گے۔ تمام مومنین کے سردار ہیں صدیق اکبر ہیں۔ ایسا دروازہ ہے جس میں داخل ہونے والا نجات پائے گا۔ (مناقب ابن مردویہ)

(۳۳)۔ ابن مسعود کہتے ہیں مدینہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی تھے۔ (مستدرک حاکم)

(۳۴)۔ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں جب کسی معتبر شخص کی زبانی یہ سنو کہ علی نے اس بارے میں یہ فتویٰ دیا ہے تو پھر کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے (صواعق محرقہ)

(۳۵)۔ آنحضرت صلعم کو فتح خیبر سے ایسی خوشی ہوئی کہ حضرت علیؑ کا استقبال کرنے اور آپ کو مبارکباد دینے کے لیے خیمہ سے باہر نکل کھڑے دوڑ کر آپ کو سینے سے لگایا آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا اے علی تمہارا قابل رشک کارنامہ اور نہ بھولنے والا احسان مجھ تک پہنچا خدا نے تمہاری اس خدمت کو پسند کیا اور میں تم سے راضی ہوں یہ سن کر جناب امیرؑ رونے لگے آنحضرت نے پوچھا یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا عرض کی خوشی کا اور میں کیوں نہ خوش ہوں جو آپ مجھ سے راضی ہوئے آنحضرت نے فرمایا تنہا میں نہیں بلکہ خدا جبرائیل اور میکائیل سب فرشتے راضی ہیں۔ (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۶)

(۳۶)۔ بکثرت علماء نے لکھا ہے کہ فتح خیبر کے بعد آنحضرت نے جناب امیرؑ سے فرمایا اے علی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تمہارے بارے میں میری امت کے لوگ وہی کہنے لگیں گے جو حضرت عیسیٰ کے بارے عیسائی کہتے ہیں تو یقیناً" میں تمہارے بارے میں وہ بات بیان کر دیتا کہ جس کی وجہ سے تمہاری شان اتنی نمایاں ہو جاتی کہ تم مسلمانوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے وہ تمہارے قدموں کے نیچے کی مٹی اٹھا لیتے اور شفا حاصل کرنے کے لیے تیری طہارت کا بچا ہوا پانی لے جاتے لیکن اتنا بھی تمہارے لیے کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تم ہی میرے وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں اور تم مجھ سے اس درجہ پر ہو جیسے جناب ہارون جناب موسیٰ سے تھے فرق اتنا ہی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا اے علیؑ تم میرے ہی قرضوں کو ادا کرو گے میری سنت پر جہاد کرو گے آخرت میں سب لوگوں سے زیادہ نزدیک ہو گے قیامت میں حوض کوثر پر .... بھی تم ہی میرے خلیفہ ہو گے تم ہی سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر پہنچو گے منافقوں کو تم ہی حوض کوثر سے ہٹاؤ گے میری امت کے لوگوں سے پہلے تم ہی داخل جنت ہو گے تمہارے دوست اور شیعہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن سیاہ رو رہیں گے تا آخر حدیث اور مسند احمد بن حنبل تک میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اگر میری امت تمہارے بارے میں بھی وہی نہ کہنے لگتی جو عیسائی حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہتے ہیں تو وہ باتیں کہہ دیتا کہ پھر تم مسلمانوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے وہ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک بطور تبرک اٹھا لیا کرتے۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۰۷)

(۳۷)۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں اصحاب رسولؐ میں علی کے علاوہ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا جو چاہو مجھ سے پوچھو (صواعق محرقہ)

(۳۸)۔ انس بن مالک بیمار تھے ان کی عیادت کو محمد بن حجاج آئے چند دوست اور بھی بیٹھے ہوئے تھے گفتگو میں حضرت علیؑ کا ذکر آگیا ابن حجاج نے حضرت علی کی شان میں نامناسب الفاظ کہے انس کو غصہ آگیا اور لوگوں سے کہا مجھے اٹھا کر

بٹھا دو جب لوگوں نے بٹھا دیا تو کہا اے ابن حجاج تو حضرت علیؑ کی شان گھٹاتا ہے اور کہا خدا کی قسم میں رسول خدا کی خدمت میں تھا کہ بھنا ہوا طائر پیش ہوا پھر سارا واقعہ بیان کیا ابن حجاج نے کہا اے انس یہ سارا واقعہ تمہارے سامنے ہوا تھا انس نے کہا خدا کی قسم میرے سامنے۔ ابن حجاج نے انس کے سامنے قسم کھائی کہ آج سے حضرت علی علیہ السلام کی شان گھٹانے والے کلمات نہ خود کہوں گا اور نہ کسی کو اپنے سامنے کہنے دوں گا۔ (مستدرک علی الصحیحین)

(۳۹)۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں سنت رسول جاننے والا علیؑ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

(۴۰)۔ سلمان ابوذر مقداد حباب جابر ابو سعید زید اور بہت سے دوسرے اصحاب رسول کہتے ہیں علی میں چار فضیلتیں ایسی ہیں جو کہ کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوئیں۔

۱۔ سب سے پہلے آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھی۔
۲۔ ہر جنگ میں علم دار رہے۔
۳۔ کبھی میدان جنگ سے بھاگے نہیں۔
۴۔ رسول خدا صلعم کو غسل دے کر قبر میں اتارا۔ (استیعاب)

(۴۱)۔ ابو حازم کہتے تھے علیؑ دس سال کی عمر میں سب سے پہلے ایمان لائے سب سے پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی خدا نے علیؑ کو بے انتہا نعمتیں دیں ان میں سے ایک یہ بھی کہ رسول کی آغوش میں تربیت پائی (طبری)

(۴۲)۔ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں علیؑ کا علم بے انتہا تھا سب سے پہلے اسلام لائے رسول کے داماد علم فقہ میں ماہر میدان جنگ میں بہادر مال میں سخی تھے۔ حضرت علیؑ کی شان میں قرآن میں تین سو آیتیں ہیں۔ (صواعق محرقہ)

(۴۳)۔ حضرت ابوبکر کہتے تھے بہت مشکل ہے کہ پل صراط سے کوئی گزر سکے جب تک علیؑ کا لکھا ہوا پروانہ راہداری نہ ہو کیونکہ میں نے یہی رسالت ماب صلعم کو کہتے ہوئے سنا ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۴۴)۔ امام احمد نے اپنے باپ حنبل سے دریافت کیا علیؑ و معاویہ میں کون افضل تھا تو انھوں نے جواب دیا بیٹو سنو علیؑ کے دشمن بے حد تھے سب نے مل کر ان میں عیب نکالنے کی انتہائی کوشش کی مگر علیؑ کی ذات میں تلاش کرنے پر عیب نہ نکلا آخر مجبور ہو کر معاویہ کا ساتھ دے کر علی سے جنگ کی ٹھانی جب مقابلہ نہ کر سکے تو مکاری دغا بازی سے علیؑ کو اذیت پہنچاتے رہے۔ (صواعق محرقہ)

(۴۵)۔ ابن ابی الحدید معتزلی شع نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں میں اس کے بارے میں کیا کہوں جس کے جانی دشمن تک اس کے فضائل کے قائل تھے جس کے اعداء اس کے مناقب سے انکار نہ کر سکے بنی امیہ جو حضرت علیؑ کے دشمن تھے اور مشرق سے مغرب تک سلطنت اسلام پر چھا گئے تھے اپنی فوج دولت طاقت کے ذریعہ نور فضائل حضرت علیؑ کو بجھانے کی کوشش کی حدیثیں گڑہیں تحریف کے عیوب بیان کیے انہیں شہرت دی منبروں پر لعنت کرائی دوستوں کو دھمکایا قید کیا فضائل بیان کرنے سے روکا لوگ اتنے خوف زدہ ہو گئے۔ کہ بچوں کا نام علیؑ کے ناموں سے نہیں رکھتے تھے۔ لیکن خدا نے آپ کا ذکر اور بلند کیا فضائل اور زیادہ مشہور ہوئے آپ کا ذکر مثل آفتاب کے ہے جو کسی صورت سے چھپایا نہیں جا سکتا آپ کے فضائل مثل مشک کے ہیں جتنے دبائے گئے اتنے زیادہ پھیلے جتنے پردے ڈالے گئے اتنے ہی زیادہ مشہور ہوئے تمام فضیلتیں ان کی طرف جھکتی ہیں تمام فرقے کمالات میں انہیں پر منتہی ہوئے ہیں اس لیے آپ ہی تمام فضیلتوں کے سردار ہیں آپ کے بعد جس نے فضیلت حاصل کرنا چاہی آپ ہی سے حاصل کی۔

(۴۶)۔ علامہ ابن اثیر نے لکھا علیؑ وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے ایسے عادل تھے جو کسی عزیز قریب کی معمولی خیانت برداشت نہیں کر سکتے تھے زاہد تھے کہ جب فاطمہ کے ساتھ شادی ہوئی تو سوا ایک کھال کے کچھ نہ تھا دن کو اسی کھال پر اونٹ دانہ کھاتا رات کو خود سوتے تھے۔ جتنی حدیثیں آپ کی فضیلت میں ہیں کسی صحابی کے لیے نہیں ہیں ساری زندگی زبان سے جھوٹ نہ نکلا۔

عمر بن عبدالعزیز نے کسی سے پوچھا دنیا میں سب سے بڑا زاہد کون گزرا

اس نے جواب دیا علی علیہ السلام آپ اپنے دوستوں کے لیے بھی کوشش کرتے تھے کہ وہ اچھے اخلاق حاصل کریں۔ (تاریخ کامل)

(۴۷)۔ حضرت عمر کہتے تھے میں نے خود رسالت ماب صلعم سے سنا اگر ساتوں زمین کے رہنے والوں کا ایمان ایک پلہ میں اور علی کا ایمان دوسرے پلہ میں رکھا جائے تب بھی علیؑ کا ایمان بھاری رہے گا۔ (روائح المصطفیٰ)

(۴۸)۔ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں حضرت علی سابق الایمان تھے سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہر لشکر میں علمدار رہے جب سب لوگ بھاگ گئے تو آپ آنحضرت کے ساتھ صبر و سکون سے رہے آنحضرت کو غسل دیا قبر میں اتارا دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہجرت کی لڑائیوں میں نمایاں کارنامے پیش کئے صرف تبوک میں آنحضرت نے اپنے عیال کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ (استیعاب)

(۴۹)۔ امام شافعی کہتے ہیں علی کی محبت سپر ہے علی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں رسالت ماب صلعم کے سچے وصی جن و انس کے امام اگر علیؑ کے دوست کا نام رافضی ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ سب سے پہلا رافضی میں ہوں علیؑ نے بت شکنی کے وقت اس جگہ پاؤں رکھے جہاں شب معراج خدا کا ہاتھ تھا علیؑ ایسے بشر ہیں جن میں خدائی تجلی نظر آتی ہے۔

(۵۰)۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں علیؑ نے کبھی بت پرستی نہیں کی اسی لیے انہیں کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے آنحضرت نے جنت کی بشارت دی آپ کے بھائی فاطمہ سیدۃ النسا کے شوہر' سابق الاسلام عالم ربانی مشہور زاہد' بڑے شجاع' کامیاب خطیب' جامع قرآن تھے رسالت ماب کی جگہ شب ہجرت سوئے آنحضرت کی طرف سے امانتیں ادا کیں وصیتیں پوری کیں منزلت ہارونی حاصل کی ہر جنگ میں نام پیدا کیا احد میں سولہ زخم کھا کر بھی لڑتے رہے اکثر لڑائیوں میں فوج کے علمدار رہے خاص طور سے خیبر کے دن علم ملنا کمال فضیلت کی دلیل ہے۔ خیبر میں در ہاتھ پر لے کر پوری فوج اسلام کو خندق سے پار کر دیا جس در کو آٹھ آدمی مل کر

الٹ نہ سکے ان کے فضائل بے حد ہیں جن کا بیان امکان سے باہر ہے (صواعق محرقہ)

(۵۱)۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے میرے سامنے کی بات ہے مواخاۃ کے دن رسول خداؐ نے علیؑ کو اپنا بھائی کہہ کر فرمایا یہ علیؑ دنیا و آخرت دونوں جگہ میرا بھائی ہے۔ امت میں میرا وصی ہے۔ میرے علم کا وارث ہے۔ میری ذمہ داریاں پوری کرے گا۔ جو چیز علیؑ کی ہے میری ہے۔ جو چیز میری ہے وہ علیؑ کی ہے۔ علی کا نفع میرا نفع ہے۔ علی کا نقصان میرا نقصان ہے۔ جس نے علیؑ کو دوست رکھا مجھے دوست رکھا۔ جس نے علی سے بغض رکھا مجھ سے بغض رکھا۔ (مودۃ القربیٰ)

(۵۲)۔ رسول خداؐ نے کہا علیؑ کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ (مسند حاکم)

(۵۳)۔ رسول خدا صلعم نے فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا بیٹی خدا نے تمام روئے زمین سے دو آدمیوں کا انتخاب کیا ایک تیرے باپ کا دوسرے تیرے شوہر کا (ازالۃ الخفا)

(۵۴)۔ رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ دونوں گروہ ہلاک ہو جائیں گے وہ دشمن جو تمہارے مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کریں وہ دوست جو تم کو مرتبہ سے بڑھا دیں۔ (صواعق محرقہ)

(۵۵)۔ رسول خداؐ نے فرمایا علیؑ مجھ سے ہے۔ میں علیؑ سے ہوں۔ میری طرف سے تبلیغ علیؑ ہی کر سکتے ہیں۔ (ترمذی)

(۵۶)۔ رسول خداؐ نے فرمایا علیؑ میرا بھائی میرا وزیر میرے بعد سب سے بہتر ہے۔ (مناقب خوارزمی)

(۵۷)۔ رسول خداؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔ (مسند حاکم)

(۵۸)۔ رسول خداؐ نے فرمایا علیؑ حق کے ساتھ ہیں حق علیؑ کے ساتھ ہے خداوندا حق کو ادھر پھیر جدھر علیؑ جائیں۔ (کتاب الفردوس)

(۵۹)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا اے علیؑ حوض کوثر پر میری جانب سے منافقین کو تمہی ہنکاؤ گے۔ (تذکرہ خواص الامت)

(۶۰)۔ رسول خداؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو اذیت دی اس کا شمار قیامت کے دن

یہودیوں اور نصرانیوں میں ہو گا۔ (مسند احمد بن حنبل)

(۶۱)۔ رسول خداؐ نے کہا علیؑ باب حطہ ہے۔ جو اس میں داخل ہو وہ مومن جو نہ داخل ہو وہ کافر ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۶۲)۔ رسول خداؐ نے فرمایا خدا نے میرے بھائی علیؑ کو اتنے فضائل عطا کئے جو شمار نہیں ہو سکتے۔ جس کسی نے تمہاری ایک فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہوئے تذکرہ کیا خدا اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہوں کو بخش دے گا۔ جو ایک فضیلت بھی لکھے گا جب تک نشان تحریر باقی رہے گا۔ فرشتگان اس کے لیے استغفار کریں گے۔ کان سے جو محبت کے ساتھ سنے گا کان کے کل گناہ بخش دیے جائیں گے۔ جو پڑھے گا آنکھ کے کل گناہ بخش دیے جائیں گے اس کا ایمان قابل اعتبار نہیں جو علیؑ سے محبت ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار نہ کرے۔ (مناقب خوارزمی)

(۶۳)۔ رسول خداؐ نے کہا قیامت کے دن حساب کے بعد لوگ پل صراط کے قریب پہنچیں گے تو آواز آئے گی۔ ان کو روک لو ان سے کچھ اور پوچھنا ہے لوگوں نے دریافت کیا۔ خدا کیا پوچھے گا فرمایا ولایت علیؑ کے بارے میں سوال ہو گا۔ (صواعق محرقہ)

(۶۴)۔ رسول خداؐ نے کہا لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔ لیکن میں اور علیؑ ایک ہی شجر سے ہیں۔ (صواعق محرقہ)

(۶۵)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا اگر تمام درخت قلم تمام سمندر سیاہی تمام جن شمار کرنے والے تمام انسان لکھنے والے بن جائیں جب بھی علی کے فضائل ختم نہیں ہو سکتے۔ (مناقب خوارزمی)

(۶۶)۔ رسول خدا نے فرمایا لوگو جسے آفتاب کی ضرورت ہو وہ ماہتاب سے تعلق رکھے جسے زہرہ کی ضرورت ہو فرقدین کو نہ بھولے لوگوں نے عرض کیا کیا مطلب ہے۔ فرمایا میں آفتاب علیؑ ماہتاب فاطمہ زہرا حسنینؑ فرقدین ہیں۔ قرآن میں بھی لکھا ہے یہ سب ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر

وارد ہوں (ترمذی)

(۶۷)۔ رسول خدا نے فرمایا صحیفہ مومن کا عنوان علیؑ کی محبت ہے (صواعق محرقہ)

(۶۸)۔ رسول خدا نے فرمایا جو اپنی زندگی اور موت میری زندگی اور موت کے مثل چاہتا ہے اور خدا کی وعدہ کی ہوئی جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ علیؑ کو دوست رکھے کیونکہ علیؑ اپنے دوستوں کو نہ جنت سے نکلنے دیں گے نہ گمراہی میں داخل ہونے دیں گے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۶۹)۔ ایک دن حضرت علیؑ کو دیکھ کر رسالت ماب نے فرمایا یہ سیدالعرب ہے حضرت عائشہ نے کہا آپ سیدالعرب نہیں ہیں فرمایا میں سیدالعالمین ہوں اور علیؑ سیدالعرب ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۷۰)۔ رسول خدا نے کہا جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی جس نے علیؑ سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی (صواعق محرقہ)

(۷۱)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا جو شخص علی کو میرے بعد خیر بشر نہ سمجھے اس نے کفر کیا۔ (تاریخ خطیب)

(۷۲)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا اے علیؑ تم میرے دنیا میں بھی بھائی ہو آخرت میں بھی روز قیامت ہر سبب و نسب قطع ہو جائے گا مگر میرا نسب و سبب باقی رہے گا۔ (ترمذی)

(۷۳)۔ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو سینہ سے لگا کر فرمایا میرا باپ فدا ہو جائے اس تنہا پر جو شہید ہو گا۔ پھر پوچھا اولین میں سے زیادہ شقی کون تھا حضرت علی نے جواب دیا جس نے ناقہ صالح علیہ السلام کو ذبح کیا پھر پوچھا آخرین میں سب سے زیادہ شقی کون ہو گا جواب دیا مجھے نہیں معلوم تو فرمایا اے علی وہ شخص جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا۔ (مسند ابو یعلی)

(۷۴)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا میں اور علیؑ جس طرح دنیا میں حجت خدا ہیں قیامت کے دن بھی حجت خدا ہوں گے۔ (کنوز الحقائق)

(۷۵)۔ رسول خدا نے فرمایا مسجد میں میرے اور علی کے علاوہ کسی کے لیے حالت جنابت میں رہنا جائز نہیں ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۷۶)۔ رسول خدا کا وقت وفات آیا تو آپ نے ٹھنڈی سانس لی ابن مسعود نے کہا کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیجیے فرمایا کسے بناؤں ابن مسعود نے کہا ابوبکر کو رسالت ماب چپ ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد ٹھنڈی سانس لی ابن مسعود نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میری موت کی خبر آئی ہے ابن مسعود نے کہا کسی کو خلیفہ بنا دیجیے فرمایا کسے بناؤں ابن مسعود نے کہا عمر کو آنحضرت چپ ہو گئے تیسری بار پھر یہی کیفیت ہوئی تو ابن مسعود نے کہا اچھا علی کو خلیفہ بنا دیجیے فرمایا ابن مسعود خدا کی قسم اگر علیؑ کی اطاعت کرتے رہو گے تو ضرور جنت میں جاؤ گے۔ (کتاب ابی بکر مردویہ)

(۷۷)۔ لوگوں نے رسول خداؐ سے حضرت علی کی شکایت کی آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا لوگو علی کی شکایت نہ کرو خدا کی قسم علیؑ کی ناراضی میں میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ (مسند حاکم)

(۷۸)۔ رسول خدا صلعم نے کہا اے علیؑ تم تاویل قرآن پر اسی طرح جہاد کرو گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا۔ (مسند احمد بن حنبل)

(۷۹)۔ رسول خدا صلعم نے کہا اے علی مجھے یہ بہت پسند ہے کہ تم میرے بھائی میرے بچوں کے باپ میری سنت پر جنگ کرنے والے ہو۔ قیامت تک جو بھی تیری محبت میں مرے گا اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا اور امن کے ساتھ رہے گا۔ (مناقب احمد)

(۸۰)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا جنت کے اندر علیؑ کا قصر بیچ میں ایک طرف میرا دوسری طرف ابراہیم کا قصر ہو گا۔ کتنا اچھا معلوم ہو گا جب ایک حبیب دو خلیلوں کے درمیان ہو گا۔ (کنز العمال)

(۸۱)۔ عباس خدمت رسول میں بیٹھے تھے اتنے میں حضرت علیؑ آئے سلام کیا رسول خدا صلعم تعظیم کے لیے اٹھے گلے لگایا پیشانی کا بوسہ لیا داہنی طرف بیٹھایا عباس نے کہا آپ علیؑ کو بہت دوست رکھتے ہیں جواب دیا اے چچا خدا کی قسم بہت دوست رکھتا ہوں خدا نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب میں رکھی مگر میری ذریت علیؑ کی صلب میں قرار دی قیامت کے دن عیب پوشی کے لیے خدا ہر ایک کو اسکی ماں کے نام سے پکارے گا مگر علیؑ اور اس کی ذریت باپ کے نام سے پکارے جائیں گے۔ (کنوز المطالب)

(۸۲)۔ رسول خدا نے فرمایا علیؑ اہل جنت کو یوں نظر آئیں گے جیسے دنیا والوں کو صبح کا ستارہ دکھائی دیتا ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۸۳)۔ رسول خدا صلعم نے پہلے تین بار فرمایا تم لوگ علیؑ کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہو پھر فرمایا یاد رکھنا علیؑ مجھ سے ہے میں علیؑ سے ہوں میرے بعد ہر مومن کا ولی علیؑ ہے۔ (ترمذی)

(۸۴)۔ رسول خدا نے کہا علیؑ قرآن کے ساتھ ہے قرآن علیؑ کے ساتھ ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ (صواعق محرقہ)

(۸۵)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا میں نے شب معراج عرش الٰہی پر لکھا دیکھا محمد خدا کا رسول ہے جس کی مدد میں نے علیؑ کے ساتھ کی ہے۔ (مناقب ابن معازی)

(۸۶)۔ رسول خدا نے فرمایا اے عمار اگر دیکھو کہ علیؑ ایک طرف لیے جا رہے ہوں اور ساری دنیا دوسری طرف تو تم علیؑ کے ساتھ جانا کیونکہ علیؑ ہلاکت کی طرف کبھی نہ لے جائیں گے اور ہدایت سے نکلنے نہ دیں گے (جامع الصغیر سیوطی)

(۸۷)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا اے علیؑ جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے تم ہو جنہم سے کہو گے یہ میرا حصہ ہے یہ تیرا حصہ ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۸۸)۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا میں نے شب معراج علیؑ کا نام چار جگہ اپنے نام کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا

۱۔ بیت المقدس میں ایک پتھر پر لکھا ہوا تھا کوئی خدا نہیں سوائے معبود برحق کے محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں میں نے ان کی مدد ان کے وزیر سے کی میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا میرا وزیر کون ہے جواب دیا علیؑ ابن ابی طالبؑ

۲۔ سدرۃ المنتہٰی پر

۳۔ جنت میں

۴۔ عرش پر یہی لکھا تھا ہر جگہ میں نے جبرائیل سے پوچھا اور انہوں نے یہی جواب دیا آپ کا وزیر علیؑ ابن ابی طالب ہے (مودۃ القربیٰ)

(۸۹)۔ فتح مکہ کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا لوگوں میں تم کو وصیت کرتا ہوں میری عترت کے ساتھ نیکی کرنا میں تم سے حوض کوثر پر ملاقات کروں گا یاد رہے علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے انہیں دونوں کے متعلق تم سے پرستش کروں گا کہ تم نے کیا برتاؤ کیا۔ (صواعق محرقہ)

(۹۰)۔ رسول خدا نے فرمایا علیؑ نیکوں کا امام فاجروں کا قاتل ہے فتح یاب وہی ہے جو علی کی نصرت کرے رسوا وہ ہے جو علیؑ کو چھوڑ دے (مسند حاکم)

(۹۱)۔ رسول خدا نے فرمایا جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے علیؑ۔ عمار۔ سلیمان (ترمذی)

(۹۲)۔ حاکم امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسالت ماب کے اصحاب میں سے کسی کے لیے اس قدر فضائل نہیں وارد ہوئے جس قدر کہ جناب امیر علیہ السلام کے لیے وارد ہوئے ہیں اسمٰعیل بن اسحاق اور امام احمد بن حنبل شیعب انسائی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں جناب امیرؑ کی شان سے زیادہ حدیثیں جید اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئی (الشافی فی مطالب السول)

(۹۳)۔ جناب امیر علیہ السلام شہادت پا گئے حضرت امام حسنؑ خطبہ میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے اے لوگو تم سے آج ایک ایسا آدمی جدا ہو گیا ہے کہ پہلے لوگ اس سے کسی بات میں بڑھے ہوئے نہیں تھے اور پچھلے ان تک نہ پہنچ سکیں گے

(جرید الطبری فی تاریخ)

(۹۴)۔ عبداللہ قتیبہ کتاب الامامتہ والسیاستہ میں لکھتے ہیں کہ ہمدان کا ایک باشندہ جس کا نام برو تھا معاویہ کے پاس کسی کام کو گیا اس نے سنا کہ عمرو بن عاص جناب امیر علیہ السلام کو برا بھلا کہہ رہا ہے برو کہنے لگا اے عمرو ہمارے بزرگوں نے جناب رسالت مآب کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے آیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ ہے عمرو بن عاص کہنے لگا میں تجھے اس سے بھی بڑھ کر سناؤں کہ آنحضرت کے کسی صحابی کے مناقب اتنے نہیں ہیں جس قدر کہ جناب امیر کے مناقب ہیں مگر کیا کریں وہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہوئے ہیں۔ (کتاب الامامتہ و السیاستہ)

(۹۵)۔ عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ جناب سرور انبیاء علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے علیؑ کی مثل فضل کا اکتساب نہیں کیا وہ اپنے دوست کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے اور برائی سے پھرتا ہے (الطبرانی)

(۹۶)۔ جناب زین العابدینؑ اپنے والد ماجد جناب امام حسینؑ سے اور وہ ان کے جد امجد امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ سرور عالمؐ نے ارشاد کیا ہے کہ پروردگار عالم نے میرے بھائی علی کے فضائل اس قدر بتائے ہیں جن کی کثرت کا احصی نہیں ہو سکتا پس جو شخص ان کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو اقراری ہو کر لکھے اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔ اور جو شخص اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو لکھتا ہے جب تک کہ وہ لکھتا رہتا ہے فرشتے اس کے گناہوں کے لیے خدا سے مغفرت مانگتے رہتے ہیں اور جو شخص اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو سنتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے وہ گناہ جو کہ اس نے اپنے کانوں سے بذریعہ ناجائز کلام سننے کے کیے ہیں بخش دیتا ہے اور جو شخص اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کی طرف نگاہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے وہ گناہ جو کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بذریعہ ناجائز نگاہ کرنے کے کیے ہیں بخش دیتا ہے پھر ارشاد کیا کہ علیؑ ابن ابی طالب کی طرف دیکھنا عبادت

ہے اور اس کا ذکر خدا کی بندگی ہے خدا تعالیٰ کسی مومن کے ایمان کو قبول نہیں کرتا مگر علیؑ کی دوستی اور اس کی دشمنوں سے بیزار ہونے کی وجہ سے (الشافعی و الحافظ الھمدانے فی مناقبہ)

(۹۷)۔ ابن عباس سے جناب امیر کی شان کے متعلق روایت ہے کہ واللہ علی علیہ السلام چودھویں رات کے چاند اور بن کے شیر اور موج مارتے دریا اور صبح کے برستے ہوئے ابر کے مشابہ تھے۔ (الربیع الابرادمن الباب التاسیع والسیعین)

(۹۸)۔ عباد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور خدا کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا مگر جھوٹ بولنے والا میں نے سب سے پہلے سات برس نماز پڑھی ہے۔ (ارجح المطالب)

(۹۹)۔ عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت میں کہ "اے لوگو کہ تم ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" یعنی حضرت علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ وہ تمام سچوں کے سردار ہیں۔ (تذکرہ خواص الامتہ)

(۱۰۰)۔ ابن عباس اور ابولیلےؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں حبیب النجار حوارمین مسیح پر ایمان لانے والا اور حزقیل آل فرعوں میں جناب موسیٰ پر ایمان لانے والا اور علی علیہ السلام بن ابی طالب اور وہ ان سے افضل ہے شہید اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ شہید کے معنی اور شاہد کے معنی ایک ہیں یعنی رسالت پر شہادت دینے والا اور بعض نے کہا مقتول فی سبیل اللہ مراد ہے یہ دونوں معنی جناب امیر علیہ السلام کی ذات اقدس پر صادق آتے ہیں شہید بمعنی شاہد (صواعق محرقہ)

(۱۰۱)۔ جناب حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تمام لوگوں سے خدا کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہیں اور سب لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زیادہ تعظیم اور محبت کے

لائق ہیں۔ (اخرجہ ابو نعیم فی فضائل الصحابہ)

(۱۰۲) ۔ جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب سرور کائنات کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے جب تک حوض پر دونوں نہ وارد ہوں۔ (اخرجہ الطبرانی فرفی الاوسط)

(۱۰۳)۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ لوگوں کا علم پانچ حصوں پر تقسیم کیا گیا اور چار حصے جناب علیؑ کو دیے گئے اور تمام لوگوں کو ایک حصہ دیا گیا اور اس میں بھی جناب علیؑ کو شریک کیا گیا پس وہ ان سے اس حصہ میں بھی زیادہ علم والے تھے۔ (اخرجہ البزاد)

(۱۰۴)۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں جناب رسالت ماب کے حضور میں بیٹھا ہوا تھا کہ آنحضرت سے جناب علیؑ کی نسبت پوچھا گیا حضرت نے فرمایا کہ حکمت دس حصوں پر تقسیم کی گئی ہے پس علی کو نو حصے اس کے دیے گئے اور ایک حصہ سب لوگوں کو دیا گیا۔(اخرجہ الریلی)

(۱۰۵)۔ انس بن مالک سے منقول ہے جناب رسول خداؐ فرماتے تھے میری امت میں زیادہ قضا والا علی بن ابیطالب ہے۔ (المصابیح)

(۱۰۶)۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت علیؑ باء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نقطے کی شرح فرمانے لگے صبح ہو گئی۔ مگر وہ تفسیر پوری نہ ہوئی مجھے اپنی جان ان کے پاس مثل ایک فوارے کے معلوم ہوتی تھی بحرِ خاز کے مقابلہ میں۔ (اخرجہ فقید ابن المغازلی ارجح المطالب)

(۱۰۷)۔ عبدابر زربن جیش سے روایت ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے کو بیٹھے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں تیسرا آدمی آ گیا اندونوں نے اسے شرکت طعام کے لیے کہا وہ بھی ان کے ساتھ کھانے کو بیٹھ گیا وہ تینوں آٹھوں روٹیاں کھا چکے وہ تیسرا آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور ان دونوں کو آٹھ درہم دے کر کہنے لگا یہ عوض ہے اس کھانے کا جو میں نے تمہارے کھانے سے

کھایا ہے پس وہ دونوں باہم جھگڑنے لگے پانچ روٹیوں والے نے کہا مجھے پانچ درہم ملنے چاہییے اور تجھے تین اور تین روٹیوں والے نے کہا جب تک کہ درہم نصفا نصف نہ ہوں میں نہیں راضی ہونے لگا تصفیہ کے لیے دونوں جناب امیر علیہ السلام کے پاس آئے اور تمام قصہ بیان کیا جناب امیرؑ نے تین روٹیوں والے سے کہا تیرا دوست جو کچھ تجھے دیتا ہے لے لے حالانکہ اس کی روٹیاں تیری روٹیوں سے زیادہ تھیں وہ کہنے لگا جب تک کہ میرا حق مجھے نہ معلوم ہو جائے میں راضی نہیں ہوں گا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تیرا حق تو ایک درہم سے زیادہ نہیں تیرا دوست صلح کے ڈر سے جو کچھ کہ تجھے دیتا ہے اور تو کہتا ہے کہ جب تک مجھے میرا حق نہ معلوم ہو جائے میں نہیں راضی ہوں گا تیرا حق تو انصاف سے ایک درہم ہے اس نے کہا یا امیرؑ مجھے اس کی وجہ بیان فرمایئے۔ تاکہ میں قبول کروں جناب امیرؑ نے فرمایا کیا آٹھ روٹیاں کی چوبیں تھائیاں ہیں اور تم تین آدمی کھانے والے تھے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ تم میں سے کون زیادہ کھانے والا تھا اور کون کم اس لیے احتمال کیا جاتا ہے کہ پس تم تینوں نے برابر کھایا ہے پس تو نے آٹھ تھائیاں کھائیں اور تیری تین روٹیوں کی نو تھائیاں تھیں اور تیرے دوست کو پانچ روٹیوں کی پندرہ تھائیاں تھیں اور اس نے آٹھ تھائیاں کھائیں اور اس کی سات تھائیاں باقی رہیں جو درہم والے نے کھائیں اور تیری نو تھائیاں میں سے ایک تھائی کھائی پس تیری ایک روٹی کے بدلے ایک درہم ہے اور اس کے سات ٹکڑوں کے بدلے سات درہم ہیں وہ کہنے لگا یا علیؑ اب میں ایک درہم کے لینے پر راضی ہوں۔ (ارجح المطالب)

(۱۰۸)۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی ایسی آیت نہیں کہ میں اس کو جانتا ہوں کہ کسی امر میں نازل ہوئی ہے اور کہاں پر نازل ہوئی ہے بتحقیق خدا نے مجھ کو دل دانا اور زبان ناطق عطا کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۱۰۹)۔ ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں جناب علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ فرما

رہے تھے کہ مجھ سے پوچھو خدا کی قسم ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات نہیں پوچھو گے کہ میں تم کو اس سے خبر نہیں دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کی نسبت پوچھو خدا کی قسم ہے کوئی آیت ایسی نہیں کہ میں اس کو نہ جانتا ہوں کہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں یا زمین ہموار میں یا پہاڑ پر۔ (ارجح المطالب)

(۱۱۰)۔ جناب ام المومنین ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب کبھی آنحضرت غضب میں ہوتے تو سوا جناب امیر علیہ السلام کے کسی کی جرات نہیں تھی کہ حضرت سے بات کر سکتا۔ (ارجح المطالب)

(۱۱۱)۔ براء عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کونینؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ سر میرے جسم سے۔ (اخرجہ الخطیب)

(۱۱۲)۔ شعبی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے جناب علی علیہ السلام کی طرف نظر کر کے کہا کہ جس شخص کی خوشی ہو کہ ایسے آدمی کو دیکھے کہ جو ہم سب سے جناب رسولؐ کے ساتھ رشتہ قرابت اور بلند مرتبہ رکھنے والا ہو تو وہ علیؑ کو دیکھ لے۔ (اخرجہ ابن اسمان)

(۱۱۳)۔ محمد بن حنفیہ اپنے والد ماجد جناب امیرؑ سے ناقل ہیں کہ مجھے جناب رسولؐ نے فرمایا اگر تجھے لڑکا پیدا ہو تو میرے نام پر نام اور میری کنیت پر کنیت رکھنا اور لوگوں کے سوا اس کی تمہیں رخصت ہے۔ (ارجح المطالب)

(۱۱۴)۔ جناب امام ابو جعفر محمد باقر بن علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ بدر کے روز ایک فرشتہ نے جس کا نام رضوان ہے آسمان سے پکار کر کہا نہیں ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار اور نہیں ہے علی کے سوا کوئی بہادر۔ (ارجح المطالب)

(۱۱۵)۔ عبداللہ بن الحارث سے منقول ہے کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے اپنی بہترین منزلت سے خبردار کریں جو آپ کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی فرمایا میں ایک دفعہ سویا ہوا تھا حضرت میرے پاس نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے مجھ سے فرمایا یا علیؑ ہم نے کوئی

ایسی نیکی خدا سے طلب نہیں کی کہ وہ ویسی ہی تیرے لیے طلب نہ کی ہو اور کسی شر سے اپنے لیے خدا سے پناہ نہیں مانگی کہ ویسی ہی تیرے لیے نہ مانگی ہو۔ (اخرجہ المحاملی فی اعالیہ)

(۱۱۶)۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جبرائیل جنت سے ذوالفقار لے کر حضرت کے پاس تشریف لائے اور کہا خدائے تعالیٰ بعد سلام کے فرماتا ہے کہ ہم بنی آدم سے اس تلوار کے پکڑنے والا کسی کو نہیں پاتے مگر وہ شخص کہ جو تیرا ولی ہے اور یہ تلوار تیرے حکم میں رہے گی پس جس کو فن حرب میں پوری مہارت حاصل ہو اور تیرے دشمن کفار کا سر کاٹ سکے اس کو دے دے حضرت نے کہا اے جبرائیلؑ وہ کون ہے جبرائیل کہنے لگے وہ علیؑ ہے حضرت نے ذوالفقار علی علیہ السلام کو دے دی۔ (زہرۃ الریاض)

(۱۱۷)۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب احد کے روز جناب امیر علیہ السلام نے مشرکوں کے علمدار طلحہ کو قتل کیا ایک چلانے والے نے چلا کر کہا ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی بہادر نہیں۔ (تذکرہ خواص الامتہ)

(۱۱۸)۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت کے پاس ایسا مرتبہ تھا کہ تمام خلائق میں سے کسی کا نہ تھا میں ہر صبح حاضر خدمت ہو کر یا نبی اللہ السلام علیکم کہا کرتا تھا اگر حضرت کھانس دیتے تو میں واپس چلا آتا ورنہ حاضر خدمت ہو جاتا۔ (اخرجہ النسائی)

(۱۱۹)۔ امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے درد شدید لاحق ہوا میں حضرت کے حضور میں گیا مجھے حضرت بٹھا کر نماز کو کھڑے ہو گئے اور فارغ ہو کر اپنے کپڑے کا کونا مجھ پر جھاڑ دیا اور فرمایا یا علی علیہ السلام اٹھ کھڑا ہو۔ بہ تحقیق تو تندرست ہو گیا ہے اب تجھے کسی قسم کا خوف باقی نہیں ہے میں نے اپنے لیے کوئی دعا نہیں کی کہ ویسی ہی تیرے لیے نہ کی ہو اور میں نے کوئی دعا نہیں مانگی کہ وہ مقبول نہ ہوئی ہو مگر یہ بات کہی گئی کہ تیرے بعد نبی نہیں ہو گا۔ (ارجح المطالب)

(۱۴۰)۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسالت ماب نے ارشاد کیا کہ تجھے ایک بیٹا پیدا ہو گا جس کے لیے میرا نام اور میری کنیت جائز ہو گی (اخرجہ احمد)

(۱۴۱)۔ امام احمد فصائل میں ذکر کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے خیبر کے دن آسمان سے ایک تکبیر کی آواز سنی کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے نہیں ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار اور علی علیہ السلام کے سوا کوئی بہادر حسان بن ثابتؓ نے جناب رسولؐ سے اس بارے میں شعر کہنے کا اذن طلب کیا حضرت نے اذن دیا انہوں نے یہ شعر کہے کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی علیہ السلام کے سوا کوئی بہادر نہیں۔ (تذکرہ خواص الامتہ)

(۱۴۲)۔ ابن اسحاق اپنی کتاب سیرت میں لکھتے ہیں کہ بدر کے ایک روز ایک ہوا کے چلنے سے جناب امیر علیہ السلام نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی علیہ السلام کے سوا کوئی بہادر نہیں۔ (نقلت من کفایتہ الطالب لیوسف الکنجی)

(۱۴۳)۔ سلیمان بن عبداللہ ابن الحارث اپنے جد امجد سے اور وہ جناب امیر علیہ السلام سے ناقل ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا حضرتؐ میری عیادت کے لیے تشریف لائے میں لیٹا ہوا تھا آپ میرے پہلو کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے جب آپ نے میری ناتوانی کا ملاحظہ فرمایا اپنا کپڑا مجھے اڑھا دیا اور نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر تشریف لائے اور مجھ سے کپڑا اٹھا کر فرمایا یا علی علیہ السلام اٹھ کھڑا ہو بہ تحقیق تو تندرست ہو گیا ہے میں اٹھ کھڑا ہوا بے شک تندرست ہو گیا۔ گویا کہ میں بیمار ہی نہیں ہوا تھا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے خدا سے نماز میں کوئی چیز طلب نہیں کی کہ وہ مجھ کو نہ دی گئی ہو اور میں نے اپنی ذات کے لیے کوئی دعا نہیں کی کہ ویسی ہی تیرے لیے نہ کی ہو۔ (اخرجہ النسائی فی الخصائل و ابو ابو نعیم فی فضائل الصحابہ)

(۱۴۴)۔ شعبی رحمتہ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ ابوبکر اور جناب امیر علیہ السلام

آنحضرت کی وفات کے چھ روز بعد حضرت کی قبراطہر کی زیارت کے لیے تشریف لائے جناب علی علیہ السلام نے ابوبکر سے فرمایا خلیفہ رسول آپ آگے بڑھیں حضرت ابوبکر نے کہا میں ہرگز ایسے شخص پر تقدم نہیں کر سکتا جس کی شان میں میں نے حضرت کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی علیہ السلام کی منزلت مجھ سے ایسی ہے جیسے کہ میری خدا سے۔ (بقلہ محب الطبری فی ریاض النفرہ فی فضائل العشرۃ)

(۱۲۵)۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام آنحضرت کی حیات بابرکات ہی میں فرمایا کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرا رسولؐ مرجائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے واللہ جبکہ ہم کو خدا نے ہدایت کی ہے ہم ہرگز اپنی ایڑیوں پر نہیں پھریں گے اگر رسول اللہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو جس امر پر انہوں نے جہاد کیا ہے میں بھی اس پر جہاد کروں گا یہاں تک کہ میں بھی مرجاؤں واللہ میں ان کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور وارث ہوں مجھ سے ان کا کون حقدار زیادہ ہے۔ (اخرجہ احمد وانسائے)

(۱۲۶)۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب خیبر سے جناب امیرؑ لوٹے ذوالفقار انکے ہاتھ میں تھی جناب سیدہ سے کہنے لگے یا فاطمہؑ آپ نے ذوالفقار کے جوہر دیکھے کہ خدا نے اسکے ذریعہ سے خیبر کو فتح کیا ہے جناب سیدہ ہنس پڑیں حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا یا فاطمہؑ کیا تم کو ذوالفقار کی فضیلت کی آگاہی ہے جناب سیدہ نے فرمایا میں تمہارے جاننے سے پہلے اسکو جانتی ہوں جناب امیر علیہ السلام حضرت سیدہ کی بات سے متعجب ہوئے اور سرور عالم کی خدمت میں جاکر جناب سیدہ کا قول نقل کیا۔

حضرت نے جناب سیدہ سے آکر فرمایا یافاطمہؑ میں تمہارے منہ سے اس بات کو سننا چاہتا ہوں کہ یہ بات تم کو کہاں سے معلوم ہے جناب سیدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب جناب آسمان پر تشریف لے گئے پروردگار نے جبرائیلؑ سے فرمایا محمدؐ کو جنت میں اس مقام پر لے جاؤ جو ان کے لیے اور ان کی امت کے

لیے جنت کی نعمتوں سے سجایا گیا ہے آپکو جنت میں لے گئے جبرائیلؑ نے عرض کیا
ثمرات جنت سے میں آپ کچھ تناول فرماویں اسوقت آپ ایک سرخ سیب کے
درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے اور اس کی جڑ کے نیچے ذوالفقار دبی ہوئی تھی۔
اس پر لکھا ہوا تھا ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علی علیہ السلام کے
سوا کوئی بہادر نہیں اسکی زوجہ زہرا ہیں۔ پس اس وقت سے میں اسکی فضیلت کو
جانتی ہوں پھر آپ نے اس درخت کے سیب میں سے آدھا ٹکڑا کھایا اور آدھا
میری والدہ خدیجہ کے لیے رکھ دیا جب میری والدہ نے وہ ٹکڑا کھایا اور میں نے
جناب سے ان کے بطن اقدس میں قرار پا گئی اسکی نشانی یہ ہے کہ جب آپ
میرے پاس بیٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ گویا ہم اس سیب کے درخت کے پاس بیٹھے
ہوئے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ تیری خوشبو اسی درخت کی خوشبو کی مانند ہے
جناب سرور انبیاؐ علیہ التحتیہ و الثنا نے ارشاد کیا تم سچ کہتی ہو اور جناب سیدہ
کی آنکھوں کو حضرت نے چوم لیا۔ (زھرتہ الریاض)

(۱۲۷)۔ جناب امیر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بمعیت سرور
کائناتؐ خانہ کعبہ میں گیا مجھ سے حضرت نے فرمایا بیٹھ جا آپ میرے کندھے پر
سوار ہوئے جب میں اٹھنے لگا حضرت نے میرے منعف کو دیکھا اور میرے
کندھے سے اتر کر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے کندھے پر سوار کیا اور کھڑے ہو گئے
اس وقت میری نسبت خیال کیا جا سکتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کنارے
تک پہنچ جاؤں یہاں تک کہ میں بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گیا اس پر تانبے یا
پیتل کی ایک مورت تھی میں اس کو دائیں بائیں آگے پیچھے سے ہلانے لگا یہاں
تک کہ میں نے اس پر قابو پا لیا حضرت نے مجھے فرمایا اسے پھینک دے میں نے
اسے پھینک دیا وہ شیشہ کی طرح سے چور چور ہو گئی میں چھت پر سے اتر آیا اور
حضرت کے ساتھ دوڑ کر گھر میں چھپ گیا تاکہ کوئی آدمی ہم کو نہ دیکھ لے۔
(اخرجہ احمد و النسائی والحاکمہ)

(۱۲۸)۔ نقل ہے کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس چند لوگ

بیٹھے ہوئے جناب امیر علیہ السلام کی شان میں برا کہہ رہے تھے عمر بن عبد العزیز نے منبر پر چڑھ کر خدا کی صفت و ثنا کی اور جناب رسولؐ کی صلواۃ کے بعد جناب امیر علیہ السلام کے فضائل اور سابق الاسلام ہونے کا ذکر کر کے بیان کیا اور عراق بن مالک الغفاری ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت کرتا ہے کہ ام المومنین فرماتی تھیں کہ ایک روز سرور عالم میرے پاس تشریف رکھتے تھے کہ ناگہاں حضرت کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لا کر حضرت سے سرگوشی کرنے لگے۔ جب سرگوشی کر چکے حضرت ہنسنے لگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کیوں ہنستے ہیں ارشاد فرمایا کہ جبرائیلؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا ایک چراگاہ میں گزر ہوا وہاں علی علیہ السلام اپنے اونٹ چراتے ہوئے سو گئے تھے ان کا سینہ کھلا ہوا تھا میں نے ان پر کپڑا اوڑھا دیا ان کے ایمان کی ٹھنڈک میرے دل کو محسوس ہوئی۔ (اخرجہ الخوارزمی)

(۱۲۹)۔ جناب امیر علیہ السلام کہتے ہیں میں ابھی نوجوان چھوٹی عمر کا تھا کہ سرور عالم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر روانہ فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ایسی قوم میں بھیجتے ہیں ان میں واقعات پیدا ہوں گے میں ابھی نوجوان کم عمر ہوں قضا کی باریکیوں کو نہیں جانتا حضرت نے فرمایا پروردگار تیرے دل کو ہدایت کرے گا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا جناب امیر علیہ السلام کہتے ہیں تب سے مجھے دو آدمیوں کے قضیہ فیصل کرنے میں کبھی شک پیدا نہیں ہوا۔ (اخرجہ احمد و النسائی)

(۱۳۰)۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے خندق کے روز عمرو بن عبدود کے ساتھ جناب امیر علیہ السلام کے مقابلہ کرنے کی نسبت فرمایا تمام ان اعمال سے کہ قیامت تک میری امت کے لوگ کرتے رہیں گے۔ علی علیہ السلام کی یہ ایک ضرب افضل ہے۔ (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)

(۱۳۱)۔ ابوالقاسم محمود الزمخشری اپنے رجال سے روایت کرتے ہیں کہ دو اشخاص جناب عمر ابن الخطاب کے پاس کنیز کی طلاق کے مسئلہ کو پوچھنے کے لیے آئے

عمر وہاں سے اٹھ کر جس مجمع میں کہ جناب علی علیہ السلام رونق افروز تھے تشریف لے گئے اور ان سے پوچھنے لگے آپ کنیز کی طلاق کی نسبت کیا حکم دیتے ہیں ان میں سے ایک شخص عمر سے کہنے لگا آپ امیرالمومنین ہیں ہم آپ سے مسئلہ پوچھنے کو آئے ہیں۔ عمر کہنے لگے افسوس ہے تو نہیں جانتا یہ کون ہے یہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسالت ماب کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے طبقے ترازو کے ایک پلہ میں رکھے جائیں اور علی علیہ السلام کا ایمان ایک پلہ میں رکھا جائے تو علی علیہ السلام کا ایمان ہی بھاری رہے گا۔ (الدیلمی و الخوارزمی)

(۱۳۲)۔ جبکہ جناب امیر علیہ السلام شہادت پا گئے جناب امام حسن علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا تم نے ایک ایسے آدمی کو ایسی رات میں قتل کیا ہے کہ جس رات میں قرآن شریف نازل ہوا ہے اور جس میں جناب عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور جس میں جناب موسیٰؑ کا نوجوان یوشع بن نون مارا گیا کوئی اس پر سبقت نہیں لے گیا حضرتؐ جب اس کو فوج کے ساتھ بھیجتے تھے جبرائیلؑ اس کے داہنے طرف اور میکائیلؑ اس کی بائیں طرف ہوا کرتے تھے وہ بغیر فتح کے نہیں واپس آتا تھا۔ (اخرجہ الدولابی)

(۱۳۳)۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی مثال لوگوں کے درمیان ایسی ہے جیسے کہ قل ھو اللہ قرآن میں (اخرجہ الدیلمی)

(۱۳۴)۔ جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب کہ مجھے جناب رسالتمابؐ سورۃ برات دے کر بھیجنے لگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ میں زبان آور ہوں اور نہ خطیب حضرتؐ نے فرمایا مجھے یہ سورۃ لے کر جانا پڑے گا یا تمہیں اس کے سوا چارہ نہیں میں نے عرض کیا جب کہ ایسی ہی ناچارہ ہے تو جانے کے لیے حاضر ہوں فرمایا جاؤ خدا تمہاری زبان کو درست رکھے گا اور دل کو ہدایت کرے گا پھر حضرتؐ نے اپنا دست مبارک میرے منہ پر رکھا۔ (اخرجہ احمد)

(۱۳۵)۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مابؐ فرماتے تھے یا علی تو

بمنزلہ کعبہ کے ہے چاہیے کہ لوگ تیرے پاس آئیں نہ کہ تو لوگوں کے پاس جائے پس اگر یہ قوم تیرے پاس آ کر امر خلافت کو تیرے سپرد کریں تو تو ان سے قبول کر لیو اور اگر نہ آئیں تو تو ان کے پاس مت جائیو یہاں تک خود وہ تیرے پاس آئیں (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)

(۱۳۶)۔ شہر بن حکیم اپنے والد سے ناقل ہیں کہ خندق کے روز جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا علی علیہ السلام کا عمرو بن عبدود سے مقابلہ کرنا تمام ان اعمال سے کہ قیامت تک میری امت کے لوگ کریں گے افضل ہے۔ (اخرجہ الحاکم)

(۱۳۷)۔ جناب امیر علیہ السلام کہتے ہیں کہ جس روز میں نے خیبر کو فتح کیا مجھ سے جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا اگر میری امت تیرے حق میں ایسی بات نہ کہے جو انصار نے جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے حق میں کہتے ہیں تو البتہ میں ایک ایسی بات تیرے حق میں کہوں کہ نہ گزرے تو بزرگان اہل اسلام پر کہ مگر تیرے پاؤں کی مٹی نہ اٹھائیں اور تیرے وضو کا پانی نہ لیں اور اس سے شفا کے طلب گار نہ ہوں لیکن تیرا حصہ یہی ہے کہ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں تو مجھ سے ورثہ پائے اور میں تجھ سے ورثہ پاؤں اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسے کہ ہارون موسیٰ سے مگر میرے بعد نبی نہیں ہو گا تو میرے قرض کو ادا کرنے والا ہے اور میری سنت پر لوگوں سے لڑنے والا ہے آخرت میں تو سب سے میرے زیادہ قریب ہو گا کل قیامت کے روز تو میرے حوض پر میرا خلیفہ ہو گا تو منافقوں کو حوض سے ہٹا دے گا اور تو سب سے اول حوض پر وارد ہو گا تو میرے ساتھ سب میری امت سے پہلے جنت میں داخل ہو گا تیری لڑائی میری لڑائی تیری صلح میری صلح ہے تیرا بھید میرا بھید تیرا اعلان میرا اعلان ہے تیرے دل کا بھید میرے دل کا بھید ہے تو میرے علم کا دروازہ ہے تیرا خون میرا خون ہے تیرا گوشت میرا گوشت ہے تیرے بیٹے میرے بیٹے ہیں سچ تیرے ساتھ ہے اور سچ تیری زبان پر اور تیرے دل میں اور تیرے دونوں آنکھوں کے درمیان ہے ایمان تیرے گوشت اور خون میں ملا ہوا ہے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے بشارت دوں کہ تو اور تیری عترت جنت میں

ہوں گے تیرا دشمن دوزخ میں ہو گا حوض کوثر پر تیرا دشمن وارد نہ ہو سکے گا اور تیرا دوست اس سے کبھی غائب نہیں ہو گا جناب علی علیہ السلام کہتے ہیں میں بشارت سن کر خدا کے سجدہ میں گر گیا اور اسلام اور قرآن کی نعمت جو خدا نے مجھے عطا کی ہے اس کا شکر بجا لانے لگا۔ (اخرجہ الخوارزمی)

(۱۳۸)۔ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسولؐ فرماتے تھے یا علی علیہ السلام تم ہمارے جسم اطہر کو غسل دو گے اور ہمارے قرض کو ادا کرو گے اور ہم کو قبر میں رکھو گے اور جو امر کہ ہمارے ذمہ ہے اس کو پورا کرو گے اور تم دنیا و آخرت میں ہمارے علمدار ہو (اخرجہ الدیلمی)

(۱۳۹)۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سرور کائناتؐ ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام باب حطہ ہے "یعنی گناہوں کے کفارہ کا دروازہ" جو شخص اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔ (اخرجہ الدارقطنی)

(۱۴۰)۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے حضور میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں ایک طائر آیا اور اس کے منہ میں ایک سبز بادام تھا اس پرندے نے وہ سبز بادام آنحضرت کی گود میں ڈال دیا آنحضرت نے اس کو لے کر چوما اور پھر توڑا اس کی بیچ میں سے ایک سبز رنگ کا کپڑا نکلا جس پر زرد خط سے لکھا ہوا تھا۔ نہیں ہے معبود مگر خدا تعالیٰ اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور ہم نے ان کی مدد علی کے ساتھ مخصوص کی ہے۔ (ارجح المطالب)

(۱۴۱)۔ ابوہریرہ سے تفسیر میں قول اللہ ہے کہ اس نے تیری تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں کے ساتھ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے کہ نہیں معبود سوا اللہ کے درآنحا ایک وہ واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں محمدؐ میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے علی ابن ابی طالب کے ساتھ اس کی تائید کی ہے۔ (درالمنشور)

(۱۴۲) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس ایک مرغ پکا ہوا تھا حضرت نے فرمایا اے رب جو شخص کہ سب خلقت سے تجھے

زیادہ عزیز ہے اسے میرے طرف بھیج دے کہ وہ میرے ساتھ اس مرغ کے کھانے میں شریک ہو لیں ابوبکر آئے حضرت نے ان کو لوٹا دیا پھر عمر آئے آنحضرت نے ان کو لوٹا دیا پھر جناب علی علیہ السلام تشریف لائے آنحضرت نے انہیں داخل ہونے کا اذن دیا ہے (ارجح الطالب)

(۱۴۳)۔ جمیع بن عمیر التیمی کہتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ کی خدمت میں گیا میں نے ان سے پوچھا لوگوں میں سے کون آنحضورؐ کو محبوب تھا کہنے لگیں عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں سے ان کا شوہر۔ (نسائی)

(۱۴۴)۔ مجمع رضی اللہ عنہ ناقل ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ کی خدمت میں گیا اور جنگ جمل کی وجہ پوچھی فرمانے لگیں یہ خدا کی تقدیر تھی اور پھر میں نے جناب امیر کی نسبت پوچھا فرمانے لگیں تو نے ایسے شخص کی نسبت پوچھا ہے جو آنحضرتﷺ کو سب لوگوں سے پیارا تھا۔ (طبری فی الریاض)

حجتہ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاالعلوم میں نقل کرتے ہیں کہ جس شب کو جناب رسولﷺ کے بستراقدس پر جناب امیر علیہ السلام سو رہے تھے۔ پروردگار عالم نے جبرائیلؑ و میکائیلؑ سے ارشاد کیا میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ بنائی ہے پس تم دونوں میں کوئی ایسا ہے کہ اپنے بھائی کو اپنی عمر سے کچھ حصہ دے دونوں ہی اپنی طول حیات کے متدعی ہوئے۔ پروردگار نے فرمایا جاؤ تم علی کی مثل نہیں ہو۔ میں نے علیؑ کو محمدﷺ کا بھائی بنا دیا ہے وہ اپنی زندگی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کر رہا ہے تم زمین پر جا کر اسے اس کے دشمنوں سے بچاؤ پس جبرائیلؑ ان کے سرہانے اور میکائیلؑ ان کے پائینتی اترے اور پکارنے لگے شاباش اے علی تیرا مثل کوئی نہیں خدا اور فرشتے تجھ پر فخر کرتے ہیں پس آنحضورؐ پر اسی رات یہ آیت نازل ہوئی۔ "لوگوں میں سے وہ آدمی بھی

ہے جو اپنی جان کو خدا کی رضا کے لیے بھیجتا ہے اور اللہ مہربان ہے اپنے بندوں پر

(۱۴۵)۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھ کو چھوڑا اور جس نے مجھ کو چھوڑا اس نے خدا کو چھوڑا۔

(۱۴۶)۔ ابو رافع جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ کا غلام روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ خدا دشمنی کرتا ہے اس شخص سے جو علیؑ سے دشمنی کرتا ہے۔ (ارجح المطالب)

(۱۴۷)۔ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے علی کی شان گھٹائی اس نے میری شان گھٹائی (ارجح المطالب)

(۱۴۸)۔ زربن حبشیس سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے کہ قسم ہے اس ذات کی کہ دانہ کو پھاڑ کر درخت پیدا کرتا ہے اور آدمی کو ظاہر کرتا ہے مجھ سے آنحضرت ﷺ نے عہد کیا ہے کہ مجھے نہیں دوست کہے گا مگر مومن اور مجھ سے نہیں بغض کرے گا مگر منافق۔ (فردوس الاخبار)

(۱۴۹)۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔ (ارجح المطالب)

(۱۵۰)۔ ابو عبداللہ الجدلی کہتا ہے کہ میں جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا مجھ سے فرمانے لگیں کیا تو رسول اللہ ﷺ کو برا کہا کرتا ہے میں نے عرض کیا معاذاللہ فرمانے لگیں میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جس نے علی کو برا کہا مجھے برا کہا۔ (نسائی)

(۱۵۱)۔ ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے علی کو برا مت کہو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔ (ارجح المطالب)

(۱۵۲)۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب سرور کائنات نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ جو شخص تجھ سے محبت کرے گا وہ

امن اور ایمان میں گھیرا ہوا رہے گا اور جو شخص تجھ سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو کفر کی موت مارے گا۔ (خوارزمی)

(۱۵۳)۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ پس وہی قیامت کے روز جنت کے رفیع درجوں تک پہنچنے والے ہیں اور اسی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کرتے ہیں وہی لوگ سب خلقت سے اچھے ہیں۔ (ارجح المطالب)

(۱۵۴)۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومن نہ پہچانے جاتے۔ (ارجح المطالب)

(۱۵۵)۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ بہ تحقیق لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کیے ہیں اور اچھے وہی لوگ سب خلقت سے بہترین ہیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی سے ارشاد کیا کہ وہ لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں قیامت کے روز خوش اور خوشنود کیے گئے ہیں۔ (ارجح المطالب)

(۱۵۶)۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بہ تحقیق سرور دین پناہ نے جناب مرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ جو چار اشخاص کہ سب سے اول جنت میں داخل ہونگے۔ وہ میںؐ اور توؑ حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور ہماری ذریت ہمارے پس پشت اور ہمارے ازواج اور ان کے پس پشت اور ہمارے ازواج ان کے اور ہمارے شیعہ ہمارے داہنے بائیں ہوں گے۔ (المعجی الکبیر)

(۱۵۷)۔ جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ یا علی بہ تحقیق خدائے تعالیٰ نے تجھے اور تیری ذریت کو اور تیری

اولاد کو اور تیرے اہل کو اور تیرے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے پس تو خوش
ہو کہ تو انزع اور بطین ہے۔ (اخرجہ الدیلمی الاخبار)

جنگ جمل

حضرتؑ کے خلیفہ ہوتے ہی طلحہ زبیر اور حضرت عائشہ نے قتل حضرت عثمانؓ کا الزام لگا کر آپ سے مخالفت شروع کر دی اور ایک کافی جماعت مہیا کر کے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس سفر میں ایک چشمہ پر پہنچیں۔ جس کا نام حواب تھا۔ آپ ایک اونٹ پر سوار تھیں۔ اس وجہ سے اس لڑائی کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ حواب کے کتے حضرت عائشہ کے اونٹ کو دیکھ کر جمع ہوئے اور بھونکنے لگے۔ حضرت عائشہ کو معلوم ہوا کہ اس چشمہ کو ماء حواب کہتے ہیں تو چلائیں کہ مجھے واپس لے چلو۔ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میری ایک بیوی ایسی ہے۔ جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ اے عائشہ ڈرنا کہیں تم ہی وہ بیوی نہ ہو۔ مگر ان کی بھانجے عبداللہ بن زبیر نے جھوٹی قسم کھا کر ان کو یقین دلایا کہ یہ ماحواب نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کی فوج ۲۰ ہزار اور حضرت عائشہ کی فوج ۳۰ ہزار تھی۔ حضرت علی نے دیکھا کہ اہل جمل باز نہیں آتے تو اپنی فوج کو سمجھانے اور ہدایت کرنے لگے۔ ۱۔ بہادرو! دیکھو اس جنگ سے تمہاری نیت صرف دشمن کا دفع کرنا۔ ۲۔ جب تک فریق مخالف کی طرف سے ابتداء جنگ نہ ہو تم لڑائی شروع نہ کرنا۔ ۳۔ خبردار جو لوگ بھاگیں ان کا تعاقب نہ کرنا۔ ۴۔ زخمی' بیمار' عورتوں اور بچوں سے تعرض نہ کرنا نہ ان پر ہتھیار اٹھانا۔ ۵۔ جو لوگ مقتول ہو جائیں ان کے کپڑے نہ اتارنا۔ ۶۔ جو شخص صلح پیش کرے اس کے ہتھیار نہ لینا اور نہ اسے مارنا۔ ۷۔ بعد فتح کوئی شخص کسی کے گھر نہ گھسے۔

جب حضرت عائشہ نے حضرت علیؑ کو اس شان سے دیکھا تو اپنے پاس کے لوگوں سے کہا علیؑ کی طرف دیکھو کہ آج ان کے افعال ان افعال سے بالکل مشابہ ہیں۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ کے بدر کے روز تھے۔ اور حضرت علیؑ نے جناب عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے عائشہ بہت جلد تم اپنے اس فعل پر شرمندہ اور پشیمان ہو گی۔ غرض دشمن کی فوج نے حضرت علیؑ کی فوج پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ لیکن حضرت علیؑ نے اپنے سالاروں کو جنگ شروع کرنے کی اجازت نہیں

دی۔ جب حضرتؑ کی فوج نے اصرار کیا کہ ہمیں بھی جواب دینے کی اجازت ہو کہ دشمن زیادہ سختی سے حملے کر رہے ہیں۔ تو حضرتؑ نے خدا کی درگاہ میں عرض کی۔ اے اللہ میں نے بہت عذر کئے اور ان سب کو ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر یہ نہیں مانتے تو گواہ رہنا۔ پھر ایک شخص کو ان کی طرف بھیج کر ان کو جنگ سے باز رہنے کی آخری کوشش کی۔ مگر اس کو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔ تب حضرتؑ نے فرمایا اب ان سے لڑنا حلال ہو گیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ طلحہ قتل ہو گئے۔ زبیر بھی مارے گئے۔

حضرت عائشہ شکست کھا کر مغلوب ہوئیں اور ان کی فوج بھاگ گئی۔ جناب امیرؑ نے جناب عائشہ کی حفاظت کی اور کوئی زخم نہیں لگنے دیا۔ انہوں نے حضرت سے کہا اے علیؑ تم نے فتح پائی۔ اب نیکی اور احسان کرو۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے سب اہل لشکر کو امان دی۔ اس کے بعد حضرت نے حکم دیا کہ کشتوں کو دفن کر دیں اور مخالفین کے ہتھیاروں اور مال و اسباب کو جامع بصرہ میں جمع کرا کے اعلان کرا دیا کہ لوگ اپنا مال لے جائیں اس جنگ میں ۱۳ ہزار آدمی حضرت عائشہ کی طرف کے اور ۵ ہزار جناب امیرؑ کی فوج کے مارے گئے۔ (مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۷۷) پھر حضرت نے جناب عائشہ کو پچاس ہزار درہم دلوا کر اور بصرہ کی چالیس (۴۰) یا ستر (۷۰) عورتوں کو مردانہ لباس میں مسلح کرا کے ان کے ساتھ نہایت عزت و حرمت و آرام سے مدینہ روانہ کر دیا۔

فتح کے بعد جناب امیرؑ نے جناب عبداللہ بن عباس کو بصرہ کا گورنر اور زیاد کو ان کا نائب مقرر کیا۔ اور ۱۶ رجب ۳۶ھ کو اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ روانہ ہوئے۔ کچھ دنوں یہاں رہ کر کوفہ، عراق، خراسان، یمن، مصر اور حرمین کا انتظام کیا اور اس اندیشے سے کہ معاویہ عراق پر قبضہ نہ کرے کوفہ کو دارالخلافہ مقرر کر کے یہیں مقیم ہو گئے۔

جنگ صفین

جنگ جمل کے زمانے میں معاویہ جو حضرت عمرؓ کے زمانے سے شام کا گورنر تھا۔ شامیوں کو قتل عثمان کی سازش کے اہتمام میں حضرت علیؑ کے خلاف بھڑکا رہا تھا۔ اور اسی حیلہ سے حضرت علیؑ کو خلافت سے معزول کرنے اور خود خلیفہ بن جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے جنگ کا پورا سامان کر لیا حضرت علیؑ نے اس کو فتنہ و فساد سے روکنے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہیں مانا بلکہ حضرت سے لڑنے کے لیے اپنی ایک لاکھ بیس ہزار فوج مقام صفین میں جمع کی تو جناب امیرؑ بھی نوے ہزار فوج سے اس کے مقابلے پر چلے۔ حدود جزیرہ میں پہنچے تو پانی نہیں ملا لشکر پیاس سے بے چین ہوا۔ وہاں عیسائیوں کا ایک دیر تھا۔ حضرتؑ نے اس کے راہب کو بلا کر فرمایا۔ وہ چشمہ بتاؤ جو یہیں ہے۔ اور اس سے انبیاء نبی اسرائیل نے پیا ہے۔ راہب نے عرض کی۔ اس منزل میں ایک پوشیدہ چشمہ ہے۔ ضرور مگر اسے پیغمبرؐ یا وصیؑ پیغمبرؐ کے سوا کوئی کھول نہیں سکتا۔ اگر آپ وہ چشمہ مجھے دکھا دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہوں۔ حضرتؑ نے ایک جگہ کھدوایا تو بڑا پتھر نکلا۔ جس کو بہت سے آدمی مل کر بھی نہ ہٹا سکے۔ تب حضرت نے خود اکیلے اس پتھر کو نکال کر پھینک دیا جس کے نیچے صاف پانی کا چشمہ نکل آیا۔ سب لشکر والوں نے پیا۔ عیسائی راہب یہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور ایک صحیفہ دیر سے نکال کر دکھایا۔ جس میں نبی آخر الزمانؐ کی بعثت اور جناب امیرؑ کے اس جگہ پہنچ کر چشمہ ظاہر کرنے کا حال لکھا تھا۔ اور وہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری جناب شمعون الصفا کا لکھا ہوا تھا۔ حضرت اسے دیکھ کر شکر خدا بجا لائے اور آگے روانہ ہوئے۔ راہب بھی ساتھ رہا اور جنگ صفین میں شہید ہو گیا۔ (روضتہ الصفا جلد ۲ صفحہ ۳۹۲)۔

جب حضرتؑ کی فوج لشکر معاویہ کے مقابل پہنچ گئی تو معاویہ نے نہر فرات پر پہلے ہی قبضہ کر کے اس کا پانی حضرتؑ کی فوج پر بند کردیا۔ حضرتؑ نے معاویہ

کے پاس پیغام بھیجا کہ پانی روکنا مناسب نہیں مگر معاویہ کسی طرح نہیں مانا۔ تو حضرت کی فوج نے اصرار کیا کہ حضور اجازت دیں۔ ہم لڑ کر پانی لائیں۔ مجبوراً حضرت نے اجازت دی۔ حضرتؑ کی فوج نے زور و شور سے لڑ کر گھاٹ چھین لیا۔ اب تو معاویہ بہت گھبرایا کہ پیاس سے اس کا لشکر ہلاک ہوگا۔ مگر اس کے وزیر عمروعاص نے کہا۔ حضرت علیؑ تمہارے جیسے نہیں ہیں۔ وہ کفو کریم ہیں۔ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ معاویہ نے مجبوراً جناب امیرؑ کے پاس درخواست بھیجی کہ ہمارے لشکر پر پانی بند نہ کیا جائے۔ حضرتؑ تو کریم بن کریم خلیفہ رحمتہ اللعالمین اور ساقی کوثر تھے۔ جواب دیا ہم کسی پر پانی بند نہیں کرتے۔ مطمئن رہو اور عام منادی کرادی کہ پانی سب کے لیے حلال ہے۔ دونوں لشکروں میں سے جسکو ضرورت ہو لے جائے۔ مگر معاویہ نے اپنی کاروائی نہیں روکی۔ عراق کی طرف سے جو رسد جناب امیرؑ کے لشکر میں آتی تھی بند کرا دی۔ غرض معاویہ حضرتؑ کو ہر طرح ستانے کی تدبیریں کرتا اور حضرتؑ اس کو سمجھانے اور مسلمانوں کی خون ریزی سے باز رکھنے کی پوری کوشش کرتے رہے مگر کوئی اثر نہیں ہوا۔

غرض ماہ ذی الحجہ ۳۶ ہجری میں فریقین کی فوجیں بمقام صفین جمع ہوئیں۔ حضرتؑ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی فوج کو تاکید کر دی تھی کہ جب تک یہ لوگ ابتدا نہ کریں تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا۔ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا۔ ان کے مالوں سے کچھ نہ لینا۔ کسی کا راز فاش نہ کرنا۔ زخمی کے ساتھ سختی نہ کرنا۔ عورتوں کو اذیت پہنچا کر غیظ غضب میں نہ لانا۔ اگرچہ وہ تمہارے سرداروں کو سب وشتم کریں کیونکہ ان کی قوتیں کمزور اور ان کی عقلیں ان کے نفوس ضعیف ہیں۔ عہد رسولؐ میں بھی ہم پر مامور تھے۔ کہ ان سے باز رہیں۔ حالانکہ وہ مشرکہ عورتیں تھیں۔ ذی الحجہ معمولی لڑائیوں میں گزرا۔ محرم ۳۷ ہجری میں لڑائی بند رہی۔ یکم صفر ۳۷ ہجری سے سات دن تک برابر صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔

معروف صحابہ جو جنگ صفین میں معاویہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ عمار

یاسر، ہاشم ابن عتبہ، خزیمہ ابن ثابت۔ اویس قرنی دیگر صحابہ۔ حضرت علیؑ کے ساتھ اٹھارہ سو تھے۔ ان میں سے نوے وہ صحابی تھے۔ جو بیعت رضوان سے مشرف ہوئے تھے۔ حضرت علیؑ کے لشکر سے کل پچیس ہزار شہید ہوئے۔ لشکر معاویہ سے ستر ہزار قتل ہوئے۔ ایک سو بیس دن کی اس جنگ میں ستر (۷۰) جنگیں ہوئیں۔ ایک دن حضرت امیرالمومنین نے باآواز بلند فرمایا معاویہ لوگوں کو نہ مروا۔ تو خود آ جا میں اور تو مقابلہ کر لیں جو مارا جائے گا۔ دوسرا بلا شرکت غیرے حکمران ہو گا۔ اور یہ نزاع ختم ہو جائے گی۔ عمرو عاص نے کہا معاویہ علیؑ نے بات انصاف کی کہی ہے معاویہ نے کہا تو نے مجھے کبھی غلط مشورہ نہیں دیا۔ آج کیا تو حکومت شام کا خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ معاویہ نے عروہ ابن داؤد سے کہا۔ جا کیا دیکھ رہا ہے۔ علیؑ مقابلہ کے لیے بلا رہا ہے۔ عروہ مقابلہ میں آیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ لگی کہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ایک دن حضرت علیؑ نے اپنے کو اجنبی بنا لیا۔ اور میدان جنگ میں مبارز طلبی کی۔ غلطی سے عمرو ابن عاص مقابلہ میں آ گیا۔ حضرت علیؑ نے اسے آتا دیکھ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی عمرو سمجھا کہ مجھ سے ڈر گیا ہے اس نے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا۔ اور رجز خوانی کرنے لگا۔ آج تو اگر علیؑ بھی مقابلہ میں آتا تو میں اسے قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور فرمایا۔ عمرو اگر تو علیؑ ہی کو مارنا چاہتا ہے تو پھر آ میں ہی علیؑ ہوں۔ یہ سن کر عمرو کے ہوش اڑ گئے۔ اور اس نے گھوڑے کو دوسری طرف بھگا دیا ۔ حضرت علیؑ نے تعاقب کر کے گھوڑا پیچھے لگایا۔ اور پیچھے سے نیزہ کا وار کیا۔ نیزہ زرہ میں اٹک گیا۔ جونہی حضرت علیؑ نے نیزہ نکالنے کی خاطر جھٹکا دیا۔ عمرو گھوڑے سے گر گیا۔ اور گرتے ہی الٹا ہو کر کپڑا اٹھا دیا۔ حضرت علیؑ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا اور واپس آ گئے۔ معاویہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ معاویہ کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔ جب عمرو پہنچا اور معاویہ کو ہنستا دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا بات ہے۔؟ معاویہ نے کہا۔ دنیا کا پہلا انسان تو ہے۔ جو اپنی شرمگاہ کا مرہون منت ہے۔ اگر علیؑ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ پیچھے سے نیزہ گزار ہی دیتا۔ لیکن یہ علیؑ کی حیا تھی کہ تو بچ کر

آ گیا ہے۔

معاویہ کا ایک پہلوان بسرا بن ارطاق بھی تھا۔ (اس سے صحاح ستہ میں کافی احادیث مروی ہیں۔ اس نے اپنے غلام سے مشورہ لیا کہ علیؑ کے مقابلہ میں جانے کے لیے تیرا کیا مشورہ ہے؟ غلام نے کہا اگر تو آپ زندگی سے اکتا چکے ہیں تو پھر بسم اللہ اور اگر آپ اس خواہش میں جانا چاہتے ہیں کہ ممکن ہے آپ علیؑ کو مار سکیں گے۔ یہ خیال انتہائی خام ہو گا۔ بسر نے کہا تعجب ہے تو مجھے موت سے ڈرا رہا ہے۔ موت ہی ہے کوئی بلا تو نہیں مرنا تو بہر صورت ہی تلوار سے۔ نہیں تو بستر پر۔ یہ کہہ کر بسر مقابلہ کے لیے میدان میں آ گیا۔ حضرت علیؑ نے جب اسے اپنے مقابلے میں دیکھا تو آپ نے حملہ کیا۔ بسر پہلے حملہ ہی میں گھوڑے پر نہ ٹھہر سکا۔ زمین پر گر گیا۔ جب بسر کو اپنا انجام نظر آنے لگا۔ تو فوراً اوندھے منہ ہو گیا اور پیچھے سے کپڑا ہٹا دیا حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا اور چلے گئے بسر جب سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے سر سے خود گر گیا۔ جب شیعان علیؑ نے دیکھا تو عرض کیا قبلہ یہ تو بسر تھا۔ اسے تو کسی حالت میں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ آپ نے فرمایا دفع کرو۔ جو طریقہ جان بچانے کا ان لوگوں نے اختیار کیا ہے وہ انہی کو مبارک ہو مجھ سے بے شرمی نہیں ہو سکتی۔ معاویہ بسر کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ اور بسر شرمانے لگا۔ معاویہ نے کہا بسر شرمانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ تو پہلا شخص نہیں بلکہ تجھ سے پہلے عمرو عاص بھی اسی ذریعہ سے جان بچا کر آیا ہے۔ بسر عمرو کو دیکھ کر اور عمرو بسر کو دیکھ کر ہنستا تھا۔ حضرت علیؑ کے لشکر میں سے ایک نوجوان نے کہا اے شامیو! تمہیں شرم ہے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے عمرو عاص نے تمہیں جان بچانے کا نیا گر سکھایا ہے پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔ کیا جنگ کے ہر دن تمہارے جنگجو بہادر اسی طرح لڑیں گے کہ اس کی شرمگاہ بھرے میدان عوامی معائنہ کے لیے کھلی ہو گی۔ اور ہر بہادر سے علیؑ اپنا تنا ہوا نیزہ اس حالت میں روک لے گا۔ اور معاویہ خیمہ میں تنہا بیٹھ کر یونہی قہقہے لگاتا رہے گا۔ لعنت ہو اس توہین آمیز ایسی بری صورت حال پر جس کی رسوائی تاقیامت نہ مٹے گی۔ اب عمرو عاص اور بسر ابن

ارطاق سے کہہ دو کہ اپنی راہ لو اور دوسری مرتبہ کبھی شیر کے سامنے نہ آنا۔ تم دونوں اور کسی کا شکریہ ادا نہ کرنا اگر شکریہ ادا کرنا علیؑ کی حیاء اور اپنی شرمگاہوں کا شکریہ ادا کرنا انہیں دو چیزوں نے تمہیں دوسری زندگی دی ہے اگر تمہاری شرمگاہ کی نمائش اور علیؑ کی حیا یہ دو چیزیں نہ ہوتیں۔ تو تم نیزہ سے بچ نہیں سکتے تھے۔ اور یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ علیؑ کو کبھی دوسرا وار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ جب حضرت علیؑ کسی کو قتل کرتے تو تکبیر کہتے معاویہ نے کہا کہ لیلۃ الہریر میں حضرت علیؑ نے نو سو سے زیادہ آدمی قتل کیے تھے۔ لشکر شام میں ہر طرف الغیاث الامان کی فریادیں بلند تھیں نہایت ہی گھسان کا رن پڑا تھا۔ آخر معاویہ کی فوج بھاگنے لگی اور اسے مکمل شکست ہونے ہی کو تھی کہ عمرو بن عاص کا مکر و فریب کام آیا۔

اس نے نیزوں پر قرآن بلند کرا دیے اور باآواز یہ کہلانا شروع کر دیا کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ کلام اللہ ہے۔ مقصود یہ تھا کہ جنگ موقوف کر کے اس کے مطابق ہم لوگ فیصلہ کر لیں اس پر حضرت علی علیہ السلام کی طرف والوں میں سے اشعث بن قیس اور چند دوسروں سرداروں نے جو معاویہ سے بڑی بڑی رشوتیں لے چکے تھے۔ لڑائی موقوف کر دی اور حضرتؑ کو کہا کہ قرآن کو ماننا چاہیے حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ عمرو عاص اور ان کے طرف داروں کو دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے میں ان سے اسی لیے لڑتا ہوں کہ یہ دین دار ہو جائیں انہوں نے فریب دینے کے لیے قرآن بلند کیے ہیں مگر انہوں نے کچھ نہ سنی اور حضرت علی علیہ السلام کو لڑائی بند کر دینے پر مجبور کیا حضرت علی علیہ السلام نے ہاتھ روک لیا تب زور دیا کہ مالک اشتر کو بھی بلا لیا جائے حضرت نے ان کے پاس آدمی بھیجا تو انہوں نے جواب دیا کہ اب معرکہ ختم ہے۔ لشکر معاویہ کے پاؤں اٹھتے ہی ہیں مگر حضرت نے پھر بلایا تو وہ افسوس کرتے ہوئے حاضر ہوئے اور دیکھا کہ لشکر کا رنگ ہی بدل گیا ہے۔ یہ حضرت علی علیہ السلام سے انحراف کرنے والے اس وقت سے خارجی کے نام سے مشہور ہوئے۔ پھر اشعث بن قیس

حضرت علی علیہ السلام سے اجازت لے کر معاویہ کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم نے قرآن کیوں بلند کیے ہیں۔

معاویہ نے کہا اس غرض سے کہ تم اور ہم دونوں اس بات کو قبول کریں جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ ایک آدمی کو تم اپنی طرف سے مقرر کرو ایک کو ہم مقرر کرتے ہیں۔ وہ دونوں حکم کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ دیں ہم دونوں اس پر عمل کریں گے۔ لوگ اس پر راضی ہوں گے شامیوں نے عمرو عاص کو اشعث و خوارج نے ابو موسیٰ اشعری کو حکم مقرر کیا۔

مگر حضرتؑ نے ابو موسیٰ کو پسند نہیں کیا اور چاہا کہ عبداللہ بن عباس کو مقرر کریں۔ لیکن خوارج نے کہا ہم ابو موسیٰ کے سوا کسی سے راضی نہیں ہونگے۔ مجبوراً" حضرتؑ نے فرمایا جب تم میری بات مانتے ہی نہیں تو جو چاہو کرو اس کے بعد لڑائی بند ہو گئی۔ دونوں حکم حضرت کے پاس آئے۔ اقرار نامہ اس طرح لکھنا شروع ہوا۔ یہ وہ اقرار نامہ ہے۔ جس پر فیصلہ کیا امیرالمومنین علی مرتضیٰؑ نے اس پر عمرو عاص نے ٹوکا کہ یہ تمہارے امیر ہیں ہمارے نہیں اس پر جھگڑا ہوا تو حضرت نے فرمایا اللہ اکبر یہ قضیہ مثل قضیہ کے لیے ہے صلح حدیبیہ میں جب میں نے محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ تو کفار نے کہا آپ رسول اللہ نہیں ہیں۔ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوایئے اس وقت آنحضرت نے لفظ رسول اللہ مٹا دیا اور مجھ سے فرمایا تھا اے علیؑ تم کو بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا۔ (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ غرض ۱۳ صفر ۳۷ ہجری کو اس امر پر صلح ہو گئی کہ یہ دونوں حکم موافق قرآن و سنت کے حکم دیں اگر خلاف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ حکم دیں تو امت رسولؐ اس حکم سے بیزار ہو جائے۔ اس وقت فریقین اپنے اپنے گھر واپس جائیں اور ماہ رمضان میں فیصلہ دیں۔ اس کے بعد طرفین کے لوگ میدان جنگ سے روانہ ہونے لگے تو خارجیوں نے اس صلح پر بھی شور مچایا کہ علیؑ نے حکم پر رضا مندی ظاہر کی وہ اب مسلمان نہیں رہے۔ اللہ جو حکم دیتا وہی ٹھیک تھا۔ ان الحکمہ الا اللہ (اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہو سکتا) لڑائی ہی سے فیصلہ کر لیا جاتا عمرو

عاص اور ابو موسیٰ کیا فیصلہ کریں گے۔ حضرت نے فرمایا تم لوگوں نے نیزوں پر قرآن دیکھ کر مجبور کیا۔ اور اب کہتے ہو کہ حکم کیوں مقرر کئے گئے۔ غرض یہ لوگ وہیں سے جدا ہو گئے اور خوارج کہلانے لگے۔

حکمین اذرح میں جمع ہوئے اور رائے کی کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے نیا خلیفہ مقرر کیا جائے۔ عمرو عاص نے ابو موسیٰ سے کہا آپ بزرگ ہیں۔ پہلے آپ ہی تقریر کیجئے۔ "ابو موسیٰ نے مجمع کو خطاب کر کے کہا" ہم دونوں کی متفقہ رائے ہے۔ کہ علیؑ و معاویہ دونوں معزول کر دیے جائیں۔ اب جس کو چاہو تم لوگ خلیفہ بنا لو اس کے بعد عمرو عاص کھڑا ہوا اور کہا جو کچھ ابو موسیٰ نے کہا تم لوگوں نے سنا۔ انہوں نے علیؑ کو برطرف کر دیا ہے۔ میں بھی ان کو برطرف کرتا ہوں۔ اور معاویہ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔

اس پر ابو موسیٰ بگڑے کہ تو نے فریب کیا اور مجمع پراگندہ ہو گیا۔ اس مکاری کی کاروائی کے بعد عمرو عاص نے دمشق جا کر معاویہ کو خلیفہ بنا دیا اور معاویہ نے حکم دیا کہ علیؑ حسنؑ حسینؑ ابن عباس اور مالک اشتر پر لوگ منبروں پر لعنت کیا کریں۔ (نعوذ باللہ) غرض اس روز سے حضرت کے ہر کام میں ضعف ہوتا اور معاویہ قوت پکڑتا گیا۔

جنگ نہروان

حضرت علیؑ اور آپ کے طرف داروں نے اس مکاری کے فیصلہ کو نامنظور کر کے معاویہ پر دوبارہ فوج کشی کرنی چاہی کہ خارجیوں کی بغاوت کی خبر پہنچی جو حضرت سے علیحدہ ہو کر کوفہ کے پاس مقام حرورا میں آ رہے تھے۔ تو حضرت نے بہت سمجھایا کہ حاکم مقرر کرنے کا حکم خود قرآن میں موجود ہے۔ مگر وہ کسی طرح نہ مانے اور ۱۰ شوال ۳۷ھ ہجری کو اپنا ایک سردار مقرر کر کے بغداد سے) فرسخ پر مقام نہروان میں ٹھہرے اور مسلمانوں کو بری طرح ستانے لگے۔

اس طرح اواخر ۳۷ ہجری میں جنگ نہروان ہوئی۔ ۱۲ ہزار خارجی میں سے بعض نے حضرت کی اطاعت کر لی اور بعض کوفہ و مدائن کو چلے گئے۔ چار ہزار خوارج نے حضرت کی فوج پر حملہ کیا۔ مگر سب مارے گئے۔ اس کے بعد حضرتؑ نے شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ مگر سوائے چند آدمیوں کے سب نے تھکن اور ہتھیاروں کی خرابی کا عذر کیا۔ اس وجہ سے حضرتؑ نے چند روز تک جنگ کو ملتوی کر دیا۔ اس زمانے میں حضرت کی طرف سے مصر کے گورنر محمد بن ابی بکر تھے۔ معاویہ نے حضرت علیؑ کو خوارج کے ساتھ مشغول جنگ دیکھ کر ۳۸ ہجری کے شروع میں عمرو عاص کو ۶ ہزار فوج کے ساتھ مصر روانہ کر دیا۔ تو محمد بن ابی بکر نے تمام واقعہ کی اطلاع حضرت کو بھیج دی۔

حضرت نے فوراً" مالک اشتر کو محمد بن ابی بکر کی مدد پر روانہ کر دیا۔ معاویہ کو یہ خبر پہنچی تو بہت گھبرایا کہ اب کیا ہو۔ آخر مخفی طور پر عریش کے زمیندار کو لکھ کر بھیجا کہ مالک اشتر مصر جاتے ہوئے تمہارے گاؤں سے ضرور گزریں گے۔ ان کو زہر سے ہلاک کر دو تمہیں ۲۰ سال کا خراج معاف کروں گا۔

مالک وہاں پہنچے تو روزے سے تھے۔ زمیندار نے دعوت کر کے زہر کا شربت پلا کر شہید کر دیا۔ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ طبری جلد ۶ صفحہ ۵۴ وغیرہ) غرض ۳۸ھ ہجری میں محمد بن ابی بکر اور عمرو عاص میں جنگ ہوئی۔ محمد زخمی ہو کر پکڑے گئے اور انہیں زندہ ایک گدھے کی کھال میں سی کر جلا دیا گیا۔ جس کے

بعد عمرو عاص نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ جب حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی محمد کے اس طرح مارے جانے کی خبر سنی تو بہت رنج کیا اور ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو عاص کے لیے بد دعا کرتی تھیں (تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۴۳)

معاویہ دلیر ہوتا گیا اور ۳۸ ہجری سے ۴۰ ہجری تک حضرت علیؑ کے مختلف ملکوں پر حملے کرتا اور بصرہ، ہیت، عین التمر، تیما، ثعلبیہ، قطقطانہ، حجاز مکہ و مدینہ وغیرہ اور یمن پر لوٹ مار کی۔ جنگی مہمیں بھیجتا رہا جو وہاں کے باشندوں کو قتل و غارت کرتیں اور جب حضرتؑ کی فوجیں پہنچیں تو بھاگ جاتیں۔ ۴۰ ہجری میں معاویہ نے حضرت علیؑ سے خط و کتابت کر کے حضرت کو اس پر راضی کر لیا کہ طرفین کے حملے روک دیے جائیں۔ کوئی لوٹ مار کے ارادہ سے دوسرے ملک میں داخل نہ ہو اور شام و مصر میں معاویہ کا اور عراق و دیگر ممالک اسلامیہ میں حضرت علیؑ کا قبضہ رہے۔

حضرت کے کل ایام خلافت باغیوں سے لڑنے میں بسر ہوئے جنگ جمل کے بعد خراسان و سینان کی بغاوتیں فرو کر کے مطیع بنایا گیا۔ آپ کے عہد میں فارس کا لشکر مکران اور نہرج اور کوہ بابہ سے ہو کر قیضان کے پہاڑ تک آیا۔ مگر اہل اسلام لڑ کر مکران میں جا ٹھہرے۔

سخاوت حضرت علی علیہ السلام

سخاوت کا یہ عالم تھا خود روزے رکھا کرتے اور اپنا کھانا مانگنے والوں کو دے دیتے۔ حضرت علیؑ کے حق میں سورۃ دہر کی یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

یطعمون الطعام علی حبه سخاوت میں بنی ہاشم خصوصاً" آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور تھے۔ حضرت علی اتنے سخی تھے کہ فقرا اور مسکین کے سامنے آپ نے اپنے نفس یا اپنے عیال کے نفس کا کبھی بھی خیال نہ کیا یہودیوں کے باغ میں اکثر دن بھر مزدوری کرتے۔

راستے میں سائل مل جاتا اس کو رقم اجرت دے دیتے اور خالی ہاتھ گھر واپس آتے۔ اکثر اوقات دوسروں کی حاجت روائی قرض لے کر بھی کرتے۔ اگرچہ گھر میں فاقے ہوتے۔ لیکن سائل کو سب کچھ دے دیتے۔ دوسروں کی تکلیف کے سامنے اپنی اور اپنے عیال کی تکلیف کو بھول جاتے۔ ساری دنیا میں یہ خصوصیت صرف حضرت علیؑ ہی کے دروازہ کو حاصل تھی کہ سائل کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔

حضرت علیؑ ہی تھے کہ ان کے پاس ایک مرتبہ چار درہم آ گئے۔ تو انہوں نے ایک درہم دن میں خیرات دی۔ ایک رات کے وقت خیرات کیا۔ ایک پوشیدہ صدقہ دیا اور چوتھا لوگوں کے دیکھتے ہوئے صدقہ دیا۔ اور اللہ نے یہ تمغہ دیا۔

الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرا و علانیة

حضرت علیؑ ہی تھے جنہوں نے یہودیوں کے باغ میں اجرت پر اتنا پانی کھینچا کہ ہاتھوں پر گٹے پڑ گئے۔ اور اپنی یومیہ اجرت صدقے میں دے دی۔ حضرت علیؑ ہی تھے جو اپنے شکم پر پتھر باندھے رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ کی سخاوت کی انتہا یہ ہے کہ آج تک کسی سائل نے یہ نہیں بتایا کہ حضرت علیؑ نے مجھے لا (نہیں) کہا ہو۔

حضرت علیؑ ہی تھے جن کے وہ بدترین دشمن جو ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں علیؑ کا کوئی عیب مل جائے وہ حضرت علیؑ کے دیگر اوصاف کے علاوہ آپ کے جود کی تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بھوک کی شکایت کی۔ رسول اللہ

نے اسے اپنی ازواج کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا آج کا کھانا اس شخص کو کون دے گا۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں۔ جناب فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے۔ اور پوچھا اے بنت رسولؐ کیا کھانے کے لیے کوئی چیز ہے۔ عرض کیا ہمارے پاس ایک بچے کا کھانا رکھا ہوا ہے۔ لیکن ہم ایثار سے کام لیں گے۔ اور اپنے مہمان کو دے دیں گے۔ علیؑ نے فرمایا اے دختر رسولؐ بچوں کو سلا دیجیئے اور چراغ گل کر دیجیئے۔ دونوں نے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو جناب فاطمہؑ چراغ لائیں۔ تو دیکھا کہ پیالہ کھانے سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نے صبح کے وقت رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب رسول اللہ نے نماز کا سلام پھیرا تو علیؑ کو دیکھ کر سخت روئے۔ اور فرمایا اے امیرالمومنین تمہارے رات والے کام سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ویوثرون علی انفسہم و لو کان بہم خصاصتہ یعنی خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ و من یوق شح نفسہ یعنی علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ فاولئک ھم المفلحون ابو اسحٰق کا بیان ہے میں نے چالیس اصحاب رسول سے پوچھا عہد رسول میں سب سے زیادہ سخی کون تھا۔ سب نے جواب دیا علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام۔

ایک دن کسی سائل نے حضرت سے روٹی کا سوال کیا آپ نے قنبر سے فرمایا اس کی حاجت پوری کرو۔ انہوں نے عرض کیا روٹی توشہ دان میں ہے۔ فرمایا معہ توشہ دان دے دو۔ انہوں نے کہا توشہ دان اونٹ پر ہے۔ فرمایا اونٹ سمیت دے دو۔ انہوں نے کہا اونٹ قطار میں ہے۔ فرمایا معہ قطار دے دو۔ قنبر جلدی سے مہار اونٹ کی سائل کے ہاتھ میں دے کر علیحدہ کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے مجھے خوف معلوم ہوا کہیں حضرت مجھے بھی سائل کو نہ ہبہ کر دیں۔ تو ایسا آقا کہاں نصیب ہو گا۔

دوست تو دوست آپ کی سخاوت کے دشمن بھی قائل تھے۔ محفن ابن ابی محفن جب معاویہ کے پاس آیا۔ اور مردود نے کہا میں سب سے زیادہ بخیل (معاذ اللہ علیؑ) کے پاس سے آ رہا ہوں۔ تو معاویہ نے کہا تجھ پر افسوس تو علیؑ کو بخیل کہتا ہے۔ اگر ان کو ایک گھر سونے کا ایک انجیر کا دے دیا جائے تو وہ انجیر کے گھر سے سونے کا گھر پہلے بانٹ دیں گے۔ (مطالب السئول)

اہلسنّت کی مشہور کتاب ارجح المطالب میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا۔ کسی نے اس کو کچھ نہ دیا۔ سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا اے پروردگار گواہ رہیو میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا ہے اور کسی نے مجھے کچھ نہیں دیا جناب علیؑ علیہ السلام نماز میں تھے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی سے اسے اشارہ کیا اور انگوٹھی اس کو عطا فرمائی۔ پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ جھکے ہوئے ہیں۔

معلی ابن خنیس امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام بنو ساعدہ کے چھپر کے نیچے تشریف لائے۔ رات کا وقت تھا۔ آسمان سے بارش ہو رہی تھی۔ لوگ سوئے ہوئے تھے۔ آپ لوگوں کے سرہانے ایک ایک دو دو روٹیاں رکھ کر واپس تشریف لے آئے۔

محمد ابن صمہ اپنے باپ سے وہ آپ کے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے مدینہ میں ایک شخص کو دیکھا جسکی پشت پر مشک تھی۔ اور ہاتھ میں پیالہ تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے معبود ! مومنین کے والی مومنین کے معبود ! مومنین کی جائے پناہ آج رات میری خیرات کو قبول فرمائیے۔ میں نے آج رات اس حالت میں بسر کی ہے کہ میرے پاس صرف اسقدر ہے جو اس پیالے میں ہے۔ یا جو کپڑے ہیں جن کو میں پہنے ہوئے ہوں۔ تو جانتا ہے کہ میں نے سخت بھوک کے

باوجود اپنے نفس کو کھانا کھانے سے روکا ہوا ہے۔ تیرا قرب حاصل کرنے کے لیے اس پیالے والے کھانے کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اے معبود مجھے شرمسار نہ کرنا۔ اور میری دعوت کو رد نہ کرنا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس شخص کے پاس آیا۔ اور اس کو پہچانا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ آپ ایک شخص کے پاس تشریف لائے اور اسے کھانا کھلایا۔ عبداللہ ابن علیؑ ابن حسین سے روایت کہ کہ نبی صلعم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت علیؑ نے گھر میں کوئی چیز نہ پائی۔ جس سے ان حضرات کی تواضع کر سکیں۔ آپ باہر تشریف لے گئے۔ تاکہ کوئی چیز ان کی خاطر مدارات کے لیے حاصل کر سکیں۔ آپ نے ایک دینار کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا۔ اور اسکو اٹھا لیا اور اس کے متعلق اعلان کیا کہ کسی کا دینار تو نہیں گر پڑا۔ جب اس کو لینے والا کوئی نہ ملا تو آپ نے اس سے طعام خریدا۔ اس کو لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو واقع سے آگاہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ اے علیؑ اللہ تعالیٰ تیری نیت سے آگاہ تھا۔ یہ دینار اس نے تجھے دیا ہے اور یہ لوگوں کی ملکیت نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے آپ کے حق میں دعائے خیر کی۔

خاصہ اور عامہ دونوں نے روایت کی ہے۔ کہ خدری اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے بھوک کی حالت میں صبح کی۔ جناب فاطمہؑ سے کھانا مانگا آپ نے کہا میرے پاس تو صرف اسقدر تھا۔ جو میں نے اپنے حسنؑ و حسینؑ کے بعد آپ کو ترجیح دے کر دو روز کھلایا۔ فرمایا آپ نے مجھے کیوں نہ آگاہ کیا۔ تاکہ میں کوئی چیز تمہارے پاس کہیں سے لاتا۔ کہا اے ابوالحسنؑ مجھے خدا سے حیا آئی کہ آپ کو اس چیز کی تکلیف دوں۔ جس پر آپ کو قدرت حاصل نہ ہو۔ حضرت علیؑ نے باہر تشریف لے جا کر رسول اللہ سے ایک دینار قرض لیا۔ کوئی چیز خریدنے کے لیے نکلے۔ راستے میں مقداد مل گئے۔ فاقہ کی وجہ سے اس کی حالت متغیر دیکھی۔ آپ نے دینار اس کو دے دیا۔ مسجد میں تشریف لے جا کر رسول اللہؐ

کے ساتھ نماز ادا کی۔ رسول اللہؐ نماز سے فارغ ہوئے۔ فرمایا اے ابوالحسنؑ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز موجود ہے۔ تمہارے ساتھ چل کر جس سے افطار کروں آپ نے حیا کی وجہ سے سر جھکا لیا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی طرف وحی کی کہ آپ رات کو علیؑ کے ہاں کھانا کھائیں۔ دونوں چل کر جناب فاطمہؑ زہرا کے پاس آئے۔ آپ اپنے مصلیٰ پر عبادت میں مشغول تھیں۔ اور آپ کی پس پشت کھانے کا بھرا ہوا گرم گرم پیالہ موجود تھا۔ جس سے دھواں نکل رہا تھا۔ سیدہؑ نے دونوں کے سامنے پیالہ رکھ دیا۔ علیؑ نے دریافت کیا کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آ گیا۔ فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا رزق ہے جس کو چاہتا ہے بلاحساب دیتا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک حضرت علیؑ کے دونوں شانوں پر رکھ کر فرمایا۔ اے علیؑ یہ تمہارے دینار کا بدلہ ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا۔ خدا کا شکر ہے اس نے مجھے اس وقت تک موت نہ دی۔ حتیٰ کہ میں نے اپنی بیٹی کے ہاں وہ چیز دیکھ لی جس کو زکریاؑ نے مریم کے ہاں دیکھا تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ و یوثرون علی انفسھم اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ حذیفہ کی روایت میں ہے کہ جناب جعفر طیارؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک چادر بطور تحفہ دی۔ فرمایا میں یہ چادر اس شخص کو دوں گا۔ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہو۔ اور اس کو اللہ اور اس کا رسولؐ دوست رکھتے ہوں۔ آنحضرت نے جناب علیؑ کو وہ چادر دے دی آپ نے اسے ایک ہزار مشقال میں فروخت کی۔ یہ رقم فقرا مہاجرین میں تقسیم کی۔ رسول خدا معہ عمار، سلمان، ابوذر اور مقداد حضرت علیؑ سے ملے۔ رسول اللہ نے آپ سے کھانا مانگا۔ حضرت علیؑ نے شرم کی وجہ سے اقرار کر لیا۔ (حالانکہ کھانا گھر میں موجود نہیں تھا) جب یہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو ایک پیالہ

کو کھانے سے بھرا ہوا پایا۔

حضرت علیؑ ایک کافر سے جنگ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ کفار زیادہ تھے۔ کافر نے تلوار مانگی۔ آپ نے دے دی۔ اس نے کہا اب آپ مجھ سے کیسے بچ سکیں گے۔ آپ نے جواب دیا تو نے سائل بن کر مجھ سے تلوار مانگی۔ میری طبیعت نے گوارہ نہ کیا کہ سائل کو رد کردوں۔ اگرچہ وہ کافر ہو۔ رہ گیا بچنا تو دیکھا جائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں رات کے وقت کھانے کو کچھ نہ تھا۔ آپ نے تلوار مجبورا" بیچ ڈالی۔ جب قیمت ملی تو فقرا نے گھیر لیا۔ آپ نے ان پر تقسیم کر دیا۔ خالی ہاتھ گھر چلے آئے۔

ابوالطفیل ناقل ہیں۔ میں نے دیکھا حضرت علیؑ یتیموں کو بلاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے شہد چٹاتے تھے۔ اور ایسی شفقت فرماتے تھے کہ بعض اصحاب کہنے لگے کاش ہم بھی یتیم ہوتے۔

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے تمام اسباب و سامان راہ خدا میں بخش دیا۔ اور آپ کا وہ باغ جو ہر سال دس ہزار دینار میں فروخت ہوتا تھا اس کی کل رقم گھر تک پہنچنے سے پہلے فقرا میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

معجزات حضرت علی علیہ السلام

خدا نے جس طرح انبیاء کو معجزات عطا فرمائے۔ تاکہ سچے دعوے داروں اور جھوٹے مدعیوں میں فرق ہو جائے۔ اسی طرح اوصیا و آئمہ کو بھی معجزات و کرامات عطا کئے۔ تاکہ کاذب و صادق حق و باطل میں فرق نمایاں ہو جائے۔ حضرت علیؑ جن کے مقابلے پر ایک نہیں کئی ایک جھوٹے دعوے دار آنے والے تھے۔ ضروری تھا کہ اثبات حق کے لیے آپ کو معجزات عطا ہوں اور مخلوقات پر خدا کی حجت تمام ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے حکم خدا سے ہزاروں معجزے دکھائے جس میں چند لکھے جاتے ہیں۔

بحار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ یمن سے ایک گروہ سرور انبیاء کے پاس آیا۔ اور عرض کی ہم حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ ہمارے نبی حضرت نوحؑ کا وصی جناب سام تھا۔ اور آپ کا وصی کون ہے آنحضرت نے وصی کا اعلان کر دیا تھا۔

آنحضرت نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا۔ میرا وصی یہ میرا بھائی علیؑ ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اگر علیؑ آپ کا وصی ہے اور ہم اس سے خواہش کریں کہ ہمیں سام بن نوحؑ کی زیارت کرا دے تو کیا ہماری خواہش پوری کر دے گا۔ آپ نے فرمایا صرف یہی نہیں جو خواہش بھی کرو گے پوری کر دے گا۔ انہوں نے عرض کی۔ یا علیؑ آپ ہمیں جناب سام کی زیارت کرا دیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا یہیں زیارت کرو گے یا اپنے گھر؟ انہوں نے عرض کیا اب تو یہاں آ ہی چکے ہیں۔ یہیں ہو جائے تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا اٹھو میرے ساتھ مسجد کے اندر چلو۔ وہ اٹھے حضرت علیؑ کے ساتھ مسجد کے اندر آئے۔ آپ نے محراب مسجد میں کھڑے ہو کر فرش پر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ زمین میں شگاف ہو گیا۔ ایک انتہائی حسین و جمیل سفید ریش شخص سامنے آیا اور عرض کی۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد" رسول اللہ و اشھد انک وصی رسول اللہ میں سام ابن نوح ہوں۔

ان لوگوں نے اپنے صحیفے نکالے اور ان میں جناب سام کی علامات تلاش کرنے لگے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ آپ ہی سام ہیں تو انہوں نے عرض کیا۔ ہماری مزید تسلی کے لیے آپ ہمارے صحائف میں سے ایک سورت سنا دیں۔ جناب سام نے ایک سورت سنائی۔ پھر حضرت علیؑ کو سلام کیا۔ اور اپنے تابوت میں سو گئے۔ زمین دوبارہ بھر گئی ان تمام لوگوں نے کلمہ پڑھ کر دین اسلام قبول کیا۔

جنت و جہنم

خراج میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ کے صحابہ نے عرض کیا قبلہ آپ ہمیں کوئی ایک ایسا معجزہ دکھائیں جس سے ہم مطمئن ہو جائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا دیکھو معجزہ دکھانا کوئی مشکل نہیں ہے لیکن تم ہضم نہ کر پاؤ گے اور مجھے جادوگر کہنے لگو گے انہوں نے عرض کیا قبلہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب ہم خود مطالبہ کر رہے ہیں تو پھر جادو کیسے کہیں گے۔

آپ نے فرمایا اچھا جسے کچھ دیکھنا ہو تو جب میں نماز عشاء پڑھ کر باہر نکلوں میرے پیچھے آ جائے تمہیں معجزہ دکھاؤں گا۔ ستر (۷۰) آدمی نماز عشاء کے بعد حضرت علیؑ کے پیچھے چلے ان ستر (۷۰) میں جناب میثم تمار بھی تھے جب بیرون کوفہ پہنچ گئے تو حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ پھر کہا میں اس وقت تک تمہیں معجزہ نہیں دکھاؤں گا جب تک تم سے یہ عہد نہ لوں کہ تم معجزہ دیکھنے کے بعد مجھے جادوگر تو نہیں کہو گے کیوں کہ جناب ابراہیم سے لے کر ہمارے آباؤاجداد تک جادوگری کام کی کوئی چیز نہیں رہی جو کچھ ہی دکھاؤں گا اس علم کی بنیاد پر دکھاؤں گا جو نبی کونینؐ نے مجھے عنایت کیا ہے اور اس قدرت سے دکھاؤں گا۔ جو اللہ نے مجھے بخشی ہے تمام لوگوں نے وعدہ کیا قسمیں کھائیں اور عہد کیا کہ اس قسم کے کسی بھی شیطانی وسوسہ کو ذہن میں نہ آنے دیں گے۔ عہد ہو جانے کے بعد آپ نے فرمایا اب ذرا منہ دوسری طرف پھیر لو سب نے منہ دوسری طرف پھیر لیے

اور حضرت علی نے کچھ دعائیں تلاوت فرمائیں۔ جو عبرانی زبان میں تھیں اور پھر فرمایا ادھر دیکھو جب انہوں نے دیکھا تو حیرت سے ان کے منہ کھلے رہ گئے کیونکہ ان کے ایک طرف جنت کے سر سبز و شاداب باغات تھے اور دوسری طرف جہنم کے لپکتے شعلے تھے اور یہ سب جنت و جہنم کے درمیان کھڑے تھے ایک طرف مہکتی ہوا کا جھونکا جنت کی طرف سے آتا دوسری طرف جہنم کے دہکتے شعلوں کی گرم زبان آگے بڑھ آتی جنت کی طرف دیکھ کر خوش ہوتے اور جہنم میں جھانک کر لرزاں ہوتے جنت میں اپنے جاننے والوں کو سیر کرتے دیکھا اور جہنم میں اپنے جاننے والوں کی چیخ پکار سنی یہ دیکھ کر کہنے لگے یا علیؑ ہم سنا کرتے تھے کہ آپ بہت بڑے جادوگر ہیں آج آنکھوں سے تصدیق ہو گئی ہے کہ واقعاً" اس فن میں آپ سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ صرف دو آدمی بچ گئے ہیں جو اپنے عہد پر پختہ تھے۔

آپ نے ان دو کو فرمایا تم نے ان کی بات سن لی ہے جو کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا قبلہ سن لیا ہے۔ آپ نے فرمایا ان کے عہد کے تم بھی گواہ ہو آپ نے فرمایا جو کہتے ہیں کہتے رہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ یہ علم خدا ہے جو اللہ نے رسول کے ذریعے مجھے عنایت کیا ہے پھر آپ نے کچھ پڑھا اور وہ منظر ختم ہو گیا اور ان دو کے سوا دیگر تمام کو واپس بھیج دیا۔ ان کے جانے کے بعد ان دونوں کو آپ واپس مسجد میں لائے۔ جب مسجد میں پہنچے تو آپؑ نے وہاں ایک دعا پڑھی جس سے مسجد میں تمام کنکر در ابدار بن گئے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا دیکھو مسجد میں کیا ہے؟ دونوں نے عرض کی قبلہ تمام موتی ہیں آپ نے فرمایا اگر تم میں کسی نے اٹھا لیا تو بھی پشیمان ہو گا اور اگر کچھ نہ اٹھایا تو بھی پشیمان ہو گا جناب میثم کے ساتھی نے چپکے سے ایک موتی اٹھا کر جیب میں ڈال دیا۔ صبح جب اٹھ کر اسے دیکھا تو رات کی نسبت زیادہ چمکدار تھا آپ کے پاس لے آیا اور عرض کیا قبلہ رات میں نے ایک موتی اٹھا لیا تھا تاکہ دیکھوں کہ یہ کب تک موتی ہے آپ نے فرمایا پھر کیا ہے اس نے عرض کیا قبلہ ابھی تک تو موتی ہے۔

آپ نے فرمایا یہ قیامت تک موتی رہے گا۔ البتہ ایک بات بتا دوں اگر اسے واپس مسجد میں رکھ دے تو جنت ملے گی اگر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے تو یہ تیری محبت کے اعمال کا معاوضہ ہو گا۔ اور مرنے کے بعد تو جنت کی بو تک نہ سونگھ سکے گا۔ اس نے عرض کی قبلہ دنیا تو جیسے تیسے گزر رہی ہے آخرت مشکل ہے میں واپس کرتا ہوں۔ اس نے وہ موتی مسجد میں رکھ دیا جو اسی وقت کنکر بن گیا۔ وہ بھی کافر ہو گیا اور کہنے لگا علی واقعا" اچھا جادوگر ہے ان ستر میں صرف جناب میثم اپنے ایمان اور عہد پر قائم رہے۔

بحار میں جابر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جویریہ ابن مسہر کسی سفر کے لیے تیار ہوا تو حضرت علی نے اسے فرمایا تو جس راستے پر جا رہا ہے اس راستے پر ایک شیر رہتا ہے اور اگر اسے اور کوئی شکار نہ ملے تو وہ انسان کا شکار بھی کر لیتا ہے جویریہ نے عرض کیا قبلہ پھر میں کیا کروں گا حضرت علی نے فرمایا۔ اگر اتفاق ہو جائے تو یقیناً" ایسا ہو گا کیونکہ شیر کو دو دن سے کوئی شکار نہیں ملا شیر تیری بو سونگھ کر حملہ آور ہو گا اسے کہنا علی تجھے سلام کہہ رہا تھا اور اس نے مجھے تجھ سے امان دی ہے جویریہ کہتا ہے میں جونہی حضرت علیؑ کے بتائے ہوئے مقام پر پہنچا تو دیکھا سامنے شیر انتہائی جذبات سے آ رہا تھا مجھے ایسے معلوم ہوا وہ آ ہی میری طرف رہا تھا اور ابھی کافی دور تھا کہ میں نے کہا۔

امیرالمومنین علی تجھے سلام کہہ رہے تھے اور آپ نے مجھے تجھ سے امان دی ہے۔ جونہی میں نے یہ کہا تو شیر وہیں کچھ دیر کے لیے رکا اور پھر سر جھکا کے واپس ہٹ گیا اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ پھنکار رہا ہو میں نے اندازہ کیا وہ پانچ مرتبہ پھنکارا تھا جویریہ جب سفر سے واپس ہوا تو حضرت علیؑ کو تمام واقعہ سنایا تو آپ نے پوچھا تو نے شیر کو کیا کہا تھا۔ شیر نے تجھے کیا جواب دیا تھا۔ جویریہ نے عرض کیا قبلہ میں نے تو شیر کو آپ کا سلام دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ امیرالمومنین نے مجھے تجھ سے امان دی ہے لیکن شیر نے کیا جواب دیا اس سے اللہ، اس کے نبی اور وصی نبی ہی واقف ہو سکتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہے آپ نے فرمایا کیا شیر

پھنکارا تھا۔ آپ نے فرمایا پھنکارا تھا۔ تو نے گنا تھا کہ اس نے کتنی مرتبہ پھنکارا تھا۔ جویریہ نے عرض کیا قبلہ مجھے یاد نہیں آپ نے فرمایا۔ اگر میں یاد دلا دوں تو یاد آ جائے گا۔ جویریہ نے عرض کیا قبلہ یقیناً" یاد آ جائے گا۔ آپ نے فرمایا شیر نے پانچ مرتبہ پھنکارا تھا جویریہ نے عرض کیا قبلہ آپ کی امامت کی قسم ہے شیر نے پانچ مرتبہ ہی پھنکارا تھا۔ آپ نے فرمایا شیر نے تو کہا تھا۔ اقرء' ۲۔ وصی' ۳۔ محمد' ۴۔ علیہ السلام' وصی محمد کو میرا سلام عرض کر دینا۔

(۴)۔ بحار میں براء ابن عازب سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علی مسجد کوفہ میں تشریف لائے کہ چند پرندے ایک قطار میں اوپر سے گزرے اور انہوں نے اپنی زبان میں کچھ کہا حضرت علی نے فرمایا۔ یہ پرندے مجھے اور تم کو سلام کہہ رہے ہیں چند منافق بیٹھے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو آنکھوں کے اشارے کیے۔ حضرت علی نے قنبر سے فرمایا ان پرندوں کو آواز دو کہ تمہیں امیرالمومنین برادر رسول اور خلیفہ نبی بلا رہا ہے۔ قنبر نے آواز دی تو سب کے سب پرندے پلٹ کر اترنے لگے اور مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔

حضرت علی نے فرمایا کچھ اس طرح بولو کہ یہ لوگ سمجھ جائیں تمام پرندوں نے عربی فصیح میں کہا السلام علیک یا امیرالمومنین و خلیفہ رسول رب العالمین۔

(۵)۔ بحار میں قتبہ ابن مہم سے مروی ہے کہ حضرت علی جب صفین جا رہے تھے تو راستہ میں ایک سرسبز شاداب صدور نامی بستی سے گزر کر آگے ایک صحرا میں قیام کا حکم دیا۔ مالک اشتر نے عرض کیا قبلہ جہاں پانی تھا وہاں آپ نے قیام نہیں فرمایا اور اس صحرا میں آپ نے ڈیرے ڈالے جہاں پانی کی ایک بوند بھی میسر نہ تھی۔

حضرت علی نے فرمایا اللہ ہمیں پانی سے محروم نہیں رکھے گا اور ایسا صاف شفاف پانی عنایت فرمائے گا کہ تم لوگوں نے زندگی میں اس جیسا پانی نہیں پیا ہو گا۔ پھر ایک جگہ کی نشاندہی کر کے فرمایا مالک تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس جگہ کنواں کھود ہم نے کنواں کھودنا شروع کیا ابھی تھوڑا ہی کھودا تھا نیچے سے

سیاہ پتھر کی ایک چٹان بر آمد ہوئی جس میں ایک دائرہ ایسا تھا جو چاندی کی مانند چمک رہا تھا ہم نے پوری کوشش کی کہ پتھر کو ایک طرف ہٹائیں یا توڑ دیں لیکن نہ تو چٹان ٹوٹی اور اپنی جگہ سے ہٹی ہم نے عرض کیا قبلہ معاملہ تو الجھ گیا ہے۔ ہم جتنے آدمی اس چٹان کے گرد کھڑے ہو سکتے ہیں ہم نے اپنی تمام کوشش کر کے دیکھ لیا ہے لیکن یہ چٹان تو ہلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

آپ اٹھے اور دست دعا بلند کیے اور عرض کیا بار الٰہی میری مدد فرما پھر آگے بڑھے اور پتھروں کو یوں اٹھا کے پھینکا جیسے کنکری کو پھینکا جاتا ہے چٹان کے نیچے پانی کا ایسا صاف و شفاف اور ٹھنڈا چشمہ تھا کہ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے ہم نے پانی پیا اور زاد راہ کے لیے بھی مشکیزے پر کر لیے پھر آپ نے پتھر کو اس پانی پر رکھا اور مجھے حکم دیا پہلے کی طرح اس گڑھے کو ڈھانپ دو ہم نے اس پر مٹی ڈال دی۔ ہم نے وہاں سے کوچ کیا تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ آپ نے فرمایا کوئی ہے جو چشمہ کی جگہ جانتا ہو۔ ہم میں سے چند آدمی واپس پلٹے اس جگہ کو ڈھونڈ کر تھک گئے لیکن وہ کسی کو نہ ملی البتہ ہمیں تھوڑے فاصلے پر ایک گرجا نظر آیا راہب سے جا کر پوچھا تیرے پاس پینے کا پانی ہے۔

اس نے کہا میرے لیے ایک ماہ کے بعد مرکز سے پینے کا پانی لایا جاتا ہے اور میں ایک ماہ تک اسے پیتا ہوں۔ ہم نے پوچھا جب یہاں پانی نہیں ہے تو یہاں بیٹھا کس لیے ہے۔ اس نے کہا ایک وقت کا انتظار ہے جب وہ ختم ہو جائے گا تو چلا جاؤں گا۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا کاش تو نے اس چشمے کا پانی پیا ہوتا جو ہم نے پیا ہے اس نے بڑی تیزی سے گھوم کر اس سے پوچھا آپ لوگوں نے کہاں چشمے کا پانی پیا ہے۔ یہی تیرے گرجا گھر کے قریب ایک جگہ تھی ہمارے آقا نے چشمہ کھدوایا ہمیں پانی پلایا پھر اسے بند کر دیا۔ اب ہم اسے تلاش کرتے ہیں لیکن وہ جگہ نہیں مل رہی۔

اس نے پوچھا کیا تمہارا آقا نبی ہے ہم نے کہا نہیں وصی نبی ہے اس نے کہا مجھے فوراً" اس کے پاس لے جاؤ ہم اسے حضرت علی کے پاس لے آئے اسے

دیکھتے ہی فرمایا شمعون ہے اس نے عرض کیا ہوں تو شمعون مگر آپ کو کیسے پتہ چلا جبکہ میرا یہ نام میری ماں نے رکھا تھا۔ اور اسی تک محدود ہو گیا۔ میری ماں اور اللہ کے سوا اس نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔

حضرت علی نے فرمایا، اگر تو چاہے تو تیری ماں تیرے باپ کا نام بھی بتا دیں جب تو مان رہا ہے کہ اللہ بھی میرے اس نام سے واقف ہے تو پھر کس بات پر تعجب کر رہا ہے۔ اللہ بخیل تو نہیں کہ وہ اپنا علم اپنے اولیا کو نہ دے شمعون نے عرض کیا قبلہ اس چشمے کا نام کیا ہے آپ نے فرمایا تمہاری تورات میں اس کا نام راحوما ہے۔ اس چشمے سے تین سو نبی اور تین سو وصی پانی پی چکے ہیں۔ اور میں آخری وصی ہوں جو اس چشمہ سے پانی پی چکا ہوں۔ شمعون نے کہا مجھے کلمہ پڑھائیے۔ شمعون نے حسب ذیل کلمہ پڑھا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ واشھد انک وصی محمد حقا"۔

بخدا اگر کوئی شخص کسی پل پر کھڑا ہو جائے اور آدمؑ سے قیامت تک کے تمام افراد اس کے سامنے سے گزر جائیں۔ اور وہ مجھ سے ان کے نام پوچھیں تو میں ایک ایک فرد کا نام مع اس کے باپ کا نام اور ماں کے نام بتاتا جاؤں گا۔

امالی صدوق سے ابن عباس سے مروی ہے کہ فتح مکہ سے واپس ہم آٹھ ہزار آدمی تھے جب شام ہوئی تو ہماری تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی وہاں آنحضورؐ نے فرمایا کہ آج کے بعد ہجرت کی اجازت ختم ہو گئی ہے آپ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد وجوب ہجرت ختم ہو گیا ہے۔

جب ہم مقام ہوازن پر پہنچے تو حضرت علیؑ سے آنحضورؐ نے فرمایا یا علیؑ آج جب سورج طلوع ہو تو اللہ کے ہاں اپنا مقام دیکھ اور سورج سے بات کر وہ تجھے جواب دے گا ابن عباس کا بیان ہے کہ میرے دل میں کبھی حضرت علیؑ کے خلاف حسد پیدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس دن نہ جانے میں کیوں آتش حسد میں بھن گیا۔ میں نے اپنے بیٹے فضل سے کہا چل ذرا دیکھیں تو سہی علی سورج سے کیا کہتا ہے اور سورج علیؑ کو کیا جواب دیتا ہے جب سورج طلوع ہوا حضرت علیؑ نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے اللہ کے عبد مطیع اطاعت خالق میں چلنے والے آفتاب میرا سلام ہو۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ خالق اکبر کی قسم کہ ہم دونوں باپ بیٹا سن رہے تھے سورج سے فصیح عربی میں جواب ملا۔ اے برادر رسول اے وصی رسول اے اللہ کی طرف سے مخلوق خدا پر حجت خدا میرا بھی آپ پر سلام ہو حضرت علیؑ جواب سن کر سجدہ میں گر گئے اور فرط مسرت سے گریہ کرنے لگے نبی کونین قریب آئے اور فرمایا یا علیؑ اٹھ تیرے گریہ نے ملائکہ کو بھی رلا دیا ہے اللہ تجھ پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔

بحار میں جناب ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ ایک دن مدینہ میں نبی کونین نے حضرت علی سے فرمایا کل صبح جب طلوع آفتاب کا وقت ہو تو جنت البقیع میں چلے جانا وہاں کسی اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر گفتگو کرنا وہ تجھے جواب

دے گا پھر صحابہ سے فرمایا جس نے کمال علی دیکھنا ہو وہ بھی علی کے ساتھ جا سکتا ہے دوسری صبح کو نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد میں حضرت ابوبکر عمر چند ایک مہاجرین اور کچھ انصار بھی حضرت علی کے ساتھ چلے آئے حضرت علی ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے جب طلوع آفتاب ہوا تو حضرت علی نے آفتاب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

اے اللہ کی مخلوق اے مطیع حکم خالق میرا سلام ہو تمام صحابہ نے سنا کہ سورج سے حضرت علی کو جواب ملا علیک السلام یا اول یا آخر یا ظاہر و یا باطن یا من ہو بکل شی قدیر علیم۔

یہ سنتے ہم تمام غش کھا کر گر گئے جب ہمیں آفاقہ ہوا تو دیکھا حضرت علی وہاں موجود نہ تھے ہم جلدی جلدی آنحضور کی خدمت میں آئے آپ ہمیں دیکھ کر مسکرا دیئے اور پوچھا کیا بات ہے خیریت تو ہے پریشان نظر آ رہے ہو۔

حضرت ابوبکر نے کہا قبلہ پریشانی کی تو بات یہ ہے قبلہ آج سورج نے حضرت علی کو وہ القاب دیئے ہیں جو قرآن مجید میں اللہ نے اپنے لیے استعمال کیے ہیں آنحضور نے فرمایا حوصلہ رکھو اور بتاؤ سورج نے کیا کہا ہے انہوں نے عرض کیا قبلہ سورج نے علی کو اول کہا ہے آپ نے فرمایا کیا سورج نے سچ کہا علی اول المومنین ہیں۔

انہوں نے عرض کیا قبلہ چلو یہ تو ہم مان لیتے ہیں لیکن سورج نے علی کو آخر کہا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بھی سچ ہے علی آخری وہ شخص ہو گا جو میرے ساتھ رہے گا اور کوئی بھی تاآخر میرے ساتھ نہ ہو گا انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ سورج نے علی کو ظاہر بھی کہا۔

آپ نے فرمایا تو کیا حرج ہے میرا تمام علم علی کے لیے ظاہر ہے انہوں نے عرض کیا قبلہ سورج نے علی کو باطن بھی کہا آپ نے فرمایا یہ بھی سورج نے سچ ہی کہا ہے علی میرے تمام اسرار کا باطن ہے۔ انہوں نے عرض کیا قبلہ سورج نے علی کو بکل شی علیم کہا ہے۔

آپ نے فرمایا سورج نے سچ کہا ہے علی ماکان و مایکون الیٰ یوم القیامہ تک کا عالم ہے۔

(۸)۔ مناقب شہر آشوب میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ سورج نے حضرت علیؑ سے سات مرتبہ کلام کیا۔ پہلی مرتبہ سورج نے عرض کیا اے امیرالمومنینؑ آپ اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت کریں کہ اللہ مجھ سے میرا نور کبھی نہ لے۔ دوسری مرتبہ عرض کیا اے امیرالمومنینؑ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے تمام دشمنوں کو جلا کر راکھ کر دوں تیسری مرتبہ سورج نے مقام بابل پر عرض کیا اے امیرالمومنینؑ میں آپ کے ہر حکم کے تابع ہوں۔

چوتھی مرتبہ سورج نے عرض کیا کاش آپ کے دشمن نہ ہوتے اگر کوئی دشمن آپ کا نہ ہوتا تو اللہ جہنم کو پیدا نہ فرماتا۔

پانچویں مرتبہ صحابہ سے کہا سورج نے جسے تمام قریش نے سنا حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کا ہے۔

چھٹی مرتبہ سورج نے حضرت علیؑ کو سرد پانی سے پر آفتابہ پیش کیا تاکہ آپ تجدید وضو کریں ساتویں مرتبہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو سورج نے آپ سے الوداع کی۔

(۹)۔ بحار میں جابر انصاری سے مروی ہے کہ سرور انبیاء کی وفات کے بعد جناب عباس حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا یا علیؑ مجھے میراث محمدؐ سے اپنا حصہ دے حضرت علیؑ نے فرمایا چچا جان آپ کو معلوم ہے کہ جو زمین تھی اس پر ارباب اقتدار نے قبضہ کر رکھا ہے اس کے علاوہ ایک آپ کی یہ سواری ہے ایک زرہ ہے ایک عمامہ ہے اور ایک تلوار ہے میں آپ کی اس بات سے کہیں الگ سمجھتا ہوں کہ آپ ایسی چیز کا مطالبہ کریں جو آپ کا حق نہیں ہے آپ کی بیٹی موجود ہے اور بیٹی کے ہوتے ہوئے کوئی بھی متوفی کا وارث نہیں ہوتا عباس نے کہا میں محمدؐ کا چچا ہوں اور میں لے کر رہوں گا۔

حضرت علیؑ اٹھے اور آپ کے ساتھ آپ کے موالی بھی تھے۔ آپ مسجد

نبوی میں آئے اور آپ نے حکم دیا کہ ذرہ عمامہ تلوار اور سواری رسول لائی جائے جب سب کچھ آ گیا تو آپ نے فرمایا چچا جان میں آپ کو بتا دوں یہ چیزیں جو آپ کے پاس موجود ہیں تبرکات انبیاء میں سے اور یہ نبی یا وصی نبی کے پاس رہتی ہیں۔ آپ ان چیزوں کو اپنے جسم پر لگا کر اور سواری پر سوار ہو کر چلے گئے تو یہ آپ کا مال ہے اگر آپ ایسا نہ کر سکے تو پھر آپ کو اور کسی کو آج کے بعد کبھی ان چیزوں کے مطالبہ کا حق نہیں ہو گا۔

عباس نے کہا مجھے منظور ہے۔ حضرت علیؑ نے ذرہ رسول عباس کو پہنائی عمامہ رسولؐ عباس کے سر پر رکھا اور تلوار عباس کی کمر میں لٹکا کر فرمایا بسم اللہ اٹھیے اور مسجد پر آپ کی سواری موجود ہے اس پر سوار ہو کر تشریف لے جایئے۔

عباس نے ہر چند کوشش کی لیکن اٹھ تک نہ سکے تمام اہل مسجد دیکھ کر انگشت بدنداں ہو گئے۔ پھر آپ نے تلوار اتاری اور کہا چلیے آپ اٹھ جایئے عباس نہ اٹھ سکے۔ آپ نے سر سے عمامہ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور فرمایا اب ذرہ لے کر اٹھیے۔

عباس نہ اٹھ سکے آپ نے پھر ذرہ بھی اتار لی اور فرمایا اب اٹھیے اب عباس اٹھ گئے اور بیرون مسجد جانے لگے اور عباس کا خیال تھا کہ اب سواری کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے لیکن بنی عدی میں سے ایک شخص آپ کے ساتھ تھا اس نے کہا ممکن ہے ذرہ تلوار اور عمامہ میں کچھ ہو سواری تو دروازہ پر تھی اس سے کوئی کچھ نہیں کر سکتا آپ سواری رسولؐ تو لے جائیں۔

عباس اس کے کہنے میں آ گئے جب آپ سواری کے قریب پہنچے تو اس نے دولتیاں جھاڑ کر ایک وحشتناک آواز نکالی کہ غش کھا کر گر گئے جب غش سے افاقہ ہوا تو عباس کہنے لگے علیؑ بس میں کچھ نہیں لیتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا نہیں چچا آپ چند منٹ یہیں رہیں آپ کی غلط فہمی میں دور کر دوں آپ نے ذرہ رسول پہنی عمامہ سر پر رکھا تلوار کمر سے لٹکائی اور

سواری پر سوار ہوئے۔ چچا میں نے عرض کیا تھا۔ یہ مخصوص تبرکات انبیاء ہیں جنہیں صرف نبی اور اوصیائے نبی ہی پہن سکتے ہیں آپ نہ ہی نبی ہیں نہ وصی نبی۔

بحار میں عمار یاسر سے مروی ہے کہ ایک دن کوفہ میں حضرت علی دکتہ القضا پر تشریف فرما تھے کہ صفوان اکمل جو شیعان علی سے تھا اٹھا اور عرض کی کہ یا علی میں آپ کے شیعہ سے ہوں اور بے حد گناہگار ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے میرے گناہوں سے پاک فرما دیں مجھے دنیا میں میرے گناہوں کی سزا دیں تاکہ آخرت میں سزا سے بچ جاؤں آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے کون سے گناہ ہیں اس نے عرض کیا قبلہ آپ امام حق ہیں۔ مجھے شرمندہ نہ فرمائیں گناہان کبیرہ کی جتنی سزا ہو سکتی ہے آپ مجھے دے دیں ایک تو پہلے گناہ کر چکا ہوں اب پھر اپنے گناہوں کو دوبارہ دہراؤں مجھے شرم آئے گی۔ آپ نے فرمایا تلوار سے سزا پائے گا یا آگ سے۔ صفوان نے عرض کیا قبلہ آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں ویسے میرا دل تو کہتا ہے کہ میرے گناہوں کا تقاضا ہے کہ مجھے آگ سے جلا دیا جائے۔

آپ نے فرمایا عمار سرکنڈوں کے ایک ہزار گٹھے کا انتظام کرو اور کوفہ میں اعلان عام کر دو کہ جس کسی نے علی کا فیصلہ حقہ دیکھنا ہو کل بیرون کوفہ آ جائے۔ پھر آپ صفوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس وقت گھر جا جو وصیت کرنا ہے کر لے اور اہل خانہ سے الوداع کر لے۔ عمار سرکنڈوں کے انتظام کرنے چلا گیا۔ اور صفوان اپنے گھر چلا گیا۔ اپنی جائیداد تقسیم کی اولاد کو وصیت کی اور مسجد میں آ کر بیٹھ گیا۔ دوسری صبح کو بیرون کوفہ بے پناہ ہجوم تھا لوگ تماشہ دیکھنے کی خاطر جمع ہو گئے تھے۔

آپ نے فرمایا عمار اعلان کر دے کہ اگر صفوان میرے مخلص شیعوں میں سے ہو گا تو اسے آگ نہ جلائے گی اور اگر منافقین میں سے ہو گا تو راکھ بن جائے گا پھر آپ نے صفوان سے فرمایا جا سرکنڈوں کے بیچ میں بیٹھ کر اسی خلوص دل سے آگ لگا جس خلوص دل سے تو نے توبہ کی ہے اور مجھے پاک کرنے کو کہا صفوان نے حضرت علی کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور سرکنڈوں پر جا کر بیٹھ گیا آگ

جلائی تمام سرکنڈے جل کر راکھ ہو گئے لیکن صفوان کے نہ تو سفید کپڑوں پر ایک چنگاری کا داغ لگا اور نہ ہی دھویں کا نشان آیا پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ہمارے شیعہ ہمارے ہی ہیں اور میں بقول نبی صادق جنت و جہنم کا تقسیم کرنے والا ہوں۔

نمبر۱۱۔ یہ حدیث اکثر کتابوں میں مرقوم ہے مگر جو کچھ اہل سنت نے اپنی کتاب معتبرہ میں لکھا ہے اور ہم نے دیکھا ہے اس کو نقل کر رہے ہیں۔ انس بن مالک اور ثعلبی سے جو کہ علماء اہلسنت سے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک قبیلہ نے بطور ہدیہ ایک غلیچہ رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کیا رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا کہ انس اس کو زمین پر بچھا دو اور فلاں فلاں دس اور آدمیوں کو بلاؤ میں بلا کر لے آیا حکم ہوا کہ اس پر سب بیٹھ جاؤ ہم سب اس پر بیٹھ گئے۔ پھر علی کو بلایا اور تا دیر راز و نیاز کی باتیں ہوئیں وہیں پھر علی بھی اس بساط پر آ گئے۔ اور ہوا کو حکم دیا بساط کو اٹھا کر تیزی سے لے چل۔ ہوا اپنے دوش پر لے چلی کچھ دیر بعد علی نے حکم دیا کہ زمین پر اتار دے ہوا نے بساط کو زمین پر اتار دیا اور پھر آپ نے ہم سب سے پوچھا جانتے ہو یہ کونسی جگہ ہے یہ مقام کہف و رقیم ہے۔ جہاں اصحاب کہف خوابیدہ ہیں۔ پس اٹھو اور ان کو سلام کرو ہم سب نے سلام کیا۔ مگر کسی کا جواب نہ آیا۔ پھر حضرت علی نے سلام کیا السلام علیکم یا معاشرالصدیقین میں نے سنا کہ سب نے مل کر جواب دیا علیک السلام۔ انس کہتے ہیں۔ کہ میں نے علی مرتضیٰ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے سلام کا جواب انہوں نے نہیں دیا ہے اور آپ کے سلام کا جواب آیا پھر آپ اصحاب کہف کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم نے ان کے سوال کا جواب نہیں دیا

انہوں نے کہا کہ ہم صدیقین اور شہدا میں سے نہیں اور ہمیں حکم ہے کہ کسی سے بعد مرون تکلم نہ کریں۔ مگر نبی سے یا وصی نبی سے۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ بساط کو اٹھائے اور مدینہ پہنچائے اور جب مدینہ پہنچے تو ہم نے اور خود علی مرتضٰی نے دیکھا رسول کی آخری رکعت تھی۔ اور آنحضرت یہ سورۃ ام حسبت ان اصحاب الکہف تلاوت فرما رہے تھے۔

نمبر۱۲۔ کتاب روضئہ میں جو معتبر اور مستند ہے بہ سند صحیح میثم تمار سے نقل کیا کہ ہم کثیر تعداد میں مسجد کوفہ میں خدمت امیرالمومنین میں جمع تھے کہ دروازہ مسجد سے ایک شخص بلند قامت با شمشیر معہ خدم و حشم اندر داخل ہوا ہم سب حیران تھے کہ یہ شخص کون ہے۔ اور کیوں آیا ہے اس نے آتے ہی باالفاظ فصیح اور بلند آواز سے کہا تم میں وہ کون ہے جو حرم میں پیدا ہوا جو جود و سخا میں مشہور ہے خلیفہ رسول و زوج بتول ہے غالب علیٰ کل غالب علی ابن ابی طالب ہے حاصل علم نبوت ہے اور معدن علم فتوت ہے پس امیرالمومنین نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابا سعد بن فصل بن ربیع بن مدرکہ بن نجیبہ بن صلت بی حرث ابن اشعث بن سمیع ولیجی تجھے کیا ہو گیا ہے جو مطلب تو رکھتا ہے بیان کیوں نہیں کرتا اس شخص نے کہا کہ میں نے سنا کہ آپ جانشین رسول ہیں اور حلال مشکلات ہیں میں قبیلہ عقیمہ کا جو ساٹھ ہزار خانہ ہائے آباد ہیں۔

ان لوگوں نے مجھے ایک جوان کی میت دے کر بھیجا ہے جس کو قبیلہ کے کسی شخص نے قتل کر دیا ہے قبیلہ میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے قریب ہے کہ ہزاروں بے گناہوں کا خون بہہ جائے اگر آپ اس کو زندہ کریں تو یہ اپنے قاتل کا نام بتا دے تو یہ فساد فرو ہو سکتا ہے میثم تمار کہتے ہیں کہ امیرالمومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کوفہ کی گلی کوچہ میں یہ منادی کرا دوں جس کسی نے علی ابن ابی طالب برادر رسول خدا کی طاقت الہیہ کا مظاہرہ دیکھنا ہو آ جائے۔ چنانچہ ایک بڑی مخلوق جمع ہو گئی امیرالمومنین نے اس فرد اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور ان کی لاش سامنے رکھی گئی آپ نے پوچھا اس کے قتل کو کتنا عرصہ گزرا اس مرد نے

جواب دیا اکتالیس روز قبل رات کو اپنے بستر پر بہ آرام سویا صبح کو مقتول پایا گیا امیرالمؤمنین نے فرمایا اس کا قاتل اس کا سگا چچا ہے کیونکہ اس کی لڑکی سے اس نے رشتہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس شخص نے کہا یا امیرالمومنین جب تک آپ اس کو زندہ کر کے اس کی زبان سے قاتل کا نام نہ نکلوا دیں گے اس وقت تک فتنہ فرو نہیں ہو سکتا امیرالمومنین نے پہلے حمد و ثنائے الٰہی فرمائی رسول خدا پر درود سلام بھیجا اور پھر دعا کے لیے دست مبارک بلند کیے اور کہا کہ بنی اسرائیل کی گائے حق تعالٰی کی نظر میں علی سے زیادہ عزیز نہ تھی کہ سات روز کے بعد اس گائے کا ٹکڑا مردہ کے جسم پر مارا گیا اور مردہ زندہ ہو گیا میں اپنے اعضا کا ایک حصہ اس کے جسم پر مارتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ میرا عضو بدن خدا تعالٰی کے نزدیک بنی اسرائیل کی گائے کے ٹکڑے سے زیادہ عزیز ہے۔

اور پھر آپ نے آگے بڑھ کر ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا مدرکہ بن حنظلہ بن غسان قم باذن اللہ۔ اللہ کے حکم سے اٹھ بیٹھ۔ میثم تمار کہتا ہے کہ وہ جوان (مردہ) لبیک یا حجتہ اللہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا حضرت نے اس سے پوچھا تجھے کس نے قتل کیا۔ اس نے کہا میرے چچا حارث بن غسان نے۔ آپؑ نے فرمایا اچھا جاؤ اپنی قوم کو اس بات کی خبر دو اس نے کہا کہ میں اب اپنی قوم میں جانا نہیں چاہتا باقی زندگی مولا میں آپ کے قدموں میں گزاروں گا آپؑ نے اس مرد سے کہا تو ہی جا کر قوم کو اپنے اس امر سے مطلع کر دے اس شخص نے بھی یہی بات کی کہ واللہ اب میں آپ کے قدموں سے جدا نہیں ہونا چاہتا چنانچہ دونوں نے خدمت امیرالمومنین میں زندگی گزاری اور جنگ صفین میں حق وفاداری ادا کیا

نمبر۱۳۔ کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں زیاد ابن کلیب جو معتبر روایان اہلسنت سے ہیں نقل کیا ہے کہ میں مسجد بنی امیہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ دمشق میں محمد بن سفیان اپنے احباب کے ساتھ داخل ہوا بڑی تیزی سے مسجد میں گیا۔ اور فوراً واپس آیا دو آدمی اس کو پکڑے ہوئے لا رہے تھے۔ وہ اندھا ہو گیا دریافت کرنے

پر معلوم ہوا کہ جب یہ خطبہ دینے منبر پر گیا تو اس نے کہا جو علی پر سب و شتم نہ کرے گا اس پر میں سب و شتم کروں گے یہ کہنا تھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کی بصارت ختم ہو گئی وہ چلایا لوگ دوڑے اور اس پر لعنت کرنے لگے اور یہ منعفل ہو کر اب گھر کو نابینا ہو کر چلا جا رہا ہے۔

نمبر۱۴۔ آپ کے معجزات سے طے الارض ہے جو بارہا آپ سے صادر ہوا ہے ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں اور کتاب خرائج و جرائح میں یہ روایت زادان سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سلمان فارسی کی نماز میت پڑھاتے ہوئے حضرت علیؑ کو دیکھا اس کتاب میں تحریر ہے کہ ایک صبح حضرت امیرالمومنین مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے آج رات رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ مجھے حکم دیا کہ تم مدائن جا کر سلیمان فارسی کی تجہیز و تکفین کرو اور نماز جنازہ پڑھاؤ لہذا میں جا رہا ہوں یہ کہہ کر آپ روانہ ہو گئے۔ وقت ظہر میں جب لوگ مسجد میں آئے تو آپ کو مسجد میں دیکھا گیا کہ آپ فرما رہے تھے کہ میں ابھی ابھی مدائن سے بعد تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ پڑھا کر آ رہا ہوں لوگوں کو یقین نہ آیا بعد میں ایک خط مدائن سے آیا۔ کہ فلاں روز حضرت سلیمان فارسی نے انتقال کیا اور ایک شخص نورانی صورت نے نماز جنازہ پڑھائی اور چشم زدن میں غائب ہو گیا۔ پھر لوگوں نے جب خط میں تحریر دیکھی تو یہ وہی تاریخ تھی جس روز امیرالمومنین نے اپنی مدائن کی روانگی کا تذکرہ کیا تھا۔

نمبر۱۵۔ امیرالمومنین اور آئمہ طاہرین کے معجزات زمانہ حیات اور بعد زمانہ حیات بے شمار ہیں کیونکہ شہدا راہ خدا میں جان دے کر زندہ رہتے ہیں اور ہم اس کتاب میں ایک حکایت جو کتب شیعہ اور اہلسنت دونوں میں مندرج ہے تحریر کر کے بہ نظر اختصار ختم کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ واقدی نے کہا کہ میں ہارون رشید کے پاس گیا اس وقت بہت سے علما جمع تھے ہارون رشید نے شافعی سے کہا اے ابن عم فضائل علی میں کتنی معتبر احادیثیں تمہیں معلوم ہیں شافعی نے جواب دیا پانچ سو سے کچھ زیادہ پھر ہارون

رشید محمد ابن اسحاق کی طرف متوجہ ہوا تمہیں کتنی حدیثیں معلوم ہیں اس نے کہا ہزار سے زیادہ اور پھر محمد ابن یوسف سے مخاطب ہو کر پوچھا تم بتلاؤ اس نے کہا کہ جان کی امان کا وعدہ ہو تو کہوں ہارون رشید نے نہایت ہی مختصر میں کہا ایمن باش یہ سن کر محمد ابن یوسف نے کہا کہ اے خلیفہ پندرہ ہزار احادیث معتبر فضائل علیؑ مجھ تک پہنچی ہیں اس کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے میں نے کہا مجھے اگر محمد ابن یوسف سے زیادہ معلوم نہیں تو کم بھی نہیں پھر ہارون رشید نے سب سے مخاطب ہو کر کہا وہ فضیلت علیؑ جو میں نے لکھی ہے اور جس کی وجہ سے میں نے ظلم و تعدی اولاد علی پر ترک کر دیا ہے بیان کروں سب نے یک زبان ہو کر کہا ضرور امیرالمومنین فرمائیں ہارون الرشید نے کہا یوسف بن حجاج جو دمشق میں میرا نائب ہے اس نے مجھے لکھا دمشق میں ایک خطیب ہے جو علی ابن ابی طالب کو برسر منبر برا بھلا کہتا ہے۔ اور منع کرنے سے باز نہیں آتا۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ میں نے کہا اس کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ جب وہ آیا تو میں نے اس سے پوچھا حضرت علی کو برا کیوں کہتا ہے اس نے جواب میں کہا میں علی کو اس لیے برا کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ اس نے میرے اجداد کو قتل کیا تھا میں نے کہا علی نے جس کو قتل کیا وہ حکم خدا و رسولؐ سے کیا ہے توبہ کرو ورنہ سخت سزا دوں گا اس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا میں نے حکم دیا اس کو سو تازیانے لگاؤ اور ایک حجرہ میں بند کر دو کل پھر اصل سزا دی جائے گی۔ چنانچہ میرے حکم پر بعد تازیانے لگانے پر حجرہ میں بند کر دیا گیا رات کو اس فکر میں سو گیا کہ کل اس کو کیا سزا دینی چاہیے اسی اثنا میں میں نے دیکھا دریچہائے آسمان کھل گئے ہیں اور رسول خدا اور حضرت علی و جبرائیل وغیرہ بھی موجود ہیں جبرائیل کے ہاتھ میں ایک جام ہے اور فرمایا یہ جام حضرت علی کو دے دو اور احباب علی کو ندا دو چنانچہ چالیس شیعان علی سے آئے۔ جن کو میں پہچانتا تھا۔ علی نے اس جام سے سب کو سیراب کیا اور پھر فرمایا اس دمشقی کو لاؤ جب وہ لایا گیا تو وصی مصطفیٰ نے آنحضرتؐ سے کہا یا رسول اللہ اس مرد سے

آپ کیوں نہیں پوچھتے کہ یہ کیوں مجھے برا کہتا ہے۔ رسول خدا نے اس سے پوچھا کیا یہ بات صحیح ہے اس نے کہا ہاں۔ رسول خدا نے دست دعا بلند کیے اے خدا اس کو مسخ کر دے علی کا انتقام لے اور عذاب الیم میں مبتلا فرما۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے پھر حکم دیا اس دمشقی کو میرے پاس لاؤ وہ جب آیا تو مسخ ہو کر کتا ہو چکا تھا لیکن اس کے کان آدمی جیسے تھے۔ آنسو برابر جاری تھے بار بار سر اور دم ہلاتا تھا گویا عذر خواہی کر رہا ہو میں نے حکم دیا اس حجرے میں اس کو بند کر دو عوام کے اصرار پر دوبارہ دربار میں لایا گیا لوگ دیکھ کر بے حد متعجب اور ششدر ہو گئے۔ شافعی نے کہا یہ مسخ ہو چکا ہے اب اس کو مزید سزا نہ دینی چاہیے چنانچہ اس حجرے میں اس کو مزید بند کر دیا گیا۔ ابھی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک تیز صدا آئی جب معلومات کی تو معلوم ہوا کہ بجلی چھت توڑ کر اندر داخل ہو گئی اور کتے کو خاکستر بنا گئی۔

ہارون رشید نے کہا کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں نے علویوں پر ظلم و سختی کرنے سے توبہ کر لی ہے۔

حضرت علیؑ سے فرشتوں کی محبت

علی ابن جعد شعبہ سے وہ قتادہ سے اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی تفسیر میں حدیث بیان کرتے ہیں و تری الملائکہ حافین من حول العرش الخ (اے محمدؐ) تم عرش کے پاس فرشتوں کو گھیرے ہوئے دیکھا انس نے کہا کہ رسول اللہؐ نے کہا میں نے معراج کی رات اپنے سامنے عرش کے نیچے (تلے) نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے عرش کے تلے علیؑ ابن ابی طالبؑ قیام فرما ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہیں میں نے کہا اے جبرائیل علیؑ ابن ابی طالبؑ مجھ سے یہاں پہلے آگئے ہیں عرض کیا نہیں لیکن اے محمدؐ میں تجھے اصل واقعہ کے متعلق آگاہ کرتا ہوں تمہیں یقین ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر موجود ہو کر آپ پر صلوٰۃ اور شباہت زیادہ بھیجتا ہے عرش خدا علیؑ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کے تلے علیؑ کی صورت میں ایک فرشتہ پیدا کر دیا تھا تاکہ وہ علیؑ کی زیارت کرسکیں اللہ نے اس فرشتے کی تسبیح اور تقدیس کا ثواب شیعان اہل بیتؑ کو دیا ہے۔

طاؤس ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جب مجھے شب معراج آسمان پر جبرائیل لے گیا جبرائیلؑ اور میںؐ ساتویں آسمان پر پہنچے۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا اے محمدؐ یہ میرے رہنے کی جگہ ہے پھر مجھے جبرائیلؑ ایک نور کی طرف لے گیا پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ کے فرشتوں میں ایک فرشتہ علیؑ کی صورت میں موجود ہے جس کا نام علیؑ ہے جو عرش کے تلے سجدہ ریز ہے اور کہتا ہے اے معبود علیؑ اس کی اولاد اس کے دوستوں اس کے شیعوں اور اس کے پیروکاروں کو بخش دے اور علیؑ سے بغض رکھنے والوں دشمنی رکھنے والوں اور حسد کرنے والوں پر لعنت کر تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

مجاہد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور حدیث مختصر ہے جب رسولؐ آسمان پر تشریف لے گئے ایک فرشتہ علیؑ کی صورت میں دیکھا علیؑ اور اس میں ذرہ

فرق نہیں تھا۔ آنحضرتؐ نے اسے علیؑ ہی خیال کیا اور کہا۔ "اے ابوالحسنؑ آپ مجھ سے پہلے آ گئے ہیں۔

جبرائیل نے عرض کیا یہ علیؑ ابن ابی طالب نہیں ہیں یہ فرشتہ علیؑ کی صورت میں بنایا گیا ہے اس کا باعث یہ ہوا کہ فرشتے علیؑ کی زیارت کے مشتاق رہتے تھے انہوں نے بارگاہ خداوندی میں سوال کیا کہ علیؑ کی صورت یہاں قائم کی جائے تاکہ وہ اس کی زیارت کر سکیں حزیفہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے علیؑ کی صورت میں فرشتہ چوتھے آسمان پر دیکھا اعمش ابو صالح سے وہ ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کرتے ہیں ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا موحک بند یعلون۔ جب ابن مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تیری قوم اس سے انکار کرتی ہے جبرائیلؑ رسولؐ کی خدمت میں داہنی طرف بیٹھے ہوئے تھے علیؑ تشریف لا رہے تھے آپ کو دیکھ کر جبرائیلؑ ہنس پڑے اور رسولؐ سے عرض کیا علیؑ تشریف لا رہے ہیں فرمایا اے جبرائیل آسمانوں کے ساکنین علیؑ کو جانتے ہیں عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے تم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ آسمانوں کے رہنے والے زمین کے رہنے والوں سے وہ علیؑ کو زیادہ جانتے ہیں علیؑ نے جب بھی کسی جنگ میں اللہ اکبر کہا تو ہم نے علیؑ کے ساتھ اللہ اکبر کہا۔ جب بھی آپ نے حملہ کیا تو ہم نے آپ کے ساتھ حملہ کیا۔ جب بھی آپ نے تلوار کی ضرب کفار پر لگائی تو ہم لوگوں نے آپ کے ساتھ ضرب لگائی اے محمدؐ جس شخص کو عیسیٰؑ کے چہرے اور اس کی عبادت یحیٰؑ کا زہد اور طالوت سلمان کی میراث اور انکی سخاوت کے دیکھنے کا شوق ہو تو اسے چاہیے کہ وہ علیؑ کے چہرے مبارک کو دیکھ کر اس بات کی تسکین حاصل کرے اللہ تعالیٰ نے ولما ضرب بن مریم مثلا والی آیات تلاوت کی ہے حضرت عیسیٰؑ حضرت علیؑ کی شبیہ اور حضرت علیؑ حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ ہیں تفسیر ابو یوسف یعقوب ابن سفیان ثوری سے وہ اعمش سے وہ ابو صالح سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے موقع پر ابلیس کفار مکہ کے سامنے سراقہ ابن مالک

کی شکل میں نمودار ہوا کفار کے لشکر کا قائد بن کر نبیؐ کے ساتھ لڑنے کے لیے آ دھمکا اللہ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ اتر کر محمد کے پاس چلے جاؤ اس کی معیت میں ایک ہزار فرشتہ تھے جبرائیلؑ علیؑ کے داہنی طرف کھڑا ہو گیا حضرت علیؑ حملہ کرتے تو جبرائیلؑ حملہ کرتا تھا ابلیس نے جبرائیل کو دیکھ لیا اور بھاگ گیا اور کہنے لگا میں وہ بات دیکھ رہا ہوں جو کہ تم نہیں دیکھتے ابن مسعود کا بیان ہے خدا کی قسم ابلیس نے جبرائیل کو نہیں بلکہ علیؑ کو دیکھ کر راہ فرار اختیار کی ابلیس کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں امیرالمومنینؑ اسے پکڑ نہ لیں اور قید کر کے اس کی شناخت اور لوگوں سے کرائیں انہیں وجوہات کی بنا پر ابلیس بھاگ کھڑا ہوا اور یہ پہلا شکست کھانے والا تھا اور کہا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس کو تم نہیں دیکھتے میں علیؑ سے لڑنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابلیس امیرالمومنینؑ سے برسرپیکار ہوا۔

سمعانی نے فضائل صحابہ میں ابن مسیب سے اس نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا اے ابو ذر علیؑ میرے بھائی میرے داماد اور میرے قوت بازو ہیں۔

جس شخص کے دل میں علیؑ کی محبت ہے اللہ صرف اس کے فرائض کی ادائیگی کو قبول کرتا ہے۔

جب شب معراج مجھے آسمان پر لے گیا تو میرا گزر ایک ایسے فرشتے کے ساتھ ہوا جو نور کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے سر پر نور کا تاج تھا۔ اس کا ایک پاؤں مشرق میں اور دوسرا مغرب میں تھا اس کے سامنے ایک تختی لٹکی ہوئی تھی جس کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ تمام کائنات اس کی آنکھوں کے سامنے موجود تھی۔ اس کا ہاتھ مشرق اور مغرب میں پہنچ سکتا تھا تمام مخلوق اس کے دونوں گھٹنوں کے درمیان تھی میں نے کہا اے جبرائیلؑ یہ کون شخص ہے میں نے اپنے رب کے فرشتوں سے اس سے عظیم کوئی مخلوق نہیں دیکھی عرض کیا یہ عزرائیل ملک الموت ہیں اس کے قریب جاؤ اور اس پر سلام کرو میں اس کے قریب گیا اور کہا اے

میرے حبیب ملک الموت تم پر سلام ہو۔ جواب میں کہا وعلیکم السلام اے محمدؐ آپ کے علیؑ کا مزاج کیسا ہے میں نے کہا آپ علیؑ کو جانتے ہیں عرض کیا میں تو علیؑ کو بخوبی جانتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام مخلوق کی روح قبض کرنے پر مامور کیا ہے لیکن آپ کی اور علیؑ کی روح کو میں قبض نہیں کروں گا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں حضرات کو اپنی مشیت سے موت دے گا۔ (عمدہ المطالب)

آنحضرتؐ نے جنگ بدر کے موقعہ پر حضرت علیؑ کو سوار کیا اپنے ہاتھ سے عمامہ اور لباس پہنایا اور اپنے بغلہ پر سوار کیا فرمایا اے علیؑ! جاؤ جبرائیل تیری داہنی طرف میکائیل تیرے بائیں طرف عزرائیل تیرے سامنے اور اسرافیل تیرے پیچھے اللہ کی مدد تیرے اوپر اور میری دعا تیرے پیچھے ہے۔

فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کے بارے میں علیؑ کی مدد چالیس فرشتوں نے کی تھی علیؑ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے باب خیبر کو جسمانی قوت نہ ہی غذائی طاقت سے اکھاڑا ہے بلکہ قوت ملکویت کی طاقت میرے ساتھ تھی اور اس نفس کی طاقت سے اکھاڑا ہے جو رب کے نور کی وجہ سے روشن ہے۔

شرح الاخبار میں محمد بن جنید نے باسناد خود سعید ابن حبیب سے روایت کی ہے کہ احد کی لڑائی کے روز حضرت علیؑ کو سولہ ضربات آئیں اور آپ رسول اللہ کے سامنے سے مشرکین کو ہٹا رہے تھے ہر ضربت کے موقعہ پر آپ زمین پر گر پڑتے تھے اور جبرائیلؑ آپؑ کو اٹھاتے تھے اور خصائص العلویہ میں قیس ابن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ علیؑ نے فرمایا کہ مجھے احد کی لڑائی میں سولہ ضربات آئیں ہر ضربات کے وقت زمین پر گر پڑتا تھا جب چوتھی ضرب لگی تو میں زمین پر گر پڑا تو میرے پاس ایک خوبصورت چہرے والا اور خوشبو والا شخص آیا اس نے مجھے پہلو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور کہا کہ آپ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت میں ہیں وہ دونوں آپ سے راضی ہیں۔ علیؑ نے کہا میں نبیؐ کی خدمت میں آیا آپؐ کو حالات سے آگاہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اے علیؑ اللہ تیری آنکھوں کو

ٹھنڈا کرے وہ تو جبرائیل تھے ہمارے پاس پانی کون لائے گا یہ فرمان سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔

علی اٹھ کھڑے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوئے کنویں کے قریب آئے جو بہت گہرا اور تاریک تھا اس میں اتر گئے اللہ عزوجل نے میکائیل جبرائیل اور اسرافیل کو وحی کی کہ محمد اور اس کے گروہ کی مدد کے لیے تیار ہو جاؤ آسمان سے زمین پر اترے اور ان کی آواز جو سنتا تھا کانپ جاتا تھا جب کنویں کے پاس پہنچے تو ایک ایک نے حضرت پر عزت و اکرام کا سلام کیا محمد بن ثاقب باسناد خود ابن مسعود سے فلکی خضر باسناد خود محمد ابن حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے موقع پر جب اصحاب پانی لانے پر خاموش ہو گئے تو حضرت علی کو پانی لانے کے لیے چاہ پر بھیجا آپ چاہ پر تشریف لائے پانی کی مشک بھر کر باہر نکالی۔ ہوا چل پڑی پانی بہہ گیا آپ دوبارہ کنویں کے اندر چلے گئے پانی کی مشک بھر کر باہر نکالی ہوا چل گئی پانی بہہ گیا تیسری دفعہ پھر ایسا واقعہ پیش آیا چوتھی مرتبہ پانی بھر کر رسول اللہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔

آنحضرت کو آگاہ کیا رسول اللہ نے فرمایا پہلی ہوا جبرائیل کے ساتھ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آکر آپ کو سلام کیا اور روایت دوسری ہوا چلی وہ میکائیل تھے ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آکر آپ کو سلام کیا اور روایت میں ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تیری خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے تھے تاکہ تیری خدمت کریں۔

عبدالرحمٰن ابن صالح سے باسند خولیث سے روایت کرتے ہیں کہ لیث کہا کرتے تھے کہ علی کی ہر بات میں ایک ہزار تین فضیلتیں ہیں جابر سے روایت ہے میں اور علی علیہ السلام دریا فرات کے کنارے چل رہے تھے ناگاہ پانی کی بڑی موج اٹھی آپ کو مجھ سے چھپا لیا پھر دور ہو گئی امیر علیہ السلام کے جسم اور لباس پر پانی کی نمی تک نہ تھی میں ہکا بکا رہ گیا اور سخت حیرانی میں پڑ گیا اس کی وجہ حضرت امیر سے پوچھی۔

فرمایا یہ تم نے دیکھی تھی فرمایا یہ وہ فرشتہ ہے جو پانی کا موکل ہے پانی سے

نکل کر سلام کیا اور گلے لگایا۔

عبد اللہ ابن عباس اور حمید طویل انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے نماز پڑھی رکوع میں تشریف لے گئے دیر لگائی ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو محراب سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے آواز دی علی کہاں ہیں آپ آخری صف میں نماز پڑھ رہے تھے حاضر ہوئے۔

فرمایا علی جماعت میں شامل ہو گئے عرض کیا اے اللہ کے نبی بلال نے اقامت کہنے میں جلدی کی میں نے حسن کو وضو کے لیے پانی لانے کی آواز دی میں نے دیکھا گھر میں کوئی موجود نہیں ناگاہ مجھے غیبی آواز نے پکارا ابوالحسن داہنی طرف دیکھو میں نے دیکھا سونے کا ایک ظرف جو سفید سبز رومال میں ڈھکا ہوا تھا میں نے دیکھا اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ مکھن سے زیادہ نرم اور مشک سے زیادہ خوشبو دار تھا۔ اس سے وضو کیا پانی پیا سر پر ایک قطرہ ٹپکا۔ اس کی ٹھنڈک میں نے دل میں محسوس کی۔ ہاتھ پر پانی ڈالا جارہا تھا پھر میں نے رومال سے اپنا منہ پونچھا اس دوران میں نے کسی کو نہیں دیکھا اے اللہ کے نبی میں پھر آ کر جماعت میں شامل ہو گیا نبی نے فرمایا ظرف بہشت کا تھا پانی کوثر کا تھا قطرہ عرش کے نیچے کا تھا رومال وسیلہ ہے جسے جبرائیل لائے رومال دینے والے میکائیل تھے۔ لگاتار جبرائیل میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے کہہ رہے تھے۔ اے محمد ٹھہرو تھوڑی دیر ٹھہرو تاکہ علی آ کر آپ کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ یہ بات مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت علی کی صورت میں پیدا کیا وہ علی کی زیارت کو آتے تھے آپ کی مدد کرتے تھے آپ ان کو اپنے سے بات کرنے کی اجازت دیتے تھے وہ فرشتے علی کی خدمت کرتے تھے یہ باتیں اس حقیقت پہ دلالت کرتی ہیں کہ رسول خدا کے بعد حضرت علی تمام مخلوق سے بزرگ ترین ہستی تھے فرشتے علی علیہ السلام کے لشکر کے سپاہی تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا علم

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منتخب کیا تھا تاکہ بعد میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب و تبلیغ کے وارث و جانشین ہو سکیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمالات کا امین و محافظ علی علیہ السلام کو بتاتے رہے حضرت علی علیہ السلام کا فرمان صواعق محرقہ میں ہے جب میں رسول اللہ سے سوال کرتا وہ بتلاتے تھے اور جب میں نہ دریافت کرتا اور خاموش ہو جاتا تو بغیر پوچھے خود مجھے بتلاتے اور تعلیم دیتے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا میرے پروردگار نے مجھے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی اگر معلم عالم ربانی ہے تو طالب علم کو بھی قدرت نے اخذ کرنے اور اس کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت نامہ عطا فرمائی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی صلاحیت کے بارے میں فرمایا ہے میرے پروردگار نے مجھے وہ قلم عطا کیا ہے جو ماکولات کا دریا سموئے ہوئے ہے اور وہ زبان دی ہے جو روک کے حقائق کے لیے پے درپے سوالات کرتی ہے۔
(حیلتہ اولیا حافظ ابو نعیم جلد اول صفحہ ۶۸ طباہر)

حضرت علی علیہ السلام جس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے ایک مخصوص صحابی سلیم بن قیس الہلالی سے ارشاد فرمایا جس کو سلیم بن قیس الہلالی نے نقل کیا ہے۔

میں دن میں ایک مرتبہ اور شب میں ایک مرتبہ رسول اللہ کے ساتھ تنہائی میں رہا کرتا تھا کبھی رسول اللہ سے جدا نہ ہوتا تھا جدھر رسول اللہ جاتے ساتھ ہی چلا تھا اصحاب رسول اللہ اس سے واقف تھے حضرت علیہ السلام کا یہ طریقہ و عمل میرے ساتھ مخصوص تھا کسی دوسرے کے ساتھ حضرت کا یہ برتاؤ نہ تھا تخلیہ ..ما" میرے گھر پر ہوتے تھے گھر کبھی اس کا اتفاق رسول اللہ کے گھر میں ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں اس جگہ سے ہٹ جاتیں اور صرف میں

اور رسول اللہ تنہائی میں رہتے اور جب تخلیہ کے لیے رسول اللہ میرے گھر تشریف فرماتے تو رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ اور میرے فرزند نہ ہٹتے بلکہ موجود رہتے تخیلہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوالات کرتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوابات دیتے اور جب میں خاموش ہو جاتا تھا یا میرے سوالات ختم ہو جاتے رسول اللہ خود اس کو اپنے قلم سے لکھتے تھے یہی نہیں بلکہ رسول اللہ اس کو سمجھ لینے اور یاد کر لینے کی دعائیں بھی میرے حق میں فرماتے تھے اس کی برکت سے قرآن مجھے بالکل حفظ ہو گیا تھا اور کبھی سہو و نسیان نہیں ہوا اس طرح تاویل قرآن (اصل و مراد و حقیقی معنی) کی تعلیم بھی مجھ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اور سب تعلیمات میرے سینہ میں محفوظ اور یاد ہو گئیں صرف حافظہ ہی میں نہیں محفوظ کیا بلکہ آنحضرت نے مجھے لکھوایا اور میں نے خط لکھا لیا۔ غرض کہ خدا نے جو کچھ بھی اپنے رسول اللہ کو بتلایا تنزیل و تاویل ناسخ و منسوخ حلال و حرام امر ونہی اطاعت و معصیت اور جو حالات اب تک گزرے جو قیامت تک ہونگے ان سب کی تعلیم مجھ کو حضرت صلی اللہ نے دی اور میں نے سب کو یاد کر لیا ایک حرف بھی نہیں چھوڑا تعلیم و تلقین کے بعد پیغمبر نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا فرمائی کہ خدا میرے سینہ کو علم و فہم فقہ و حکمت اور نور سے بھر دے اور مجھ پر کبھی جہل و نسیان نہ طاری ہو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تعلیم کے بعد کون ہے جو علی ابن ابی طالب کے علم کا اندازہ لگا سکتا ہے ہاں خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہماری رہبری ضرور کرتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا فمن اراد العلم فلیاتہ من بابہ۔

ترجمہ۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں پس جو شہر میں آنا چاہتا ہے وہ دروازے میں سے آئے۔ (اھل سنت کی مشہور کتابوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے) اھل سنت کی بہت سی کتابوں میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔

بروایت حضرت ابو ہریرہ حضرت عمر نے اعتراف کیا کہ ہم سب میں سے بڑا قاضی علی ہے۔ اور ابن مسعود سے بھی ایسا منقول ہے اور ابن عباس سے بھی منقول ہے جب کسی فتویٰ کے متعلق علی سے تصدیق مل جاتی تھی تو ہم دوسری بات نہیں کرتے تھے حضرت عمر کا قول ہے خدا ایسی مشکل سے بچائے جس کے لیے مشکل کشا علی نہ ہو۔ علی کے علمی مقام کے لیے اس سے زیادہ اور کیا ثبوت مہیا کیا جاسکتا ہے کہ پیغمبر کے صحابہ میں صرف علی کی ذات والا صفات نے ہی دعویٰ کیا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو ان کے علاوہ اور کسی کو جرات نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ سے بھی روایت ہے کہ علی سے زیادہ سنت رسول کا عالم کوئی نہیں ہے نیز تاریخ الخلفا میں طبرانی سے بھی منقول ہے۔

ترجمہ۔ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پہنچیں گے۔ تفسیر قرآن کے باب میں آپ نے فرمایا۔ ترجمہ۔ اللہ کی قسم جو آیت اتری مجھے معلوم ہے کہ کس بارے میں اتری کہاں اتری اور کس کے حق میں اتری۔ بیشک اللہ نے مجھے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا۔

ترجمہ۔ مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں جو چاہو سو پوچھو کیونکہ جو بھی آیت اتری ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ رات کو اتری یا دن میں اور ساحل پر اتری یا پہاڑ پر۔ اتقان سیوطی میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ حضرت علی قرآن کا ظاہر و باطن دونوں کا عالم ہے۔

حضرت علی کے علم کے متعلق یہ احادیث مشتے نمونہ از خروار یا قطرہ از بحر ذخائر اہلسنت کی کتاب صحاح میں مذکور و مسطور ہیں اگر اس کے بعد علی کے علمی آثار کو نقل کیا جائے تو کتابوں کے طومار بھی ان کو اپنے دامن میں سمیٹنے سے قاصر نظر آئیں گے۔ محققین علما نے اس موضوع پر الگ کتابیں تصنیف کی ہیں کہ علی کا خود عالم ہونا بجائے خود تمام مروجہ علوم میں سے ہر علم کا موجد بھی علی ابن

ابی طالب ہے۔ معرفت توحید حاصل کرنے والوں کیلیے علی کے خطبات معارف ربانیہ اور حقائق عرفانیہ کا چھلکتا ہوا سمندر اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں علوم حدیث میں سیر کرنے والوں کیلئے علی کا باب علوم نبویہ ہونا عیاں ہے علام تفسیر کے شائقین کے لئے علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ ترجمہ۔ علی قرآن کے ساتھ ہے قرآن علی کے ساتھ ہے کی زندہ مثال وہ نکات علمیہ اور اسرار عرفانیہ ہیں جو حقائق کی توضیح و تشریح کے لئے آپ کی زبان در فسانوں سے نکلے چنانچہ کتب معتبرہ سے یہ اعتراف بزبان ابن عباس سے منقول ہے جس کو صبر امت کا خطاب دیا گیا ہے۔

کہ میرا اور جملہ اصحاب محمد کا علم علی کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جس طرح ایک قطرہ آب سات سمندروں کے پانی کے مقابلہ میں اور دوسری حدیث میں ہے کہ علی نے فرمایا تمام کتب سماویہ کا علم قرآن مجید میں ہے اور قرآن کا علم سورۃ فاتحہ میں اور سورۃ فاتحہ کا علم بسم اللہ میں ہے اور بسم اللہ کا علم بابسم اللہ میں ہے اور فرمایا کہ بابسم اللہ کے نیچے والانقطہ میں علی ہوں اھل سنت کی مشہور کتاب کنزالعمال صفحہ ۳۳ پر ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے میرے بعد علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اس طرح عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ علم کے دس حصے ہیں نو ۹ حصے تو علی علیہ السلام کو ملے اور دسواں ایسا ہے جس میں تمام مخلوق کو عطا ہوا لیکن اس دسویں حصے میں بھی علی علیہ السلام کو سب سے زیادہ ملا ہے۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ چاندنی رات میں علی نے مجھے عشا کی نماز کے بعد جنت البقیع میں جانے کا حکم دیا اور خود بھی تشریف لے گئے پس آپ ایک اونچی جگہ پر دو زانو بیٹھ گئے اور بسم اللہ کی تفسیر کو بیان کرنا شروع کیا حتیٰ کہ رات گزر گئی مرغان سحر نے آذانیں بلند کیں پس سرد آہ کھینچ کر فرمانے لگے کاش رات کے دامن میں گنجائش ہوتی تو کچھ مزید فرماتا۔ ابن عباس نے عرض کی مولا رات پوری گزر گئی لیکن اب بھی بیان کی حسرت باقی ہے تو آپ نے فرمایا

اگر میں چاہوں صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ کتابوں سے لاد دوں۔

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ علم کے سو حصوں میں ایک حصہ تمام امت کو ملا اور باقی سب علی کو دے دیا گیا۔ تمام اصحاب محمد کے علم کو علی کے علم سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے نسبت ہوتی ہے۔

اہل سنت کی مشہور کتاب امالی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان درج ہے "میرے علوم کے بھیدوں کا خزانہ میرے علی ہیں"

اہل سنت کی مشہور کتاب مسند حافظ ابونعیم میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک ہزار باب علم کے سکھائے میں نے ہر باب سے ایک ہزار علم کے باب اور کھولے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات حضرت علیؑ سے کہا جو پوچھنا ہو تو پوچھ لو میں بتادوں حضرت علی دریافت کرتے گئے رسول خدا بتاتے گئے۔ یہاں تک کہ آنحضرت نے قیامت تک ہونے والی سب باتیں بتا دیں۔

حضرت علی علیہ السلام کہتے تھے خدا کی قسم میرے دل میں کثیر علم ہے اگر میرے سامنے سے پردے ہٹا دیے جائیں تب بھی میرے یقین میں اضافہ کی گنجائش نہیں ہے سرور کائناتؐ کے بعد آسمانی کتابوں کا جاننے والا حضرت علی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی نہ تھا یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے ماننے والے اپنے شکوک آپ ہی سے رفع فرماتے تھے۔ علم القرآن کی بھی یہ حالت تھی کہ تمام اصحاب مشکلات میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اہل سنت کی تفسیر کبیر میں ہے کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے اگر میرے لیے مسند قضا بچھا دی جائے تو توریت کو ماننے والوں کو توریت سے' انجیل کے ماننے والوں کا انجیل سے' زبور کے ماننے والوں کا زبور سے' قرآن کے ماننے والوں کا قرآن سے فیصلہ کروں اسطرح کہ ہر کتاب پکار اٹھے علی نے حکم خدا کے مطابق فیصلہ کیا اہل سنت کے مشہور عالم ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے پہلے کسی نے یہ جملہ نہیں کہا جو پوچھنا ہو پوچھ لو اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اور کوئی کہہ بھی نہیں سکتا۔ اس لیے علی علیہ السلام کے

علاوہ پورے قرآن کا علم کسی صحابی کے پاس نہ تھا۔ خدا نے علی کو اس کتاب کا عالم بنایا جس میں ہر شے کا بیان ہے ہر خشک و تر جمع ہیں۔ جس کے متعلق ارشاد ہے اسکی تاویل اللہ جانتا ہے یا راسخون فی العلم۔ خدا کی قسم راسخون فی العلم سے مراد علی ہیں (مناقب)۔

اہل سنت کی مشہور کتاب مناقب میں ہے کہ میرا سینہ علم سے بھرا ہے کاش اس کا کوئی لینے والا ہوتا۔

پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ یہ وہ علم ہے جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان پر چوسا چوسا کر دیا۔ پوچھ لو میرے پاس اولین و آخرین کا علم ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا پوچھ لو جو پوچھنا ہو اس سے پہلے کہ نہ پاؤ میں آسمانوں کے راستے زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں میرے سینے میں بے انتہا علوم بحر دخار کی طرح موجیں مار رہے ہیں۔ جو میری حالت سے واقف نہیں وہ جان لے میرے دل میں اسرار و عجائب بے شمار موجزن ہیں۔ میں نے علوم کے پردے چاک کر کے عجیب باتیں ظاہر کیں۔ غیب کے خزانے کھول دیے۔ اچھی باتیں اور معانی خیز امور جمع کیے۔ میں نے اولین کا علم اور آخرین کا علم جمع کر لیا میرے پاس حادث و قدیم کے بھید ہیں۔ ایسا علیم ہوں جس نے تمام عالموں پر احاطہ کر لیا ہے۔ حضرت سلیمان فارسی کہا کرتے تھے قل کفٰی شہیدا" بني و بینکم ومن عندہ علیم الکتاب۔ (کہہ دو اے رسول میری رسالت پر دو گواہ کافی ہیں ایک اللہ دوسرے وہ شخص جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے) اس سے مراد حضرت علی ہیں۔ جن کو خدا نے پورے قرآن کا علم دیا تھا۔

عبداللہ بن عباس کہتے تھے کہ خدا نے رسالت مآب سے ضمانت لی تھی کہ تمہارے بعد قرآن کو علی جمع کریں اسی لیے جو بھی آیت نازل ہوتی تھی رسول خداؐ علی کو سنا اور سمجھا دیتے تھے۔ خدا نے قرآن کو علی کے دل میں جمع کیا اور علی نے قرآن کو چھ ماہ میں جمع کیا۔

حضرت علی علیہ السلام سے جو احادیث مروی ہیں ان میں شک کی گنجائش بھی نہیں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بیان کرتے تھے وہ اسے سمجھا بھی دیتے اسی لیے غیروں میں اختلاف ہوا۔ مگر اہل بیت میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا اس نے کہا کہ آپ کے دادا نے بھی یہی جواب دیا تھا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اہل بیت علیہ السلام سے جب سوال ایک ہو گا تو جواب بھی ایک ہو گا۔ کیونکہ ہم سب کا علم ایک ہے۔ حضرت علی علیہ السلام علم کلام کے ایسے عالم تھے جن کی مثال نہ آپ کے قبل ملتی ہے نہ آپ کے بعد۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اس وقت تک کسی کا کلام دیکھیے آپ کے کلام کے مقابلہ پر حقیقت نہیں رکھتا۔ حضرت علی جیسا دوسرا عالم علم کلام پیدا ہی نہیں ہوا۔

نہج البلاغہ کی سیر

نہج البلاغہ اس شخص کا کلام ہے۔ جس نے خانہ کعبہ میں جنم لیا۔ رسول عربی کی زبان چوس کر پروان چڑھا۔ جس نے قوت بدن اور قوت بیان میں اسداللہ اور لسان اللہ کے لقب پائے حضرت علی کا یہ کلام بلاشبہ امام الکلام ہے اہل سنت کے مشہور عالم ابن ابی حدید ایک کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں حدتو یہ ہے کہ لوگوں نے بجاطور پر آپ کے کلام کو خالق کے کلام کے بعد اور بندوں کے کلام سے بالاتر قرار دیا ہے لوگوں نے تحریر و تقریر دونوں فنون آپ سے سیکھے ہیں۔ عبدالمسیح انطاکی صاحب جریدۂ "العمران" مصر' جنہوں نے امیرالمومنین کی سیرت میں اپنی مشہور کتاب "شرح قصیدہ علویہ" تحریر کی ہے اور وہ مطبع رعمسیس فجالہ مصر میں شائع ہوئی ہے وہ اس کے صفحہ ۵۳ پر تحریر کرتے ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ سیدنا حضرت علیؑ امیرالمومنین فصیحوں کے امام اور بلیغوں کے استاد اور عربی زبان میں خطابت اور کتابت کرنے والوں میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور یہ وہ کلام ہے جس

کے بارے میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ یہ کلام خلق سے بالا اور خالق کلام سے نیچے ہے نہج البلاغہ حضرت علیؑ کے خطبوں، فرمانوں، خطوں اور حکیمانہ ارشادوں کا وہ مجموعہ ہے جسے علامہ سید رحمتہ اللہ علیہ نے تالیف کر کے دنیائے علم و ادب کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کیا اس کتاب کا یہ معجزہ ہے کہ یہ کتاب خود اپنے کو پڑھواتی ہے اس کے ایک لفظ سے ہزار لفظ اور ایک جملے سے ہزار جملے نکلتے ہیں۔ اس میں تعجب کیا جو کتاب ہر زمانے کیلئے فکر و عمل کی دعوت ہو اور ہر عقل والے کو آواز دے گی قریب بڑھو۔ پوچھو تو سہی۔ خالق کائنات کون ہے کسی کے بغیر نہ کوئی چیز پیدا ہوتی ہے نہ زندہ رہ سکتی ہے۔ اس کتاب میں قرآن و حدیث کا اعجاز جھلکتا ہے اس میں خدا کی معرفت اور رسول کی رسالت دمک رہی ہے۔

تمام حمد
اس خدا کے لئے سزاوار ہیں۔
جس کی تعریف تک بیان کرنے والے نہیں پہنچ سکتے جس کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے کوشش کرنے والے جس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

وہ خدا
جس کی حقیقت تک ہمتوں کی بلند پروازیاں نہیں پہنچتیں فکروں کی گہرائیاں جس کی تہہ نہیں پاتیں جس کی صفات کی کوئی حد معین نہیں۔ کوئی ایسی لغت موجود نہیں جو ان صفات کی حقیقت بیان کر سکے۔

اس کی ابتدا کا کوئی وقت نہیں جو شمار میں آ سکے ایسی کوئی مدت نہیں جس کی انتہا ہو وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں جس سے وہ مانوس ہوتا ہو اور اس کے نہ ہونے سے گھبراتا ہو اس نے کائنات کو خلق فرمایا اور پہلے پہل بنایا بغیر اس کے کہ فکر کو کام میں لایا ہو یا تجربہ سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت پڑی ہو حرکت کو پیدا کرنا پڑا ہو یا ایسا اہتمام کیا ہو جس کیلئے مضطرب ہونا پڑا ہو۔

وہ ہر چیز کو اپنے اپنے وقت پر عدم سے وجود کی طرف لایا اور مختلف

المزاج اشیا کو ایک دوسرے سے وابستہ کیا اور ہر چیز کو مخصوص مزاج عطا کیا اور انکی صورتیں اور شکلیں معین کیں۔

وہ انکی خلقت سے پہلے انہیں جانتا تھا اس کا علم انکی حدود اور انتہا کا احاطہ کئے ہوئے تھا وہ انکے حالات اور پوشیدہ کیفیات سے واقف تھا۔

دین کی بنیاد خدا کی معرفت ہے۔

معرفت کی راہ دکھانے والا رسولؐ خدا نے اس وقت بھیجا جب امتیں طویل غفلت میں تھیں فتنوں کا زور تھا دنیا بے نور تھی ہدایت کے مینار ٹوٹ چکے تھے ہلاکت کا علم بلند تھا اندر کا لباس خوف اور باہر کا پیراہن تلوار تھی سرور جہاں کو خداوند عالم نے حق کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوق کا گواہ بنا کر بھیجا۔

وہ ہدایت کے بند دروازے کھولنے والا سچائی کے ساتھ اعلان حق کرنے والا تیری وحی کا امانت دار تیرے عہد و پیما کا محافظ تیرے فرماں نافذ کرنے ہی میں مصروف رہا یہاں تک کہ روشنی سے فائدہ اٹھانے والوں کے لیے شعلے بھڑکا دیئے۔ اندھیرے میں بھٹکنے والوں کیلئے ایمان کی راہ روشن کر دی لیکن تمہیں جو کچھ یاد دلایا گیا تھا وہ تم بھول گئے اور جن چیزوں سے تمہیں ڈرایا گیا ان سے بے خوف ہو گئے تمہارے خیالات بھٹک گئے اور تمہارے سب کام درہم برہم ہو گئے وہ زمانہ تم نے خود اپنے اوپر مسلط کر لیا جب کوئی اینٹوں کا مقام اور اونی خیمہ ایسا نہ بچے گا جس میں ظالموں کی سختیاں اور ان کے مظالم داخل نہ ہو جائیں وہ ایسا وقت ہو گا کہ نہ آسمان میں تمہارا کوئی عذر خواہ ہو گا نہ زمین میں مددگار رہے گا تم نے نااہلوں کو چن لیا اور انہیں ایسی جگہ اتار دیا جو ان کے اترنے کی جگہ نہ تھی۔ خداوند عالم ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا۔

ہر شخص جس نے نہج البلاغہ سمجھنے کی کچھ کوشش کی اس کو ہر صورت میں کچھ نہ کچھ ملا کسی کو زیادہ ملا کسی کو تھوڑا ملا مگر سب کو کچھ نہ کچھ ضرور ملا نہج البلاغہ بہتا ہوا دریا ہے۔ پانی کی کمی نہیں ہر شخص اپنی پیاس کو یہاں بجھا سکتا ہے۔

آج تیاری کا دن ہے اور کل آگے بڑھنا ہے جس طرف آگے بڑھنا ہے

وہ جنت ہے جہاں بلا اختیار پہنچ جائیں گے وہ دوزخ ہے۔ کیا موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی نہیں۔ کیا سختی کا دن آنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی نہیں آج تم امید کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہو اس کے پیچھے موت ہے۔ دیکھو اطمینان کے دنوں میں اس طرح عمل کرو جس طرح خوف کے وقت کر گزرتے ہو میں نے نہ تو کوئی نعمت جنت جیسی دیکھی ہے جس کے مشتاق اس طرح محو خواب ہوں نہ جہنم جیسا عذاب دیکھا جس سے بھاگنے والے اس طرح خواب خرگوش میں مبتلا ہوں جسے حق فائدہ نہ پہنچائے اسے باطل ضرور نقصان پہنچائے گا جسے ہدایت ثابت قدم نہ رکھے اسے گمراہی کھینچ کر ہلاکت کی طرف لے جائے گی۔

خطبات و خطوط و کلمات کا یہ مجموعہ فصاحت و بلاغت زور بیان اور شان کلام کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتا۔

اس کا موضوع ہے حق کا اثبات اور باطل کی تردید راستے کی پکار اور کذب و دروغ کی نہی سچ کا اظہار اور جھوٹ سے پیکار یہ مجموعہ اپنے ہوں یا غیار یگانے ہوں یا بیگانے موافق ہوں یا مخالف سب نے خالق کائنات کی معجز نما کلام قرآن مجید سے مرتبہ میں کم اور ساری دنیا کے کلام سے مرتبہ میں بلند و بالا تسلیم کیا ہے قرآن مجید جو سن کر یاد رکھے اس کے لیے علم ہے جو بیان کرے اس کے لیے بہترین کلام ہے جو اس کے ذریعے فیصلہ کرے اس کے لیے قطعی حکم ہے جو نور ہی نور ہے۔

جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں چراغ ہے جس کی روشنی خاموش نہیں ہوتی سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے شاہراہ ہے جو راہ نہیں بھلاتی ایسی شعاع ہے جس کی روشنی کم نہیں ہوتی عین حق ہے ایمان کا معدن و مرکز ہے اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں۔ کھلا ہوا بیان ہے جس کے ستون گرائے نہیں جا سکتے۔ عدل و انصاف کے باغ اور حوض ہیں اسلام کا سنگ بنیاد ہے حق وادی اور اس کے ہموار میدان ہیں دریا ہے جسے پانی بھرنے

والے ختم نہیں کر سکتے۔ جو اس کی حدود میں داخل ہو جائے اس کے لیے امن و صلح ہے جو اس کی پیروی کرے اس کے لیے ہدایت ہے۔

جو اسے اپنائے اس کے لیے محبت ہے جو اس کے ذریعہ کلام کرے اس کے لیے دلیل ہے۔ جو اس کا بوجھ اٹھائے اسے بلند کرنے والا ہے۔

خدا نے اسے عالموں کی پیاس کے لیے سیرابی فقہیوں کے دلوں کے لیے بہار اور نیکیوں کے راہ گزر کے لیے شاہراہ قرار دیا ہے۔

ہم سب کو یقین ہے کہ زندگی ماحصل موت کے سوا کچھ بھی نہیں کون نہیں جانتا جو بھی پیدا ہوتا ہے پیدا مرنے کے لیے ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ موت کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام کے اکثر خطبوں میں ہے مصر میں اپنے گورنر محمد بن ابی بکر کو خط لکھتے ہیں۔

حضرتؑ فرماتے ہیں جب تمہارا نفس شہوتوں کے سلسلے میں تم سے جھگڑا کرے تو تم موت کی یاد میں اضافہ کر لو۔

واعظ کے اعتبار سے موت ہی کافی۔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات اپنے اصحاب کو موت یاد رکھنے کے سلسلے میں نصیحت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرو کیونکہ یہ نفس کی لذتوں کا زور توڑ دینے والی ہے اور تمہاری شہوتوں کے درمیان حائل ہونے والی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام ایک اور خطبہ میں فرماتے ہیں اے لوگو میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور ان کی ان نعمتوں پر جو اس نے تمہیں دیں ان انعامات پر جو اس نے تمہیں بخشے اور ان احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کیے ہیں بکثرت حمد و ستائش کی نصیحت کرتا ہوں کتنا ہی اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کیلئے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دستگیری کی۔

تم نے اعلانیہ برائیاں کیں لیکن اس نے تمہاری پردہ پوشی کی تم نے ایسے ہی حرکتیں کیں جو قابل گرفت تھیں مگر اس نے ڈھیل دی میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ موت کو یاد کرو اور اس سے اپنی غفلت کو کم کرو اور آخر کیونکر تم اس

سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو جو تم سے غافل نہیں اور کیونکر اس (فرشتہ موت) سے آس لگاتے ہو جو تمہیں ذرا مہلت نہ دے گا تمہیں پند و عبرت دینے کے لیے وہی مرنے والے کافی ہیں کہ جنہیں تم دیکھتے رہے ہو انہیں کندھوں پر لاد کر قبروں کی طرف لے جایا گیا۔ درآں حالانکہ وہ خود سوار نہیں ہو سکتے اور انہیں قبروں میں اتار دیا گیا جب کہ وہ خود اترنے پر قادر نہ تھے (یوں مٹ مٹا گئے) گویا کہ یہ کبھی دنیا میں بسے ہوئے تھے بھی نہیں اور گویا یہی آخرت کا (گھر) ان کا ہمیشہ سے گھر تھا جسے وطن بنایا تھا اسے سنسان چھوڑ دیا اور جس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہاں آپ کو جا کر سکونت اختیار کرنا پڑی ہمیشہ اس کا انتظار کیا جسے چھوڑنا تھا اور وہاں کی فکر نہ کی۔ جہاں جانا تھا (اب) نہ تو برائیوں سے توبہ کر کے پلٹنا ان کے بس میں ہے اور نہ نیکیوں کو بڑھانا ان کے اختیار میں ہے۔

انہوں نے دنیا سے دل لگایا تو اس نے فریب دیا اور اس پر بھروسہ کیا تو اس نے انہیں پچھاڑ دیا۔

خدا تم پر رحم کرے ان گھروں کی طرف توجہ میں جلدی کرو جن کے آباد کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور تمہیں شوق دلایا گیا ہے۔ اور جن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی نعمتوں پر جو تم پر ہیں پایہ تکمیل تک پہنچاؤ کیونکہ آنے والا کل آج کے دن سے قریب ہے۔

دن کے اندر گھڑیاں کتنی تیز قدم اور مہینہ کے اندر دن کتنے تیز رو اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام اور عمر کے اندر کتنے تیز رفتار ہیں"

حضرت علیؑ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں "موت کا پیغام آنے سے پہلے موت کی پکار اپنے کانوں کو سنادو اس دنیا میں زاہدوں کے دل روتے ہیں اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں انکا غم و اندوہ حد سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کے (چہروں) سے مسرت ٹپک رہی ہو اور انہیں اپنے نفسوں سے انتہائی بیر ہوتا ہے"

مولائے کائنات علیؑ کا ایک اور خطبہ ہے۔ "خدا کی قسم وہ چیز جو سراسر

حقیقت ہے ہنسی کھیل نہیں اور سر تا پا حق ہے جھوٹ نہیں وہ صرف موت ہے اس کے پکارنے والے نے اپنی آواز پہنچا دی ہے اور اس کے ہنکانے والے نے جلدی مچا رکھی ہے یہ زندہ لوگوں کی کثرت تمہارے نفس کو دھوکا نہ دے (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ) تم ان لوگوں سے جو تم سے پہلے تھے جنہوں نے مال و دولت سمیٹا تھا۔ جو افلاس سے ڈرتے تھے اور امیدوں کی درازی اور موت کی دوری کا (فریب کھا کر) نتائج سے بے خوف بن چکے تھے۔ دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت ان پر ٹوٹ پڑی اور انہیں وطن سے باہر کیا اور انہیں جائے امن سے اپنی گرفت میں لے لیا اس عالم میں وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور وہ اپنی انگلیوں (کے سہارے) سے روکے ہوئے تھے کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔ جو دور کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے جنہوں نے مضبوط محل بنائے تھے اور ڈھیروں مال جمع کیا تھا کس طرح ان کے گھر قبروں میں بدل گئے۔ اور جمع شدہ پونجی تباہ ہو گئی۔ ان کا مال وارثوں کا ہو گیا اور ان کی بیویاں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں"

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

"اے خدا کے بندو ! اس بات کو جانتے رہو کہ تمہیں اور اس دنیا کی ان چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہی لوگوں کی راہ گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جو تم سے زیادہ لمبی عمروں والے تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پائیدار نشانیوں والے تھے۔ ان کی آوازیں خاموش ہو گئیں۔ ہوائیں اکھڑ گئیں بدن گل سڑ گئے گھر سنسان ہو گئے اور نام و نشان تک مٹ گئے انہوں نے مضبوط محلوں اور بچھی مسندوں کو پتھروں اور چنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین ہونے والی (اور) لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے معنوں کی بنیاد تباہی و ویرانی پر ہے اور مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں ان قبروں کی جگہ آپس میں نزدیک ہے اور ان میں بسنے والے دور افتادہ مسافر ہیں ایسے مقام میں جہاں وہ بوکھلائے ہوئے ہیں۔ اور ایسی جگہ میں کہ جہاں دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر آخرت کی

فکروں میں مشغول ہیں وہ اپنے وطن سے انہیں نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قریب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپ میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جلنا ہو سکتا ہے۔ جبکہ بوسیدگی اور تباہی نے اپنے سینہ سے انہیں لپیٹ ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے انہیں کھا لیا ہے تم بھی یہی سمجھو کہ (گویا) وہیں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خواب گاہ (قبر) نے تمہیں بھی جکڑ لیا ہے اور اپنی امانت گاہ (لحد) نے تمہیں بھی چمٹا لیا ہے اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تمہارے سارے مراحل انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے وہاں ہر شخص اپنے اعمال کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک کی طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افترا پردازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گیں"

نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ کے ایسے بہت کم خطبے ہیں جن میں انہوں نے موت کو یاد رکھنے کی تاکید نہ کی ہو مثلاً" فرماتے ہیں۔ کیا تم اس دنیا کو ترجیح دیتے ہو اسی پر مطمئن ہو گئے ہو یا اسی پر مرے جا رہے ہو جس کا اس پر اعتماد نہ رہے اور اس میں بے خوف خطر ہو کر رہے اس کے لیے یہ بہت برا گھر ہے جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو کہ ایک نہ ایک دن تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہے اور یہاں سے کوچ کرنا ہے اور ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں کون ہے انہیں لاد کر قبروں میں پہنچایا گیا مگر اس طرح نہیں انہیں سوار سمجھا جائے انہیں قبروں میں اتار دیا گیا مگر وہ مہمان نہیں کہلائے پتھر سے ان کی قبریں چن دی گئیں اور خاک کے کفن ان پر ڈال دیئے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو ان کا ہمسایہ بنا گیا ہے۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے۔

دل جب بے حد پریشان ہو باطل کی بغاوت عروج پر ہو۔ جھوٹ کا بول بالا ہو۔ غلط رستوں سے بڑھنے والے چوٹی پر ہوں صحیح قدم اٹھانے والے حالات کی دلدل میں پھنس جائیں اس وقت ایک سہارا چاہیے جو دل کو مضبوط کر دے ہاتھ

پکڑ کر مایوسی کی غار سے باہر نکال دے۔

تاکہ حق کی شعاعیں ٹھنڈے بے جان جسم کو پھر سے زندہ کر دیں خون میں ارادے کی گرمی آ جائے آنکھیں انجام پر ہوں راستہ کی رکاوٹیں کھیل بن جائیں۔ مشکل وقت کا وہ سہارا یہ کتاب ہے اس کے زور کمال کا یہ بیان ہے کہ پڑھنے والے کی حیثیت ایک گواہ کی ہو جاتی ہے۔ جیسے اس کے آنکھوں دیکھے حال کا وہ خود شریک ہو۔

جو فرمانبردار تھے انہیں یہ جزا دے گا کہ اس کے جوار رحمت میں رہیں اور ہمیشہ کے لیے اپنے گھر بہشت میں اقامت رکھیں ہمیشہ کے لیے ٹھہرا دے گا۔ جہاں ٹھہرنے والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ ہی ان کے حالات بدلتے ہیں اور نہ انہیں خوف لاحق ہوتا ہے۔ نہ بیماریاں ان تک پہنچتی ہیں نہ انہیں خطرے پیش آتے ہیں نہ انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنے پڑتے ہیں۔

اور جو نافرمان ہوں گے انہیں ایک بدترین گھر میں پھینک دے گا جہاں ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں سے باندھ دے گا۔ اور ان کی پیشانیوں کو پیروں سے ملا دے گا۔ اور انہیں تار کول کی تہس اور آگ سے قطع کیے ہوئے لباس پہنائے گا۔

"یہ لوگ اس عذاب میں مبتلا ہوں گے جس کی گرمی بہت سخت ہو گی اور ان پر ان کے دروازے بند کر دیئے جائیں وہ کبھی باہر نہ نکل سکیں اور ایسی آگ میں ہونگے جہاں تیز شرارے بھڑکنے کی آوازیں اٹھتے ہوئے شعلے اور ہولناک چیخیں ہوں گی اور اس میں ٹھہرنے والے وہاں سے نکل نہیں سکتے اور نہ ان کے قیدیوں کا فدیہ لیا جا سکتا ہے نہ ان کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں نہ اس گھر کے لیے کوئی مدت ہے کہ ختم ہو جائے اور نہ ان لوگوں کے لیے کوئی معیاد مقرر کی ہے کہ اپنی حد تک پہنچ جائے"

عظمت اہل بیت علیہ السلام کے بارے میں امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہم اسرار الٰہی کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں علم خدا کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں انہیں کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف اور کپکپی دور کی امت نبی کے کسی فرد پر آل محمد کو قیاس نہیں کیا جا سکتا جو لوگ ان کے ٹکڑوں پر پلے ہیں وہ آل محمد کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے وہ دین کی اساس و بنیاد اور علم و یقین کے ستون ہیں راہ افراط و غلو پر گامزن افراد پیچھے آئیں اور حد تفریط میں مبتلا انسان تیز قدم بڑھائیں اور آل محمد کے ساتھ ہو جائیں اور مسلمین کی ولایت کی شرائط انھیں میں جمع ہیں۔ پیغمبر نے انھیں کیلئے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے یہی کمالات نبوی کے وارث ہیں اور اب حق اپنے وارث حقیقی تک پہنچ گیا ہے اور اپنی جائے گاہ حقیقی کو پا گیا ہے۔

ان جملوں سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آل محمد روحانیت اور معنویت کی اس منزل پر فائز تھے جو عام انسانوں کی سطح سے بلند ہے ایسی سطح کے افراد کا کسی سے تقابل کرنا غلط ہے حضرت علی فرماتے ہیں ہم شجرہ نبوت منزل رسالت فردگاہ ملائکہ معدن علم اور چشمہ حکمت ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں "وہ لوگ کہاں ہیں جو جھوٹ بولتے اور حسد کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ راسخون فی العلم وہ ہیں نہ کہ ہم بے شک اللہ نے ہمیں بلند کیا اور انہیں گرایا ہمیں منصب امامت سے نوازا انہیں محروم رکھا۔ اور ہمیں (منزل علم میں داخل) کیا اور انہیں دور کیا اور ہم سے ہدایت کی طلب اور ہم سے تاریکی و ضلالت کو چھانٹنے کی (کوششیں) خواہش کی جا سکتی ہے۔ بے شک امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ کشت زار سے ابھریں گے نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ کوئی ان کے علاوہ اس کا اہل ہو سکتا ہے"

ہم ہی پرچم اسلام، خاص ساتھی، خزانہ دار اور دروازہ اسلام ہیں گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا جاتا ہے غلط طریقہ سے (دیوار پھاند کر) آنے والا چور

کہلاتا ہے۔

قرآن کی نفیس آیات انہیں کی مدح سرائی میں نازل ہوئی ہیں وہ خدائے رحمان کے خزانے ہیں جب لب کشائی کرتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور اگر خاموش رہتے ہیں۔ تو کوئی ان پر سبقت نہیں کرتا۔

"ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھنا چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو یا خائف و پنہاں تاکہ اللہ کی نشانیاں مٹنے نہ پائیں وہ ہیں ہی کتنے ؟

کہاں ہیں خدا کی قسم وہ بہت تھوڑے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک قدر و منزلت میں بہت بلند ہیں خداوند عالم ان کے ذریعہ اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے جیسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے جیسوں کے دل میں بھر دیں۔ علم نے انھیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند افراد نے دشوار سمجھا اپنے لیے سہل و آسان سمجھ لیا ہے جو چیزیں جاہلوں کیلئے سبب خوف و وحشت ہیں وہ ان لوگوں کیلئے باعث عشق و محبت ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے ہیں کہ جن کی ارواح ملا اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی تو وہ لوگ ہیں جو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ آہ' آہ میں ان کے دیدار کی آرزو لیے بیٹھا ہوں۔

خوارج کے ظاہری تقویٰ نے حقیقی مومنوں کے ایمان کو مشکوک بنا دیا تھا وہ بارہ ہزار تھے بے شمار سجدوں سے ان کی پیشانیوں پر گھٹے پڑ گئے تھے انھوں نے زاہدوں کا روپ دھار لیا تھا رہن سہن خورد نوش نشست و برخاست زاہدوں کی سی تھی ہر وقت ذکر خدا کا ورد رہتا تھا لیکن نہ روح اسلام جانتے تھے نہ اسلامی ثقافت سے واقف تھے تنگ نظر ریاکار اور جاہل تھے اور اسلام کے مقابل میں بہت بڑا مانع تھے حضرت علی علیہ السلام فخر و مباہات کے انداز میں فرماتے ہیں۔

"میں ہی تھا جو ان خشک مقدس ماب لوگوں کے منصوبوں کو تاڑ گیا ان کی پیشانیوں

پر سجدوں کے نشان زاہدانہ بھیس اور دائم الذکر زبان میری چشم بصیرت میں دھول نہ جھونک سکی میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اگر انہوں نے اپنے پنجے گاڑ دیئے تو یہ اسلام کو جمود وعدم تحرک اور ریاکاری کے ایسے دلدل میں پھنسا دیں گے کہ اسلام کبھی بھی اس سے باہر نہ نکل سکے گا۔

جی ہاں یہ افتخار تو فقط فرزند ابوطالب کو ہی حاصل ہے کونسی طاقت ہے جو ایسی حق بجانب چہروں کے مقابلے میں نہ ہل سکے کونسا بازو ہے کہ جو ان کو فنا کے گھاٹ اتارنے کے لیے اٹھے اور نہ لرزے؟

آپ علیہ السلام تقویٰ کے بارے میں فرماتے ہیں "یاد رہے کہ خطائیں وہ سرکش گھوڑے ہیں جن پر خطاکار سوار کیے گئے ہیں اور ان کی باگیں بھی اتار دی گئی ہوں پس وہ اپنے سواروں کو لے کر دوزخ میں پھاند پڑے اور تقویٰ رام کی ہوئی سواریوں کی مانند ہے جن پر پرہیز گاروں کو سوار کیا گیا اور انہیں ان کی مہاریں دی گئی ہوں وہ اپنی سواریوں کو آرام سے لے جا کر جنت میں اتار دیں۔

حضرت علیؑ تقویٰ کے بارے میں فرماتے ! بندگان خدا جان لو تقویٰ ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک کمزور چار دیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں کو تباہیوں سے روک سکتی ہے اور نہ ان کی حفاظت کر سکتی ہے دیکھو تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے حضرت علیؑ نے دنیا کے بارے میں فرمایا دنیا عقلمندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے جسے ابھی بڑھا ہوا اور پھیلا ہوا دیکھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹ کر اور سمٹ کے رہ گیا ایک اور خطبے میں فرماتے ہیں دنیا اپنا دامن سمیٹ رہی ہے اور اس نے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اس کی جانی و پہچانی چیزیں اجنبی ہو گئیں اور وہ تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی ہے اور اپنے رہنے والوں کو فنا کی طرف بڑھا رہی ہے اور اپنے پڑوس میں بسنے والے کو موت کی طرف دھکیل رہی ہے ایک اور خطبے میں دنیا کے بارے میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں دنیا کو اپنے دل سے نکال لو قبل اس کے کہ تمہارے بدن اس سے نکالے جائیں پس آخرت کے لئے تم پیدا

کئے گئے ہو اور دنیا میں روک دیئے گئے ہو اور انسان جب مرتا ہے تو ملائکہ کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیج چکا ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑا ہے پس اللہ کی طرف تمہاری بازگشت ہے تو وہ آگے بھیجو جو تمہارے لیے نفع بخش ہو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اپنے کرتے کو اتنے پیوند لگائے کہ اب مجھے پیوند لگانے والے سے بھی حیا آنے لگا فرمایا جناب امیرؑ نے جو دنیا سے زہد و پرہیز کرتے ہیں وہ آخرت کے بادشاہ ہیں۔ اور جو دنیا سے پرہیز نہ کرے اور اس میں رغبت کرے تو وہ دنیا و آخرت کا فقیر ہے اور جو دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اور جو اس میں رغبت کرے دنیا اس کی مالک ہو جاتی ہے۔

فاطمہ بنت اسد

فاطمہ بنت اسد حضرت علیؑ کی والدہ گرامی تھیں اسد قبلہ بنت عامر کے بطن سے حضرت ہاشمؑ کے فرزند تھے اس لحاظ سے آپ ہاشم کی پوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اور حرم ابوطالبؑ ہونے کی بنا پر چچی ہوئیں جب آنحضرتؐ ابوطالب کی کفالت میں آئے تو انہی کی گود پیغمبرؐ جیسے ہادی اکبر اور رہنمائے اعظم کی گہوارہ تربیت بنی اور انہی کی آغوش محبت و شفقت میں پرورش پائی اگر حضرت ابو طالب نے تربیت و نگہداشت میں باپ کے فرائض انجام دیئے تو فاطمہ بنت اسد نے اسطرح محبت و دلسوزی سے دیکھ بھال کی کہ یتیم عبداللہ کو ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا اپنے بچوں سے زیادہ ان کا خیال رکھتیں اور ان کے مقابلہ میں اپنی اولاد تک کی پرواہ نہ کرتیں ان کی محبت والتفات کا یہ عالم تھا کہ جب خرما کے درختوں میں پھل آتا تو صبح تڑکے اٹھ کر خرموں کے کچھ دانے چن کر علیحدہ رکھ دیتیں اور جب ان کے بچے ادھر ادھر ہوتے تو وہ خرمے آنحضرت کو پیش کرتیں۔ اور جب دستر خواں بچھتا تو اس پر سے کچھ کھانا اٹھا کر الگ رکھ دیتیں کہ اگر کسی وقت وہ کھانا مانگیں تو انہیں دے سکے۔ آپ کے بطن سے ابو طالب

کی سات اولادیں ہوئیں جن میں تین صاحبزادیاں تھیں۔ ریطہ' جمانہ اور فاختہ جو ام ہانی کی کنیت سے معروف ہیں اور چار صاحبزادے تھے۔ طالب' عقیل' جعفر اور علیؑ۔ جناب ابوطالب ہاشمی تھے اور فاطمہ بنت اسد بھی ہاشمیہ تھیں اور مادری و پدری دونوں نسبتوں سے ہاشمی ہونے کا شرف سب سے پہلے ابوطالب و فاطمہ ہی کی اولاد کو حاصل ہوا۔ ابن قتیبہ نے تحریر کیا۔ فاطمہ بنت اسد پہلی ہاشمیہ خاتون ہیں۔ جن سے ہاشمی اولاد ہوئی۔

جناب فاطمہ خاندانی رفعت' نسبی' شرافت اور پاکیزگی سیرت کے ساتھ اسلام بیعت اور ہجرت میں بھی سبقت کا شرف رکھتی ہیں۔ ابن صباغ مالکی نے تحریر کیا ہے۔ فاطمہ بنت اسد اسلام لائیں۔ پیغمبر کے ساتھ ہجرت کی اور سابق السلام خواتین میں سے تھیں۔ آپ غزوہ بدر میں ان خواتین میں شامل تھیں جو مجاہدین کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔

عالم اہل سنت شیخ علی المرزوقی نے تحریر کیا ہے۔ کہ پیغمبر اکرمؐ نے فاطمہ بنت اسد کو خود دفن کیا اور انہیں اپنے پیراہن کا کفن دیا۔ اس موقع پر آنحضرت کو فرماتے سنا گیا کہ "آپ کا فرزند" جب آنحضرت سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ فاطمہ بنت اسد سے پرودگار کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتا دیا اور نبی کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کا جواب دے دیا۔ پھر امام کے بارے میں سوال ہوا تو اس پر ان کی زبان لڑکھڑائی میں نے کہا "آپ کا فرزند" "آپ کا فرزند" رسول پاکؐ نے روتے ہوئے فرمایا اے مادر گرامی خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ بہترین ماں تھیں۔

پیغمبر کے اس امتیازی برتاؤ کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کسی اور کے لیے آپ سے دیکھنے میں یہ باتیں نہیں آئیں۔ فرمایا کہ میرے چچا ابوطالب کے بعد اس خاتون کے سب سے زیادہ مجھ پر احسانات ہیں۔ میں نے اپنا پیراہن انہیں اس لیے پہنایا ہے تاکہ پردہ پوش محشور ہوں۔ اور لحد میں اس لیے لیٹا ہوں تاکہ فشار قبر سے محفوظ رہیں۔

رسول خداؐ نے فاطمہ بنت اسد کے جنازے پر چالیس تکبیریں پڑھیں۔ تو عمار نے عرض کیا قبلہ آپ نے چالیس تکبیریں پڑھیں ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا جب صفیں سیدھی ہوئیں تو میں نے دیکھا کہ ملائکہ کی چالیس صفیں تھیں۔ صفوف ملائکہ کو دیکھ کر میں نے ہر صف کے لیے ایک تکبیر پڑھی۔ اور میں اس وقت قبر سے باہر آیا۔ جب قبر فاطمہ بنت اسد سے باغ جنت کی طرف دروازے کھل گئے۔ جنت کا فرش بچھا دیا گیا۔ جنت کی خوشبوئیں مہک گئیں۔ عمار فاطمہ بنت اسد کی قبر جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔

حضرتؑ کی ازواج و اولاد

حضرت کی حسب ذیل ازواج سے یہ اولاد ہوئیں۔ (۱)۔ حضرت فاطمہ سیدۃ النساء العالمین۔ تین بیٹے امام حسنؑ و امام حسینؑ و محسنؑ۔ جن کا حمل ساقط ہوا اور دو بیٹیاں جناب زینب کبریٰؑ و جناب زینب صغریٰؑ۔ انہیں کی کنیت ام کلثوم تھی۔ (۲)۔ خولہ دختر جعفر بن قیس حنفیہ۔ ان سے ایک بیٹے محمد بن حنفیہ تھے۔ (۳)۔ ام حبیب بنت ربیعہ ایک بیٹا عمر اور ایک بیٹی رقیہ ہوئیں۔ (۴)۔ ام ابنین دختر حزام بن خالد بن دارم کلابی۔ چار بیٹے حضرت عباس علمدار، جعفر، عثمان و عبداللہ۔ یہ چاروں کربلا میں شہید ہوئے۔ (۵)۔ پہلی دختر مسعود دارمی۔ دو بیٹے محمد اصغر و عبداللہ۔ (٦)۔ اسماء بنت عمیس۔ ایک بیٹے یحییٰ۔ (اور بعض مورخین نے دوسرے بیٹے کو عون یا محمد لکھا ہے)۔ (۷)۔ ام سعید دختر عروہ بن مسعود ثقفی۔ دو بیٹیاں ام الحسن رملہ۔ ان ازواج کے علاوہ بھی کچھ بیبیاں تھیں۔ جن سے نفسیہ۔ زینب صغریٰ۔ رقیہ صغریٰ۔ ام ہانی۔ ام الکرام جمانتہ۔ امامہ۔ ام سلمہ۔ میمونہ۔ خدیجہ اور فاطمہ ہوئیں۔ اس طرح حضرت کے بارہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں ہوئیں۔ (ارشاد ص۱۹۹) ان کے علاوہ امامہ بنت ابی العاص بھی حضرتؑ کی زوجہ تھیں۔ جن سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام

حضرت ابو طالب علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے سگے چچا حضرت ہاشم کے پوتے حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ کے سگے بھائی اور حضرت علی علیہ السلام کے والد گرامی تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش اور تربیت کے فرائض حضرت ابو طالبؑ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اپنے ذمے لے لیے اور اس شان سے تربیت و پرورش کی کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ رسول خداؐ اور حضرت ابوطالب کی زندگی کا امتزاجی مطالعہ اس بات کا شاہد قوی ہے کہ حضرت ابو طالب کی طینت کا ضمیر اسلام و عقیدہ کے آب حیات سے ہوا تھا۔ یہ وہ انسان تھا جس نے اصل و نسل، حسب و نسب کسی اعتبار سے بھی کفر سے کوئی تعلق پیدا نہیں کیا۔ تبلیغ کے وہ ابتدائی لمحات کہ جن میں ایک موید کی شدید ضرورت ہوتی ہے جب تحریک اٹھانے والا حسرت و یاس ایک ایک کا منہ تکتا ہے۔ کسی محرک کا باقاعدہ ساتھ دے کر اس تحریک کو کامیاب بنا دینا ان تمام ہمراہیوں سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا کہ جو تحریک کی کامیابی کے بعد عام ظہور میں آتی ہے۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اسلام کی اہمیت کا اندازہ کیجیے جس کی پشت پر عمل ہی عمل تھا اور خدمت ہی خدمت اگر یہ نہ ہوتا تو اسلام کی صف خالی اور اس کی بساط الٹی ہوئی نظر آتی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو رسول اسلامؐ خاک و خون میں غلطاں اور ان کی تحریک زندہ درگور دکھائی دیتی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو الٰہی مقصد نامکمل اور انسانی کمال ناتمام ہو کر رہ جاتا۔ اہل سنت کے بزرگ عالم ابی الحدید معتزلی نے سچ کہا ہے "اگر ابوطالب کے خدمات نہ ہوتے تو اسلام کا کوئی رکن بھی قائم نہ ہو سکتا" مجھے یہ کہنے کا حق ضرور حاصل ہے کہ شعب ابی طالب کی زندگی اور اس کی سختیاں برداشت کر کے نصرت رسول کرنے والا مسلمان نہ ہو گا تو کیا وہ مسلمان ہوں گے جنہوں نے آل رسولؐ کے حق غصب کیے ظلم و ستم روا رکھے۔

مخدرات عصمت کو گرفتار کر کے کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں تشہیر کیا؟ حضرت ابوطالب علیہ السلام وہ انسان تھا جس نے تاریخ میں اپنی سیرت کے خطوط سنہری حرفوں سے کھینچے ہیں- یہی وجہ ہے کہ یہ انسان مجاہدین کی صف اول اور انصارین دین و پیغمبران دین انسانیت کے طبقہ اولیٰ میں شمار ہوتا ہے- یہ وہ انسان ہے کہ جس نے دین محکم کی اس وقت نصرت کی جب تمام قلوب جور و جفا پر آمادہ تھے- جب تمام آنکھوں کی تند نگاہی سے حسد و عداوت کے شرارے نکل رہے تھے- جب قدم قدم پر طغیان و عصیان اور ایسے انقلاب کے اندیشے تھے کہ جو اس شعلہ حقانیت کو خاموش کر دینے کی فکر میں تھے-

حضرت ابو طالب علیہ السلام وہ انسان ہے کہ جس نے شجر اسلام کو اس وقت سینچا اور بچایا جب کہ تند ہوائیں چل رہی تھیں اور وہ ایک نرم و نازک بچہ کی مانند تھا چنانچہ وہ بڑا قوی ہوا اس کی شعاعیں پھیلیں اور دشمن اس وقت تک اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے جب تک چشمہ فیض ابلتا رہا اور یہ مخلص محافظ زندہ رہا-

ابو طالب فصیح البیان اور قادر الکلام شاعر تھے- اپنے بھتیجے محمدؐ کی محبت بے نظیر اشعار کی صورت میں ان کے منہ سے پھولوں کی طرح جھڑتی تھی-

"اگر قریش میں کوئی بات قابل فخر ہے تو وہ عبدالمناف ہیں کوئی بات اگر عبدالمناف میں ہے تو وہ بنی ہاشم ہیں اور اگر بنی ہاشم میں کوئی ہے تو وہ میرا بھتیجا محمدؐ ہے"

دوڑتے ہوئے گھوڑے اور علماء کے صحیفے گواہ ہیں کہ میں دل و جان سے محمدؐ کا نگران اور محافظ ہوں' آمنہ کا لال میرے نزدیک میری اولاد سے بڑھ کر ہے- یہ میرا بھتیجا' میرا رشتہ حیات' میرا فیاض و کریم بیٹا' جس کے فیض سے آنے والی نسلیں بھی سیراب ہوں گی- یہ قصی کے خاندان کی آبرو ہے- اس کی پیشانی چمکتے ہوئے چاند کی مانند ہے-

حضرت ابو طالب علیہ السلام کے لیے شعب ابی طالب میں آزمائشوں کا

سلسلہ دراز ہوتا چلا جارہا تھا۔ خاندان کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے تمام ذمہ داری کا بوجھ ان کے بوڑھے شانوں پر آ پڑا تھا ہر آنے والا دن ایک نئی آزمائش لے کر آتا تھا۔ انہیں خاندان کو متحد و متفق رکھنا تھا۔ تنگدستی اور کلفت سے لبریز دنوں کو گوارہ بنانا تھا اور سب سے بڑھ کر محمدؐ کی حفاظت کرنی تھی۔ ابو طالبؑ کی راتیں آنکھوں میں بسر ہوتی تھیں۔ تلوار ہر وقت حمائیل رہتی اور محمدؐ پر نگاہیں لگی رہتیں۔

جیسے جیسے رات بھیگتی، تاریکی بڑھتی، سناٹا گہرا ہوتا، ابو طالبؑ کی تشویش میں اضافہ ہونے لگتا۔ وہ اپنے بستر سے اٹھتے، احتیاط سے قدم رکھتے، علیؑ کے بستر کے قریب پہنچتے۔ چپکے چپکے علیؑ کا شانہ ہلا کر انہیں نیند سے بیدار کرتے علیؑ آنکھ کھول کر باپ کو سرہانے کھڑا دیکھتے ابو طالبؑ جھک کر بڑی رازداری سے کہتے!

"اٹھو بیٹے علیؑ! میں نے تمہیں سختیوں اور مشکلوں میں اپنے محبوب بھائی کے لال کا فدیہ قرار دے دیا ہے۔ اس راہ میں اگر تمہیں موت بھی آ جائے تو پروا نہیں۔ تیروں کا تو یہ خاصہ ہے کہ بعض نشانوں پر بیٹھتے ہیں اور بعض خطا کر جاتے ہیں۔ بیٹے انسان کس قدر بھی کیوں نہ زندہ رہے، آخر تو اسے موت کا مزہ چکھنا ہے"

علیؑ اٹھ کھڑے ہوتے اور ابو طالبؑ ان کا بازو تھامے ہوئے محمدؐ کے بستر کے قریب پہنچتے۔ خاموشی کی زبان میں محمدؐ کو جگاتے، علیؑ کو ان کے بستر پر سلا دیتے اور محمدؐ کو علیؑ کے بستر پر لے آتے۔ رات کا دوسرا پہر گزرتا تو عقیل کے ساتھ بستر تبدیل کر دیتے۔ اکثر بستروں کی جگہ بھی بدلتے رہتے۔ قریش کی ہٹ دھرمی، دیدہ دلیری جن اندیشوں کو ہوا دیتی، ابو طالبؑ ان کا تدارک ایسی ہی تدابیر سے کرتے رہتے۔

گرتے ہوئے وقت کے ساتھ بنی ہاشم کا غیر متزلزل عزم و ثبات قریش کو جھنجلا دینے کے لیے کافی تھا۔ ان کے لیے یہ امر حیرت کا باعث تھا کہ تمام کا تمام کنبہ یہ سختیاں، یہ کلفتیں اور خوف و پریشانی سے بھرے ہوئے دن خندہ پیشانی سے

گزار رہا تھا۔ قریش اپنی نگرانی میں اور زیادہ شدت پیدا کر دیتے اور ہر وقت اسی کوشش میں رہتے کہ بنی ہاشم کسی طرح کوئی فائدہ یا سہولت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

وہ شجرۂ مبارکہ کہ جس کے سایہ میں اسلام اور رسول اسلام نے پناہ لی تھی' آج روبہ خزاں ہو رہا ہے۔ شاخیں جھک چکی ہیں' سرچشمہ حیات منقطع ہو چکا ہے۔ پتے زرد ہو رہے ہیں اور موت کی رنگت سارے اجزاء پر چھائی جا رہی ہے۔

یعنی وہ انسان کہ جس نے ساری طاقت' پوری قوت اور تمام امکانی کوشش اسلام کی خدمت میں صرف کر دی تھی اپنے تھکے ہوئے اعصاب' ستم رسیدہ روح اور الم دیدہ نفس کو راحت دینا چاہتا ہے۔

اب وہ وقت آ گیا ہے کہ باپ کی وصیت پر عامل' اسلام کا خادم' نبوت کا محافظ عقیدہ کا مجاہد انسان اپنی محنتوں کا ثمرہ حاصل کرے۔ اور اپنی کاوشوں کا بدلہ پائے۔ لیکن کیا کہنا حضرت ابوطالب کا کہ ایسے سخت وقت میں بھی اپنے گرد جمع شدہ خاندان والوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور پھر وہی وصیت دہراتے ہیں کہ جو باپ نے اپنے آخری وقت میں خود انہیں کی تھی۔ چاہتے یہ ہیں کہ جس بار کو تنہا اٹھایا تھا اسے سارے خاندان والے مل کر اٹھائیں۔ جس کام کو اکیلے سنبھالا اسے ایک جماعت مل کر پروان چڑھائے اس لیے کہ اجتماع کی طاقت اور اتحاد کی قوت ہی اور ہوتی ہے۔

اسی خاندان کے ایک فرد مومن اول اور ناصر و حیدر علیؑ ہیں کہ جو اب باپ کے فریضہ کی تکمیل کریں گے اور رسولؐ کی نصرت میں اپنا سرمایہ حیات تک لٹا دیں گے۔

یہ ہیں حضرت ابو طالب حیات کا شعلہ خاموش ہو رہا ہے۔ زندگی کی شمع بجھ رہی ہے۔ لیکن ایک ضعیف' نحیف اور پرہیبت آواز میں قریش کے حاضرین کو خطاب کر رہے ہیں۔ آپ کی وصیت مختلف کتابوں میں محفوظ ہے۔ آپ نے

وصیت میں کعبہ کی تعظیم ثابت قدمی صدقہ صلہ رحمی امانت داری اور سچ بولنے کی خصوصی تاکید کی۔ قطع رحمی ظلم و نافرمانی کو ترک کرنے کے لیے فرمایا۔ اس وصیت کا آخری حصہ تحریر کیا جا رہا ہے۔ "خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے فقراء و مساکین و ضعفاء و بیچارگان اس کے دین کو قبول کر کے اس کی عظمت کو بڑھا رہے ہیں اور پھر اس کے نتیجہ میں قریش کے رؤسا و زعماء پست ہو رہے ہیں ان کے گھر برباد ہو رہے ہیں' ان کے بزرگ محتاج نظر آ رہے ہیں۔ عرب اس محمدؐ کے دوست ہوئے جا رہے ہیں اور اس کی قیادت تسلیم کر رہے ہیں۔ اے قریش! یہ تمہارے خاندان کی فرد ہے اس کا ساتھ دو' اس کی حمایت کرو' خدا کی قسم اس کا متبع رشید اور اس کا تابع نیک بخت ہے اگر اب بھی میری حیات میں کچھ اضافہ ہو جاتا تو میں اس کی طرف سے تمام مصائب و مشاکل کا مقابلہ کرتا"
(سیرۃ النبویہ صفحہ ۸۷'۸۶)

کیا کہنا اس عظمت ایمان اور جلالت عقیدہ کا۔ خدا کی قسم! اگر حضرت ابو طالب کے ایمان کے لیے اس وصیت کے علاوہ اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو بھی آپ کے ایمان کا اعتراف لازم و واجب ہوتا۔ اس وصیت کا تو ہر کلمہ اور ہر فقرہ ایک واضع ایمان اور راسخ العقیدہ کا اعلان کر رہا ہے۔

وصیت کا یہ ٹکڑا ایمان کا ایک ایسا جو ہے کہ جو اہل غرض بے ایمان لوگوں کی لرزتی ہوئی زبانوں کو بند کرنے کے لیے پوری حد تک کافی ہے۔ یہ وہ وصیتیں ہیں کہ جو ایک مومن کامل کے علاوہ کسی کی زبان پر آ ہی نہیں سکتیں۔ مومن بھی ایسا کہ جو شریعت کے ظاہر و باطن سے واقف احکام کے اسرار پر مطلع اور مستقبل میں آنے والے حالات کی پوری بصیرت رکھتا ہو حال کے کثیف پردوں کو ہٹا کر مستقبل کا روشن چہرہ دیکھ سکتا ہو۔

خانہ حق کی تعظیم کی وصیت ہو رہی ہے کیوں؟ اس لیے کہ تعظیم کعبہ' شعور ایمانی اور احساس مذہبی کی دلیل ہے۔ یہی مرضی الٰہی کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ جب اللہ راضی ہو گا' تو معاشیات کی اصلاح بھی کرے گا' قدموں کو بھی

ثبات دے گا اور باتوں میں استقامت بھی عطا کرے گا۔

صلہ رحم کا حکم ہو رہا ہے' اس لیے کہ اس سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے' حیات کی بساط پھیل جاتی ہے' عدد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور قطع سے اس کے خلاف اثرات پیدا ہوتے ہیں۔

بھلا کیونکر ممکن ہوتا تھا کہ وہ رسول کہ جو عدالت' انصاف اور وفاداری کے لیے نمونہ عمل تھا کسی کے کرم یا کسی محسن کے احسان کو فراموش کر دیتا۔ یہی وجہ تو تھی کہ ابوطالب کے مرنے کا غم دل کی گہرائیوں سے گزر کر چہرہ کے خطوط تک آ گیا۔ تصور یہ ہے کہ اب مصائب سے مقابلہ سخت ہو گیا ہے' احساس یہ ہے کہ اب تبلیغ اسلام میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔

عبید اللہ ابن ابی رافع کہتے ہیں کہ ادھر امیرالمومنینؑ نے رسول اکرمؐ کو اپنے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر دی اور ادھر آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آنسوؤں کو روکا' دل کو سنبھالا اور ایک نحیف و غم دیدہ لہجہ میں علیؑ سے خطاب کیا "جاؤ باپ کو غسل و کفن دے کر دفن کرو۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے اور انہیں بخش دے"

کیوں مسلمانو! کیا اسلام ابوطالب پر اس سے بہتر بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟ کہ رسولؐ جیسا ذمہ دار انسان علیؑ جیسے مسلمان کو ابوطالب کی تجہیز و تکفین کا حکم دیتا ہے۔ جبکہ شریعت اسلامیہ میں کافر کی تغسیل و تکفین حرام ہے۔

یہی نہیں بلکہ خود رسولؐ بھی دعائے مغفرت اور سوال رحمت سے یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ مومنین پر رحم اور کافرین پر شدید و غضبناک ہیں۔ علیؑ گئے! تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی۔ جنازہ اسلام کے ناصر اول کا جنازہ' مسلمانوں کے کاندھوں پر اٹھا۔ علیؑ نے دوڑ کر حضور کو خبر پہنچائی اور حضورؐ جنازہ کی مشایعت کو پہنچ گئے۔ کیسی مشایعت؟ آگے آگے جنازہ اور پیچھے پیچھے اسلام کا پیغامبر' ناصر اسلام کا قصیدہ پڑھتا ہوا۔

"چچا! آپ نے صلہ رحم کیا' خدا آپ کو جزائے خیر دے' آپ نے مجھے

پالا' میری ذمہ داری لی اور بڑے ہونے کے بعد بھی میری نصرت کی' میرا ہاتھ بٹایا"

"خدا کی قسم میں استغفار بھی کروں گا اور شفاعت بھی کروں گا۔ چچا ایسی شفاعت کہ جن و انس بھی متحیر رہ جائیں"

ذرا دیکھو تو! رسول اکرمؐ اپنے محسن کے احسانات' اس کے آثار کا تذکرہ کر کے اس کے لیے دعائے خیر کرتا ہے۔ استغفار کرتا ہے اور ایسی شفاعت کا وعدہ کرتا ہے کہ جس سے ثقلین متحیر ہو جائیں۔ (معجم القبور جلد ۱ صفحہ ۲۰۴)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالبؑ کی وفات پر جو مرثیہ پڑھا وہ مندرجہ ذیل ہے۔ "چچا آخر کس طرح صبر کروں۔ آپ نے بچپنے سے پالا بڑے ہونے کے بعد شفقت و محبت کا سلوک کیا۔ میں تو آپ کی آنکھوں کا نور اور آپ کے لیے روح رواں تھا" (شیخ الابطح صفحہ ۱۱۲) (اصابہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۲)

کہا مسلمانو! کیا ایمان ابو طالب کے لیے اس سے بہتر برہان ممکن ہے؟ اگر ہم حضرت ابوطالب علیہ السلام کا وہ خطبہ جو کہ جناب نے حضرت فاطمہ بنت اسد سے عقد کرتے وقت پڑھا تھا اور جس سے ایمان کامل اور عقیدہ راسخہ کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں۔ صاحب مواہب الواہب نے آپ کے اس تاریخی یادگار خطبہ کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

الحمد لله رب العالمين رب العرش العظيم والمقام الكريم والمشعر الحطيم الذى اصطفانا اعلاما" وسادة" وعرفاء خلصا وقادة"۔ ترجمہ۔ تمام تعریفیں اس معبود برحق کے لیے ہیں جو کہ تمام کائنات' عرش عظیم' مقام کریم اور معشر و حطیم کا مالک ہے۔ اسی نے ہمیں منتخب کر کے علم و شرافت صاحب سیادت و معرفت اور اہل زعامت و ریاست قرار دیا ہے۔ دنیا غور تو کرے کیا اعتراف ربوبیت و توحید کے علاوہ بھی اسلام کسی شے کا نام ہے؟ حضرت ابوطالب کی عظمت کی کوئی انتہا معلوم نہیں ہوتی اس وقت جبکہ آپ کے خطبہ کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے ہوا۔ اس خطبہ کے وقت قرآن کریم نازل نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ اس کا افتتاح اسی فقرہ سے ہوا ہے۔ جس سے

خالق کائنات نے اپنے کلام کا آغاز کیا ہے۔ اور اسی طرح جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل عقد منعقد ہوئی تو امام قریش سردار عرب حضرت ابوطالب علیہ السلام نے جو خطبہ عقد پڑھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان کو ابراہیمؑ کی نسل اور اسماعیلؑ کی ذریت سے قرار دیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بیان کی۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا "یاد رکھو محمد بڑا جلیل القدر اور عظیم المرتب انسان ہے" گویا حضرت ابو طالبؑ دیکھ رہے تھے یہ جوان رسالت کا بار اٹھا لے گا۔ ہدایت بشر کا بوجھ سنبھالے گا۔ نبوت کے صفحات پر سنہری اور رو پہلی تحریریں ثبت کرے گا۔ گویا حضرت ابوطالب اس مستقبل کو دیکھ رہے تھے۔ جس پر کسی کی نظر نہیں تھی۔ کیا ابوطالب سے بڑا بھی کوئی عاشق رسول ہو سکتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی تھی کہ خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت اور ظالم سلطنت کا دور آگیا کہ جس کا پہلا فریضہ حضرت علیؑ کی تنقیص تھا۔ اس لیے کہ اس کی بنیاد ہی حق علی کے غصب پر تھی۔ چنانچہ انہیں وسائل تنقیص و تحقیر میں سے ایک یہ بات تھی کہ آپ کے والد محترم کی شان میں جسارت کی جائے۔ اب کیا تھا گھٹیا ضمیر کچے دل کہ جو روزانہ ایک نئے رنگ کے عادی تھے جنہیں نہ فضیلت کی قدر و قیمت معلوم تھی اور نہ رذالت کی حد و تعریف، اچھی طرح سے کرایہ پر چلنے لگے۔ یہ وہ تجارت تھی جس میں ذمہ داریاں بکتی تھیں۔ عہد و پیمان ٹوٹتے تھے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق بتایا جاتا تھا۔ اللہ کے دین کو معمولی رقم یعنی چند ذلیل دینار، کھوٹے درہم غصبی مال پر بیچا جاتا تھا تاکہ اپنے پست مقصد کو حاصل کیا جائے اور ذلیل دل کو راضی کر کے حکومت وقت کو خوش کیا جائے۔ اسی لیے حکومت وقت نے بھی اپنی سیہ کاریوں کے تحفظ کے لیے اسباب مہیا کرنے شروع کر دیے۔ جس سے جہالت و ضلالت کی تاریکی باقی رہ جائے۔ چنانچہ ضمیروں کو مسخر کیا گیا اور حسب خاطر حدیثیں وضع ہونے لگیں۔ وہ لوگ جن کی دلوں میں اسلام مستقر نہ ہوا تھا اور جنہیں جہالت سے پوری طرح نجات نہ ملی تھی دین کو منہدم و تباہ و برباد کرنے

پر آمادہ ہوئے اور وضع احادیث ایک کامیاب سرمایہ کا کام دینے لگی اور کوشش کی گئی کہ علیؑ کے فضائل کو چھپایا اور گھٹایا جائے۔ اور اس بازار کے تاجر اول معاویہ نے دیکھا کہ یہی تجارت اس سلطنت کی خشت اول ہے چنانچہ اس نے مختلف طریقوں سے کوشش کر کے اپنی بات کو کامیاب بنایا۔ متزلزل عقائد بانی اور بے جان دین، تڑپتے ہوئے خواہشات، مچلتے ہوئے اغراض چمکتے ہوئے سونے کے سکے، سب مل کر اس سیہ کاری میں شریک ہو گئے۔

معاویہ نے اپنے عمال کو یہ فرمان بھیجا کہ جو شخص بھی ابوتراب اور اہل بیت کے فضائل بیان کرے گا میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ اب کیا تھا خطبا ہر منبر سے امادہ طعن ہو گئے۔ اہل بیت سے براءت اور ان کی خدمت شعار بن گئی۔ کم از کم ستر ہزار اسلامی منبروں سے حضرت علی علیہ السلام پر لعنت شروع ہو گئی۔ (معاذ اللہ)

معاویہ نے دوبارہ حکم دیا شیعان علی اور اہل بیت کی شہادت قبول نہ کرو تاکہ شیعہ تنگ دل ہو جائیں۔ ان کی عزت گھٹ جائے اور وہ شدائد اعدا اور مصائب زمانہ کا شکار ہو جائیں۔ اب تو یہ حدیثیں منبروں سے بیان ہونے لگیں۔ مدرسوں میں پڑھائی جانے لگیں اور بچوں کو اس طرح حفظ کرائی جانے لگیں جس طرح قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام کو کافر کہا جاتا ہے تو اس لیے کہ وہ شیر خدا علی المرتضیٰ کے والد بزرگوار ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ باپ پر ضرب لگائی جائے تو اس کی تکلیف بیٹے کو بھی ہوتی ہے۔ پس اس تمام تہمت اور افترا کا مقصد اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کو مشکوک قرار دے کر یا ایک اور قدم بڑھا کر انہیں کافر قرار دے کر علی المرتضیٰؑ کو اس حملے کا ہدف بنا لیا جائے۔ وہ احادیثیں جو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف گھڑی گئی ہیں میدان تنقید میں ان کی قدر و قیمت سب کو معلوم ہو چکی ہے۔ بھلا تنقید کے میدان میں ایسی روایتیں کیونکر ٹھہر سکتی ہیں جن کی بنیاد نمک کی دیوار پر ہے۔ ادھر ذرا سا پانی پہنچے گا ادھر ساری عمارت منہدم ہو جائے گی۔

زمانہ گزر رہا ہے۔ بنی امیہ اپنے مظالم اور اپنی سیاہ کاریوں میں مشغول ہیں روایتیں جعل ہو رہی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام ان اڑتی چنگاریوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ایک دن وہ بھی آگیا کہ جب آپ رحبہ میں ایک مجمع کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا امیرالمومنین آپ کا مرتبہ یہ اور آپ کے باپ جہنم میں؟ یہ سننا تھا کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا غیظ و غضب کے آثار نمودار ہو گئے۔ افسوس بنی امیہ ایسے ننگ انسانیت اعمال پر اتر آئے کہ اب مرنے والے پر بھی مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ پھر فرمایا کیا یہ چاہتے ہیں کہ روایات وضع کر کے حق کی نورانیت اور اس کی پاکیزگی کو بھی بدنما اور داغ دار بنا دیں؟ یہ سوچا اور ایک مرتبہ تڑپ کر فرمایا "خاموش' خاموش! خدا تیرا برا کرے۔ محمدؐ کو نبی بنانے والے کی قسم اگر میرا باپ تمام روئے زمین پر انسانوں کی شفاعت کرنا چاہے تو اللہ قبول کر لے گا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ کہ قسیم الجنتہ والنار بیٹا موجود ہو اور باپ جہنم میں ہو؟ قیامت کے دن ابوطالب کا نور سوائے انوار خمسہ کے تمام انوار پر غالب آ جائے گا۔ (الحجتہ صفحہ ۱۵ تذکرہ الخواص صفحہ۱۱)

یہی سوال جب امام زین العابدین علیہ السلام سے کیا گیا تو امام علیہ السلام کا دل تڑپ گیا آپؑ نے ایک مظلومیت بھری آہ بھری اور فرمایا تعجب بالائے تعجب۔ آخر یہ لوگ حضرت ابوطالب پر تہمت رکھتے ہیں یا رسول اللہ پر۔ قرآن کریم نے متعدد آیات میں اس بات پر منع کیا ہے کہ کوئی مومن عورت کسی کافر کی زوجیت میں رہے۔ حالانکہ حضرت فاطمہ بنت اسد بلاشک و شبہ مومنہ بلکہ سابقات میں سے تھیں اور رسول اکرمؐ نے انہیں تاحیات حضرت ابوطالب علیہ السلام کی زوجیت سے جدا نہیں کیا۔ (الحدیدی جلد۲ صفحہ ۳۱۴)

امام معصوم کے فرمان سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوطالبؑ پر حملہ گویا رسول اللہؐ پر حملہ ہے اور یہ تسلیم کرنا ہے کہ معاذاللہ رسول اکرمؐ بھی وحی الٰہی کی مخالفت کرتے تھے اور انہیں بھی تعلیمات اسلامیہ اور احکام الٰہیہ کا مطلق خیال نہ تھا۔ جب ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام سے اس حدیث مجہول کے بارے

میں سوال کرتا ہے جو عام طور پر دروغگو اور مریض القلب افراد کی زبان پر جاری رہتی ہے وہ یہ کہ "ابوطالب جہنم میں ہیں" آپؑ فرماتے ہیں "اگر ساری دنیا کا ایمان ایک پلڑا میں رکھا جائے اور حضرت ابوطالبؑ کا ایمان دوسرے پلڑا میں رکھا جائے تو ابو طالبؑ کا پلڑا بھاری رہے گا"

پھر فرماتے ہیں "کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ اپنی زندگی میں حضرت عبداللہ حضرت آمنہ اور حضرت ابوطالبؑ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور پھر اپنے بعد کے لیے وصیت بھی فرما گئے تھے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ پروردگار نے ابوطالبؑ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یونس بن نباتہ سے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو حضرت ابوطالبؑ پر اعتراض کرتے ہیں۔ "یہ دشمن خدا جھوٹے ہیں ابوطالب انبیاء و صدیقین، صلحا اور شہدا کے ساتھ ہیں اور ان حضرات سے بہتر کوئی رفیق ممکن بھی نہیں ہے"۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آبائے کرام کے حوالہ سے ایک مفصل حدیث نقل فرماتے ہیں جس کا ایک جز یہ ہے۔

"پروردگار عالم نے رسول خداؐ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تمہاری تائید دو قسم کے شیعوں سے کی ہے۔ کچھ تمہاری بظاہر نصرت کرتے ہیں اور کچھ خفیتہ" وہ لوگ جو درپردہ کمک کرتے ہیں ان کے سردار اور ان سب سے افضل ابوطالب ہیں اور وہ لوگ جو کہ ظاہر بظاہر امداد کرتے ہیں ان کے سردار ابوطالبؑ کے فرزند علی ابن ابی طالب ہیں"۔

اس کے بعد فرمایا کہ "ابوطالب کی مثال اس مومن آل فرعون کی ہے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا"

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ "ابوطالبؑ کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوا جب تک انہوں نے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ نہیں کہہ لیا۔ (شرح النہج جلد ۳ صفحہ ۳۱۲) (شیخ الابطح صفحہ ۱۷)

اور اسی کلام کی تائید حضرت عباس نے بھی کی۔ (شیخ الابطح صفحہ۷۱' ۷۳) (الغدیر جلد۷ صفحہ۳۹۹)

حضرت ابوذر جیسا جلیل القدر صحابی جس پر نہ دنیا کے سیم وزر کا کوئی اثر ہوا ہے نہ معاویہ کے رعب و دبدبہ کا۔ صاف لفظوں میں اعلان کر رہا ہے "خدا وحدہ لاشریک کی قسم حضرت ابوطالب کا اس وقت تک انتقال ہی نہیں ہوا جب تک کہ اسلام نہیں لائے" (الغدیر جلد۷)

۳ حسان بن ثابت اپنے اشعار میں کہتے ہیں۔ ترجمہ۔ اگر کسی مرنے والے پر رونا چاہتے ہو تو وفادار اور وفادار کے بھائی پر گریہ کرو۔ اہل سنت کے مشہور بزرگ سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ ان سے مراد حضرت حمزہ اور حضرت ابوطالب ہیں۔ اہل سنت کے مشہور عباسی بادشاہ عبداللہ مامون کہتے ہیں کہ ابوطالب نے جو مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں ثابت ہوتا ہے وہ قطعی مسلمان تھے۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اشعار کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

ترجمہ۔ "میں نے خدا کے رسول کی نصرت بجلی کی طرح چمکتی ہوئی تلواروں سے کی ہے"۔ "میں نے ایک شفیق' حمایت کرنے والے کی طرح ان کی حمایت کی ہے"۔ "میں ان کے دشمنوں کے سامنے اس طرح دب کر نہیں چلتا تھا کہ جیسے اطفال حیوان اپنے بڑے سے دبتے ہیں"۔ "بلکہ میں شیر نر کی طرح ڈکارتا ہوا سامنے آتا تھا"۔ ابوجعفر اسکافی جاحظ کے رسالہ عثمانیہ کی رد کرتے ہوئے حضرت ابوطالب علیہ اسلام کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔ "حقیقت یہ ہے کہ ابوطالب رسول اکرمؐ کے باپ تھے۔ وہی ان کے کفیل مددگار اور حامی تھے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو دین قائم نہ ہوتا" (رسائل جاحظ صفحہ۳۲)

اہل سنت کے جلیل القدر امام احمد بن حسین موصلی حنفی (ابن وحشی) نے شرح شہاب الاخبار میں لکھا ہے "ابوطالب کے ساتھ کینہ رکھنا' کفر کا ارتقاب کرنے کے مساوی ہے"۔ اہل سنت کے مشہور عالم مالکی علما میں سے علامہ اجھوری نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس مسئلے کی تائید کی ہے کہ ابوطالب سے کینہ

رکھنا کفر کے ارتکاب کرنے کے مساوی ہے۔ اہل سنت کے عظیم عالم تلمسانی کتاب "شعا" پر اپنے حاشیے میں ابوطالب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یہ مناسب نہیں کہ ہم ابوطالبؑ کو رسول اکرمؐ کی حمایت کرنے والے کے علاوہ کسی اور حثیت سے یاد کریں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے قول و فعل سے رسول اکرمؐ کی حمایت اور نصرت کی۔ پھر ابوطالب کو برائی سے یاد کرنا درحقیقت رسول اکرمؐ کو دکھ دینا ہے جو شخص آنحضرت کو دکھ دے وہ کافر ہے اور اسے قتل کر دینا چاہیے۔ اہل سنت کے جید عالم ابو طاہر بھی اسی بات کا معتقد ہے کہ جو شخص ابوطالب کے ساتھ کینہ رکھے وہ کافر ہے۔ اہل سنت کے مشہور عالم علامہ سید محمد بن رسول برزنجی نے کہا ہے جو ابوطالبؑ کے بارے میں غلط بیانی کرے رسول خدا کے عذاب کا موجب بنے اس کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں' خدا نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے"

(سورة احزاب آیت 57)

اہل سنت کے فاضل عالم اور تذکرہ الخواص کے مولف ابن جوزی حضرت ابوطالب کا تذکرہ کرتے ہوئے پہلے امیرالمومنین علیہ السلام کے اقوال و ارشادات نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد خود ابوطالب کے وہ کارہائے نمایاں بیان کیے ہیں جن کے بعد آپ کے ایمان کامل اور عقیدہ مستحکم میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی پھر فرماتے ہیں۔ "حضرت ابوطالب کے اہل جنت ہونے میں کوئی تامل ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے دلائل شواہد حد و احصا سے باہر ہیں اور نبی کریم کی نصرت میں آپ کا اہتمام خاص اور کفار و مشرکین سے دفاع کرنے میں انتظام مخصوص رسول اکرم کا آپ کی موت پر گریہ' وہ پورے سال کا عام الحزن (سال رنج و غم) قرار دینا۔ کیا یہ باتیں میرے دعویٰ کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہیں"۔

پھر تذکرہ الخواص میں مولف ابن جوزی نے آئمہ اطہار کے اقوال اور پھر

خود حضرت ابوطالب کے اقوال و ارشادات سے استدلال کرتے ہوئے آخر میں بیان کیا ہے کہ "وہ کسی مورخ نے آج تک حضرت علی پر یہ اعتراض نہیں کیا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کفار میں سے تھے حالانکہ معاویہ' عمرو عاص عبداللہ بن زبیر اور مروان جیسے دشمنان جان موجود تھے۔ جنھوں نے آپ کی تنقیص و توہین میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اور پھر مزید لطف یہ ہے کہ آپ برابر ان کے آباؤ اجداو کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور ان کے کفر و شرک کو طشت ازبام کیا کرتے تھے"۔

اگر دشمنان دین کو حضرت ابوطالب کے اسلام میں ذرا بھی شک ہوتا تو امیرالمومنین کے مقابلہ میں اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔ ان لوگوں کا سکوت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کا اسلام دشمنوں کی نظر میں بھی واضحات کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے پوری زندگی رسول کی حمایت میں گزار دی اپنے بچوں کو ان کے اتباع کا حکم دیا۔ اپنا سارا گھر ان کی خاطر لٹا دیا۔ دشمنوں سے مقابلہ کیا اور عزم صادق کے ساتھ آخر تک نصرت رسول پر کمربستہ رہے۔ حضرت ابوطالبؑ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں رسول اکرمؐ کی مدد کی۔ ان کی تبلیغی نشر و اشاعت کے لیے اشعار نظم کیے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ معیار و میزان کھوٹے ہو گئے۔ عداوت و محبت کا فرق نہ رہا۔ نصیر اسلام اور دشمن رسولؐ سب ایک کر دیے گئے۔

نکات اور اشارے عمدۃ المطالب سے

اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق فرمایا۔
وھوالعلی العظیم۔ وہ علیٔ اور عظیم ہے
اور علی کے متعلق فرمایا۔ و جعلنا لھم لسان صدق علیا"
ہم نے ان کے لیے لسان صدق علیؑ کو قرار دیا اپنی ذات کے لیے و ھو یطعم
ولا یطعم۔ وہ کھانا کھلاتا ہے اور کھاتا نہیں حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا و
یطعمون الطعام علی حبه مسکینا" و یتما" و اسیرا" خدا کی
محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اپنے بارے میں فرمایا لا
تاخذہ سنته ولانوم خدا کو نیند اور اونگھ نہیں آتی جناب علیؑ کے بارے میں
فرمایا امن ھو قانت رات کو اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اپنے بارے میں فرمایا۔ و
ھوا اللہ الواحد القھار وہ اکیلا اور غلبہ والا ہے۔
علیؑ کے بارے میں قل انما اعظکم بواحدۃ تمہیں ایک نصیحت کرتا
ہوں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا نبیؐ نے فرمایا میں نے تیرے ذریعے قریش کو
نصیحت کی اپنے بارے میں قل اللھم مالک الملک اللہ جس کو چاہتا ہے
ملک عطا کرتا ہے علیؑ کے متعلق و اذا ارایت ثم رایت نعمیا" تم وہاں نعمتیں
دیکھو گے اپنی ذات کے لیے یحبھم ریحبونه وہ خدا سے اور خدا ان سے
محبت کرتا ہے علیؑ کے بارے میں علی حب مسکینا و یتمیا" خدا کی خاطر
مسکین اور یتیم کو دوست رکھتا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا علیؑ اللہ اور اس کے رسول
کو دوست رکھتا ہے اللہ اور اس کا رسولؐ علیؑ کو دوست رکھتے ہیں۔ اپنے لیے
یخافون ربھم من فوقھم علیؑ کے بارے میں انا نخاف من ربنا اپنی ذات کے
لیے اللہ ولی الذین آمنوا علیؑ کے بارے میں فرمایا من کنت مولاہ
فھذا علی مولاہ مندرجہ ذیل ناموں سے اللہ نے علیؑ کو نوازا ہے۔
وارث، نور، ہادی، ہدیٰ، شاہد، شہید، عزیز ورود، علیؑ، ولی، فاضل، عالم، حق،

عادل، صادق امین، مومن، عظیم وغیرہ اللہ تعالیٰ نے پچیس مقامات پر علیؑ کو نبیؐ کے ساتھ دوسرا اور اپنی ذات کے ساتھ تیسرا قرار دیا ہے۔

العزۃ للہ و رسولہ و للمومنین ولایت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذ ین آمنو روایت میں و قل اعملوا فیسری اللہ علیکم و رسولہ والمئومنون صلواۃ ان اللہ و ملائکۃ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلوا علیہ و سلمو تسلیما۔ اذیت ان الذین یوذون اللہ و رسولہ و الذین یوذون المومنین طاعت اطیعواللہ واطیعوالرسول و اولی الامر منکم نافرمانی میں و من یعص اللہ و رسولہ و یتعد حدودہ ایمان میں آمنوا باللہ و رسولہ و آمنوا الذی انزلنا موالات فان اللہ ھو مولاہ و جبرائیل و صالح المومنین شہادت شھدا اللہ انہ الا الہ الا ھو و الملائکۃ و اولی العلیم اپنی ذات کے لیے و ان اللہ لھادی الذین آمنوا

نبی کی شان میں وانک لتھد ی الی صراط مستقیم۔ علیؑ کی شان میں ولکل ھاد اپنی ذات کے لیے فرمایا وکفٰی باللہ شھیدا" نبی کی شان میں وجئتابک علی ھولاء شھید علی کی شان میں ویتلوہ شاھد منہ اپنی ذات کے لیے واللہ خیر الحاکمین اپنے نبیؐ کی شان میں حتی یحکمو لہ فیما شجر بینھم علیؑ کی مدح میں قد جائکم رسول بما لاتھوی انفسکم تا تسلیما تک علیؑ کی ولایت کے بارے میں قولہ تسلیما اپنی ذات کے لیے صدق اللہ اپنے نبی کے لیے والذی جائبا الصدق علی کی شان میں رجال صدقو اپنے لیے ان اللہ ھو الحق اپنے نبی کے لیے قل جاء الحق علیؑ کی شان میں ولا تبع الحق اھوائھم اپنی ذات کے لئے و ان اللہ ھو الحق المبین اپنے نبیؐ کے لیے انی انا النذیر المبین۔ علی کے حق۔ میں و کل شی احصیناہ فی

امام مبین اپنے لیے نالله اولی بهما نبیؑ کے لیے النبی اولی بالمومنین من انفسهم علیؑ کے لیے ان اولی الناس با ابراہیم للذین اتبعوه اپنے لیے السلام المومن المهیمن نبیؑ کے لیے احسن الرسولؐ علیؑ کے لئے المومنین اپنے لیے ان بطش ربک شدید نبیؑ کے لیے اشد حباللّه علی کے لیے اشداء علی الکفار اپنے لیے بسم اللّه الرحمٰن الرحیم نبیؑ کے لیے و ما ارسلناک الا رحمته علی کی مداح میں قل بفضل اللّه اپنے لیے من اللّه العزیز الحکیم نبی کے لیے ولقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیؑ کے حق میں یعزمن یشاء خود و هوا لعلی العظیم نبیؑ انک لعلی خلق عظیم علیؑ عم یتسائلون عن النباء العظیم خود اللّه نور السمٰوت و الارض نبیؑ و لقد جاء کم من اللّه نور علیؑ و اتبعو النور الذی انزل معه اللہ تعالیٰ نے علیؑ کا نام وہ رکھا جو اپنی کتابوں کا نام رکھا۔

انا انزلنا التورٰة فیها هدی علیؑ کے بارے میں و لکل قوم هاد تورات کے بارے فیها هدی و نور قرآن کے لیے اتبعو النور الذی انزل معه علیؑ کے حق میں فرمایا فجعلنا نوراً یهدی به کما یحکم بهاالنبییون علی کے لیے للدنیا لعلی حکیم کہا ابراھیمؑ و موسیٰؑ علیؑ کے لیے کہا۔

ذالک الکتاب لاریب فیه اور علیؑ کتاب اکبر ہیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کہا و کل شی احصیناه فی امام مبین علیؑ کی شان میں کہا یوم ندعوا کل اناس بامام هم قرآن میں کہا هذا بصائر للناس علیؑ کے لیے کہا یتلوه شاهد قرآن میں کہا هذا بیان للناس علیؑ کے بارے میں کہا افصن کان علی بینته من ربه قرآن میں کہا هدی و بشریٰ علی کی مدح میں لهم البشری قرآن میں سنلقی علیک قولاً

ثقیلا" علیؑ کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین قرآن میں ہے۔ و انه لذکر لک علیؑ کی مدح میں ہے۔ افمن یهدی الی الحق قرآن میں فلله الحجته البالغته ہے۔ اور امیرالمومنینؑ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے انا حجته الله میں اللہ کی حجت ہوں انا خلیفته الله میں اللہ کا خلیفہ ہوں قرآن میں آیا ہے۔ نحن نزلنا الذکر اور علیؑ کی شان میں آیا ہے۔ و انزلنا الیک الذکر ہم نے تیری طرف ذکر کو اتارا قرآن میں آیا ہے ولا تکتمو الشهاده گواہی کو نہ چھپاؤ اور علیؑ کی شان میں ہے۔ قل کفی بالله شهیدا" بینی و بینکم و من عنده علم الکتاب قرآن کے بارے میں آیا ہے۔ جاء بالصدق اور علیؑ کے بارے میں کان من الصادقین قرآن کے بارے میں آیا ہے۔ تفصیل کل شی اور علیؑ کے بارے میں آیا ہے۔ انه لقول فصل قرآن مجید کے بارے میں آیا ہے۔ ولم یجعل له عوجا قیما علیؑ کی شان میں ہے۔ ذلک الدین القیم قرآن کے بارے میں حق ان الله نزل احسن الحدیث علیؑ کی شان میں جاء بالحسنة قرآن کی شان میں قالو اخیرا" اور علیؑ کی مدح میں اولئک خیر البریه قرآن کے بارے میں مانفدت کلمات الله اور علیؑ کی شان و جعلها کلمته باقیته قرآن کے بارے میں هدی للمتقین اور علیؑ کی شان میں قال ان تتبع الهدٰی قرآن کی شان میں یٰسین والقرآن الحکیم اور علی کی مدح و انه فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم قرآن بلاغت میں بہت بلند ہے۔ اور ہر کتاب پر بلند ہے کیونکہ قرآن خود معجزہ ہے۔

اور ناسخ اور منسوخ ہے۔ اور یہ صفات علیؑ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ قرآن کو حکیم کہا گیا ہے جو کہ مظہر حکمت بالغہ ہے جو بمنزل حکیم کے ہے۔ جو ٹھیک بات بیان کرتا ہے اور یہ صفات علیؑ میں بھی پائے جاتے ہیں قرآن کی شان میں ہے۔ افنضرب عنکم الذکر اور علیؑ کی شان میں آیا ہے۔ فاسئلوا

اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون قرآن کی شان میں ولا رطب و لا یابس الافی کتاب مبین اور اللہ و من عندہ علم الکتاب سارا کتاب کا علم علیؑ کے پاس ہے۔ نبی اکرمؐ نے اسلام کے متعلق فرمایا یعلو و لایعلی غالب ہو گا۔ مغلوب نہیں ہو گا۔ اور اللہ نے فرمایا و کلمتہ اللہ ھی العلیا یعنی قرآن کا بیان بلند ہے۔ اور علیؑ کے بارے میں قرآن میں آیا ہے۔ و جعلھا کلمتہ باقیتہ فی عقبہ

آدم سے مساوات

علم حضرت آدمؑ وعلم آدم الا سماء کلھا علی سے آنحضرت نے فرمایا۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا آدم کی شادی جنت میں ہوئی اللہ نے آدمؑ پر لوہا نازل کیا۔ اور علیؑ پر ذوالفقار اتاری۔ آدمؑ آدمیوں کے باپ ہیں۔ علیؑ علویوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی معذرت پیش کی۔ و لم نجدلہ عزماً علیؑ کا شکریہ ادا کیا۔

یوفون بالنذر ثم اجتبہ ربہ کی آیت میں اللہ نے آدمؑ کو آمن دیا۔ اور علیؑ کے حق میں فرمایا۔ فوقیھم اللہ شر ذلک الیوم آدمؑ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ انی جاعل فی الارض خلیفتہ علیؑ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے اس فرمان کی رو سے کہ من لم یقل انی رابع الخلفا جو شخص مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے (پہلے آدمؑ دوسرے نوحؑ تیسرے داوٗد چوتھے حضرت علیؑ خود) آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے ترابی کہلائے۔ انا خلقنا کم من تراب نبیؐ نے علیؑ کا نام ابو تراب رکھا۔ حضرت آدمؑ کو اپنی پیدائش کے وقت جب چھینک آئی تو آپ نے کہا الحمد اللہ تو اللہ نے کہا رحمک اللہ و لھذا خلقتک سبقت رحمتی غضبی آدمؑ نے الحمد للہ کا کلمہ پہلی بار کہا تھا۔ علیؑ جب پیدا ہوئے تو زمین پر اللہ کا سجدہ کیا اور حمد بجا لائے۔ آدمؑ مکہ اور طائف کے درمیان پیدا ہوئے۔ علیؑ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا

اصطفا کیا اور علیؑ کے لیے و آل عمران علی العالمین فرمایا تمام انبیاء آدم کی صلب سے پیدا ہوئے تمام اوصیاء علیؑ کی پشت سے پیدا ہوئے۔ اللہ نے آدمؑ کو فرشتوں کے کندھوں پر اٹھوایا۔ اور علیؑ کا جنازہ فرشتوں نے اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ آدمؑ کی اولاد آدمؑ کی طرف منسوب آدمی کہلاتی ہے۔ نبیؐ کی اولاد علیؑ کی طرف منسوب ہو کر علوی کہلاتی ہے۔ اللہ نے فرشتوں کو آدمؑ کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور علیؑ کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا کہ آپ کے پاس آنا چاہیے اور آپ کو کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

عباس بن بکار شریک بن سلمہ سے اور وہ جناب علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا یا علیؑ انت منزلة الکعبته توتی و لاتاتی اے علیؑ تم بمنزلۂ کعبہ ہو تمہارے پاس لوگوں کو آنا چاہیے اور تجھے کسی کے پاس نہیں جانا چاہیے۔

آدمؑ نے جنت کو گندم کے دانوں کے عوض میں بیچ دیا۔ اللہ نے انہیں جنت سے نکال دیا۔ قلنا اھبطو منھما جمیعاً۔ علیؑ نے بہشت کو روٹیوں کے عوض میں خرید لیا۔ اور آپ کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی تھی۔ جزاھم بما صبروا جنۃ اللہ نے جن اسماء کی حضرت آدمؑ کو تعلیم دی تھی وہ حضرت علیؑ کا نام اور آپ کی اولاد کے نام تھے۔

محمود ابن عبداللہ بن عبید اللہ حافظ باسناد خود زید ابن سلم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا قیامت کے روز حضرت آدمؑ اپنے فرزند شیثؑ کے ذریعہ فخر کریں گے۔ اور میں علیؑ کے ذریعے فخر کروں گا۔

علیؑ اور ادریسؑ

حضرت ادریسؑ کو مرنے کے بعد جنت کے کھانے کھلائے گئے۔ علیؑ کو دنیاوی زندگی میں کئی دفعہ جنت کے کھانے کھلائے گئے۔ جناب ادریس کا نام اس

لئے ادریس پڑا کہ آپ نے تمام کتابوں کا درس دیا۔ علیؑ کی شان میں و من عندہ علم الکتاب ہے۔ یعنی آپ کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔ ادریس پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے خط کی بنیاد ڈالی۔ علیؑ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے علم نحو اور علم کلام کو وضع کیا۔

علیؑ اور نوحؑ

پندرہ مقامات اس بارے میں واقع ہیں۔

۱)۔ میثاق و اذا اخذ نامن النبین میثاقھم۔

۲)۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا اللہ نے میری نبوت کا میرے بعد آنے والے بارہ آئمہ کا میثاق لیا۔ نوحؑ کو طویل عمر سے نوازا فلبس فیھم الف سنته الا خمسین عاما۔ اللہ نے آپ کے فرزند قائم علیہ السلام کو لمبی عمر کا اعزاز بخشا۔ و نوید ان نمن علی الذین استضعنوا نوحؑ شیخ المرسلین ہیں۔ اور علیؑ شیخ الائمتہ ہیں نوحؑ سے کہا گیا۔ یا نوحؑ قد جادلتنا اور علی سے کہا فمن حاجک فیہ انح نوح کے لیے آگ کے درمیان میں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ وفارالتنور علیؑ کی خاطر ستارہ گرا و النجم اذا ھویٰ نوح کی دعا عذاب کے ساتھ قبول ہوئی آسمان نے عذاب کی بارش برسائی علیؑ کی دعا رحمت کے ساتھ قبول ہوئی سر زمین بلقع اور یمن السواد سرسبز اور شاداب ہو گئی۔ اللہ نے حضرت نوح کا ذکر قرآن مجید میں ۴۲ مقامات پر کیا ہے۔ اول ان اللّٰہ اصطفٰی آدم و نوحا اور آخری وقال رب لا تذر اور علیؑ کا ذکر ۸۹ مقامات پر کیا ہے کہ آپ امیرالمومنین ہیں۔ کثرت گریہ و زاری کے باعث اور زہد کی وجہ سے نوحؑ کا نام نوحؑ پڑا اور علیؑ کے بارے میں کہا امن ھو قانت اللّٰہ نے نوح کا نام شکور رکھا۔ انہ کان عبداً شکورا۔ علیؑ کا نام اپنے نام پر رکھا۔ و جعلنا لھم لسان صدق" علیا" طوفان میں اللہ نے تمام مخلوق کو نوحؑ کی قوم کے سوا ہلاک کر دیا۔

علیؑ کے لیے و کل شی احصینا و فی امام مبین مشابہت ابراہیم کو قبلہ خلق قرار دیا۔ و اذ جعلنا البیت مشابة علیؑ کے لیے جب علیؑ ایمان علیؑ کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ بنائے ابراہیم طواف قرار پائی۔ و طهر بیتی للطائفین علیؑ کے لیے انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل بیت و یطہرکم تطہیرا"۔ ابراہیم کو تطہیر خانہ کعبہ کا حکم دیا و طہرتی اللہ نے علی کے گھر کو پاک کیا و یطہرکم تطہیرا" روم کے بادشاہ حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ بارہ آئمہ علیؑ کی صلب سے ہیں۔ اللہ نے ابراہیم کی تعریف کی۔ ان ابراہیم کان امة آپ ہی اکیلے اپنے زمانے میں موحد تھے۔ علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اللہ نے ابراہیم کے لیے کہا۔ ان ابراہیم کان امة قانتا للہ علیؑ کے لیے کہا۔ ام من ھو قانت ابراہیم کے بارے میں کہا۔ کان حنیفا مسلما" علیؑ کے لیے کہا علیؑ ملة ابراہیم جو دین محمدؐ ہے اور منہاج علیؑ ہیں۔ یہی طریقہ حنیف اور مسلم ہے۔ ابراہیم کے لیے کہا شاکرا نعمہ علیؑ کے بارے میں کہا۔ الذین یذکرون اللہ انح ابراہیم کے بارے میں کہا الذی و فی۔ علیؑ کے بارے میں کہا۔ یوفون بالنذر ابراہیم کے بارے میں کہا۔

انہ فی الالمن الصالحین علیؑ کے بارے میں و صالح المومنین کہا اور ابراہیم کے متعلق ان ابراہیم لحلیم اواہ منیب علیؑ کی شان میں یحذر الاخرة و یرجو رحمته ربه ابراہیم موذن حج تھے۔ و اذن فی الناس علیؑ اللہ کے لیے مؤذن ہیں واذن من اللہ ورسولہ۔ ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا و اعتزلکم و ماتدعون من ون اللہ اللہ نے ابراہیم کی نسل سے ستر ہزار انبیاء پیدا کیے ووھبنالہ اسحاق و یعقوب علیؑ نے قریش کو چھوڑ دیا۔ اور اللہ نے آپ کو افضل قبیلہ بنو ہاشم میں قرار دیا۔ اور آپ کو نسل طیب عطا کی۔ ابراہیم کی قوم نے دشمنی کی۔ فانھم عدولی الارب العالمین۔ علیؑ سے قریش نے دشمنی کی۔ آپ نے انہیں تہ تیغ کیا۔ ابراہیم نے

فانجینا والذین آمنو معہ فی الفلک اللہ نے دشمنان علیؑ کو ہلاک کیا اور قیامت میں انہیں جہنم میں ڈالے گا۔ اور آپ کے دوستوں کو فائز المرام کرے گا۔ ان للمتقین مفازا" نوحؑ دوسرے باپ ہیں علیؑ آئمہ اور سادات کے باپ ہیں۔ جب نوح نے نوحہ کیا تو اس کا نام ان کی صفت سے مشتق کیا۔ علیؑ کا نام اپنی صفت علا سے مشتق کیا۔ نوحؑ سے کہا یا نوح اھبط منا سلام اور علیؑ سے کہا سلام علیؑ آل یٰس پانی کے طوفان کے وقت نوحؑ کو کشتی میں سوار رکھا۔ و حملناہ علی ذات الواح دوستان علیؑ کے بارے میں رسولؐ اللہ نے فرمایا مثل اھل بیتی کسفینۃ نوحؑ علیؑ کی کشتی آگ سے نجات کا باعث ہے۔

علیؑ اور ابراہیم علیہ السلام

تین خصوصیات میں مشترک ہیں۔

اجتباء و اجتبیناہ و ھدیناہ علی کے لیے ان اللہ اصطفٰے آدم و نوحا" و آل عمران علی العالمین ھدٰی و ھدینا الی صراط علیؑ کے لیے و لکل قوم ھادحسنت و اتیناہ فی الدینا حسنتہ علیؑ کے لیے من جاء بالحسنتہ برکت؟ ابراہیم کے لیے و بارکنا علیہ علیؑ کے لیے و برکاتہ علیکم اہل البیت بشارت ابراہیمؑ کے لیے و بشرناہ باسحق علیؑ کے لیے و ھوالذی خلق من الماء بشر"ا فجعلہ نسبا" و مھرا" سلام۔ سلام علیؑ ابراہیم علیؑ کے لیے سلام علی یٰس خلت؟ و اتخذ اللہ ابراہیم خلیلا علیؑ کے لیے انما و لیکم اللہ ثنا حسن و جعلنا لھم لسان صدق علیا" علیؑ کے بارے میں والذین امنو باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصادقونؑ مقام کے بارے میں واتخذو مقام ابراہیم مصلٰی علیؑ وہ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی امامت انی جائلک للناس اماما

کہا۔ ان هذا الهوا البلاء المبین نبیؐ نے کہا۔ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ یعنی اسمائیل اور عبداللہ کا۔ علیؑ نے اس سے زیادہ امتحان اٹھائے۔

نمرود نے ابراہیم کے حق میں کہا فالقوه فی الجحیم۔ ابراہیم کو آگ میں پھینک دو۔ علیؑ نے اپنے آپ کو وادی جنات میں ڈال دیا۔ اور ان سے جنگ کی۔ دنیا کی آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ قلنا یا نار کونی بردا" و سلاما" آخرت کی آگ علیؑ کے دوستوں پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ دوزخ آواز دے گی۔ اے مومن پل صراط جلد عبور کر لیجیے۔ تمہارے نور نے میرے شعلوں کو بجھا دیا ہے ابراہیم نے فرشتوں کو دیکھ کر خوف محسوس کیا تھا اور علی نے فرشتوں کے ساتھ (بلاخطر) گفتگو کی۔

تمام انبیاء حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ ملته ابیکم ابراہیم هو سماکم المسلمین تمام اوصیاء حضرت علی کی اولاد میں سے ہیں۔ واتبعناهم ذریاتهم بایمان حضرت ابراہیم نے کعبہ کی بنیاد رکھی۔ ان اول بیت وضع للناس علیؑ نے اسلام کا اظہار کیا اور کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ ابراہیم نے بتوں کو توڑ دیا۔ قالو امن فعل هذا بالهتنا قال بل فعله کبیرهم هذا علی نے تین سو ساٹھ بت توڑے اور بڑا بت ہبل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کا اس کے لڑکے کی قربانی سے امتحان لیا۔ انی اری فی المنام انی اذبحک

شعب میں ہر رات رسول اللہؐ کے بستر پر جناب ابو طالبؑ حضرت علیؑ کو سلاتے تھے۔ رسول اکرمؐ نے علیؑ کو شب ہجرت اپنے بستر پر سلایا۔ ان دونوں فدائیوں کے درمیان فرق ہے۔ بسا اوقات والد محبت کی وجہ سے اپنے فرزند کو ذبح نہیں کرے گا۔ علیؑ کو کفار کی ایذا رسانی کا یقین ہوتا تھا۔

اسماعیل کو اس بات کی قوی امید تھی کہ اس کا والد اللہ کے امتحان کی خاطر ایسا کر رہا ہے۔ اس وجہ سے اکثر خوف دور ہو جاتا ہے۔ اور بچنے کی امید کی

جاتی تھی اور علیؑ کا معاملہ ایسا نہیں تھا۔ علیؑ خائف تھے۔ جس سے بچنے کی امید نہیں تھی۔ اسمائیل کا معاملہ وحی کی وجہ سے تھا۔ لہٰذا اسماعیل پر اطاعت والد واجب تھی۔ اور علیؑ کے لیے ایسا نہیں تھا۔ اللہ نے ابراہیمؑ کی قرآن مجید میں ۶۵ مقامات پر تعریف کی ہے۔ اول اذا تبلی ابراہیم ربہ اور آخری مقام صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ علیؑ کی مدح میں اللہ تعالیٰ نے چوتھا حصہ قرآن نازل کیا۔

یعقوبؑ اور یوسفؑ

یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ پیارے یوسفؑ اور بنیامینؑ تھے۔ علیؑ کے سترہ فرزند تھے سب سے پیارے حسنؑ اور حسینؑ تھے یعقوب کے چھوٹے فرزند لاوئی تھے۔ نبوت اس کی طرف منتقل ہوئی۔ آپ کی اولاد میں سے جناب یوسف کو کنویں میں پھینکا گیا۔ علیؑ کا بیٹا حسینؑ ذبح کیا گیا۔ یعقوب فراق حضرت یوسفؑ میں مبتلا ہوئے اور حضرت علیؑ حضرت حسینؑ کے ذبح ہونے کے غم میں مبتلا ہوئے۔

فراق یوسفؑ میں یعقوبؑ نے ایک گھر بنا رکھا تھا۔ جس کا نام بیت الاحزان تھا۔ (یعنی غم کا گھر) آل نبیؐ کے لیے غم کا گھر کربلا ہے۔ بیٹے کی قمیض سے یعقوبؑ کی بینائی واپس آ گئی تھی۔ امیرالمومنین کے پاس ایک قمیض تھی۔ جس کا سوت حضرت فاطمہ الزہرا السلام اللہ علیہا نے کات کر تیار کیا تھا۔ جنگوں میں اسی کے ذریعے اپنی جان کی حفاظت کرتے تھے۔ بھیڑیے نے یعقوبؑ سے کلام کیا کہ انبیاء کا گوشت کھانا ہم پر حرام ہے۔ منبر پر حضرت علیؑ سے اژدھا نے کلام کیا۔ نیز حضرت امیرؑ سے بھیڑیے اور شیر نے بھی کلام کیا یعقوبؑ کا نام یعقوب اس لیے پڑا کہ آپ اپنے بھائی عیص کے بعد پیدا ہوئے علیؑ کا نام علیؑ اس لیے پڑا کہ آپ حسب و نسب علم اور زہد وغیرہ میں بلند ہیں۔ یعقوبؑ کے بارہ فرزند تھے۔ بعض ان کے فرمانبردار اور بعض نافرمان تھے۔ علیؑ کے بارہ فرزند ایسے تھے۔ جو کل کے کل معصوم اور پاک تھے۔

حضرت یوسفؑ کے ساتھ کئی باتوں میں مساوات ہے۔ حضرت یوسف نے کہا رب آتیتنی من الملک جناب علیؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا۔
و اذا رایت ثم رایت نعیماً و ملکاً کبیراً
برادران یوسفؑ نے جب دیکھا کہ یوسفؑ زیادہ نعمت اور پدری شفقت میں مالا مال ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے اس پر حسد کیا۔ یہی حال علیؑ کا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتیھم اللہ من فضلہ یوسف کے بھائیوں نے ظاہری طور پر کہا وانا لہ لناصحون انا لہ لحافظون اور باطن میں یوسفؑ سے دشمنی رکھتے تھے۔ یہی حال حضرت علیؑ کے ساتھ تھا۔ کہ لوگ ظاہر میں آپ کو دوست رکھتے تھے۔ جناب یوسف سے اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ایھا الصدیق اے صدیق حضرت علیؑ نے کہا میں صدیق اکبر ہوں۔
حضرت یوسف کے بھائی زبان سے آپ کی موافقت اور باطن میں آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ ارسلہ فعنا غداً یہی حال منافقین کا تھا۔ نبیؐ کے ساتھ علیؑ کے بارے میں ھل عسیتم ان تولیتم یوسفؑ کے بھائیوں نے باپ کے پاس کہا انا لحافظون ہم ضرور یوسف کی حفاظت کریں گے۔ حالانکہ انہوں نے یوسفؑ کو ضائع کر دیا۔
منافقین نے کہا علیؑ ہمارے مولا ہیں۔ اور رسولؐ کی وفات کے بعد آپ پر ظلم کیا۔ ام حسب الذین اجترحوا السیات یعقوبؑ نے یوسف کو امانت کے طور پر اس کے بھائیوں کے پاس سپرد کیا تھا۔ انی لیحزننی ان تذھبوا بہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا وا آسفا علی یوسف حضرت محمد مصطفیٰؐ نے کہا ما اوذی نبی مثل ما اوذیت جتنی مجھے اذیت دی گئی اتنی کسی نبیؐ کو نہیں دی گئی۔ حضرت یوسفؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا فلما بلغ اشدہ اتیناہ حکماً و علماً جناب علیؑ کو بچپن میں کئی اشیا کی حکمت دی گئی ہے۔ یوسف نے اہل مصر کو کھانا کھلایا۔ حضرت علیؑ نے فرشتوں کو کھانا کھلایا۔ ویطعمون الطعام علی حبہ

مسکینا" و یتیما" و اسیرا" بھوکا جس طرح یوسف کی ملاقات سے سیر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح علیؑ کی ملاقات سے مومن نجات پا جائے گا۔

القیام فی جهنم کل کفار عنید حضرت یوسفؑ نے اپنی تعریف کی۔ انی حفیظ علیم اور اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کے بارے میں کہا۔ الاترون انی اوف السکیل اور اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی مدح کی و یطعمون الطعام اور و یوفون بالنذر یعقوبؑ نے ایک ماہ کی راہ کے سفر کے فاصلہ پر یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو کو سونگھ لیا تھا۔ عنقریب حضرت علیؑ کے شیعہ سات آسمانوں پر جنت کی خوشبو کو سونگھ لیں گے۔

فاما ان کان من المقربین یوسف کے بارے چار قسم کا ادعا کیا گیا۔ یعقوب نے کہا یا نبی لاتقصص رویاک عزیز مصر نے کہا۔ عسیٰ ان ینفعنا اونتخذه ولدا"۔ بھائیوں نے آپ کو چرایا۔ و شروه بثمن نجس زلیخا نے آپ کو معشوق بنایا۔ قد شغفها حبا" اور علیؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا۔

ان هو الا عبدا" انعمنا علیه مصطفےٰ نے کہا علیؑ میرے بھائی ہیں۔ اور ایک جماعت نے اس سے انکار کیا۔ یریدون لیطفو انور الثلا شیعہ آپ کی امامت کے قائل ہیں۔ رجال صدقوا یوسفؑ کو چار ناموں سے پکارا گیا۔ فرزند۔ بھائی عبد اور معشوق اسی طرح حضرت علیؑ کو چار ناموں سے پکارا گیا۔ غالیوں نے آپ کو خدا کہا (یہ بات غلط ہے) خوارج نے (معاذاللہ) آپ کو کافر کہا۔ مرجیہ نے آپ کو چوتھا خلیفہ کہا۔ شیعہ نے آپ کو معصوم اور مطہر کہا جناب یوسف کے بارے میں لوگوں نے آٹھ قسم کے نظریے قائم کیے۔

حضرت یعقوبؑ نے محبت کی نگاہ سے دیکھا تو آپ کی ملاقات سے محروم رہے۔ یا اسفا علیٰ یوسف مالک بن زعر نے حرمت سے دیکھا تو بادشاہ ہو گئے۔ عزیز نے فتوت سے دیکھا تو اس نے آپ سے صیانت کو پایا۔ قالت هیت لک قال معاذ الله زلیخا نے آپ کو شہوت سے دیکھا فسخر منها

و قال نسوۃ فی المدینتہ مومنین نے یوسف کو نبوت کے ساتھ دیکھا۔ یوسف ایھا الصدیق۔ اسی طرح حضرت علیؑ کے بارے میں بھی آٹھ نظریے قائم ہوئے۔ کفار نے عداوت کی نگاہ سے دیکھا فالنار ماویھم ذلک لھم خزی منافقون نے حسد کی نگاہ سے دیکھا تو گھاٹے میں رہے قل ھل انبکم بالاخرین اعمالا مصطفےؐ نے وصیت اور امامت کے ساتھ دیکھا تو آپ کے داماد اور آپ کے لشکر کے سردار ہو گئے۔ وھوالذی خلق من الماء بشرا" فجعلہ نسبا" و مھرا"۔ جناب سلمانؓ اور مقدادؓ نے محبت کی نگاہ سے دیکھا تو آپ کے خاص اصحاب ہو گئے۔ والسابقون السابقون۔ نواصب نے حقارت کی نگاہ سے دیکھا تو گمراہ ہو گئے۔ اذتبرا" الذین اتبعوا من الذین اتبعوا۔ غالیوں نے آپ کے بارے میں محال امر کا نظریہ قائم کیا۔ تو گمراہ ہو گئے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا"۔ لمحدوں نے آپ کو کذب کیا تو بدعتی ہو گئے۔ ان الذین یلحدون فی آیاتنا۔ شیعہ نے آپ کو دیانت دار خیال کیا تو مقرب ہو گئے۔ انظورنا نقتیس من نورکم۔

حضرت موسیٰؑ

حضرت موسیٰؑ نے دشمن خدا فرعون کی گود میں پرورش پائی۔ علیؑ نے دوست خدا محمدؐ مصطفیٰ کی گود میں پرورش پائی۔ موسیٰؑ ابن عمران ہیں۔ علیؑ آل عمران ہیں۔ ابو طالبؑ کا نام عمران ہے۔

اللہ نے موسیٰؑ کی بچپن میں فرعون سے حفاظت کی اور بڑھاپے میں سمندر سے غرق ہونے سے بچایا۔ علیؑ کو بچپن میں سانپ سے حفاظت کی۔ علیؑ نے سانپ کو مار ڈالا اور بڑھاپے میں دریائے فرات سے حفاظت کی۔ جب آپؑ نے اسے عبور کیا۔

جناب موسیٰؑ کے لیے دریائے نیل کو جو مصر میں ہے شگافتہ کیا۔ اضرب

بعصاک البحر۔ نہروان خشک تھا۔ علیؑ کے اشارے سے بہہ نکلا۔ موسیٰؑ نے سمندر پر عصا مارا۔ اور فرمایا اے مینڈک نکل آؤ۔ علیؑ کی سانپ اور اژدھا نے اطاعت کی۔ یہ اس سے زیادہ خطرناک ہیں۔ موسیٰؑ کے لئے ٹڈی اور قمل کو مطیع کر دیا۔ نہروان کی مچھلیوں کو علیؑ کے لیے مطیع کر دیا۔

علیؑ سے متکلم ہوتیں تھیں اور آپ پر سلام کرتی تھیں۔ دم مفصلات کو موسیٰؑ کے لئے مطیع کر دیا۔ علیؑ نے کفار کے خون کو بہایا۔ کافروں نے آپؑ کا نام سرخ موت رکھا۔ موسیٰؑ کو نو معجزے دیئے گئے۔ اور علیؑ کو بھی ایسے ایسے معجزات دیئے گئے۔ موسیٰؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو زندہ کر دیا۔

ثم بعثناکم من بعد موت کم۔ وادی مرمر میں اللہ نے علیؑ کی دعا سے سام ابن نوحؑ اور اصحاب کہف کو زندہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک سو تیس مقامات پر حضرت موسیٰؑ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت علیؑ کا نام اپنی کتاب میں تین سو مقامات پر لیا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا وقربنا نجیا" ۔ علیؑ سے کہا وجعلنا لھم لسان صدق علیا"۔ اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا۔ اللہ نے علیؑ کو علم کی تعلیم دی۔ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان۔ اللہ نے زمین کو موسیٰؑ کے لئے مسخر کیا۔ زمین نے قارون کو نگل لیا۔ علیؑ نے دشمنان نبیؐ کو نیست و نابود کر دیا۔ انامنھم منتقمون۔ موسیٰؑ نے کہا۔ اجعل لی وزیرا" من اھلی ہارون اخی۔ ایک روایت میں کہا۔ اخلفنی فی قومی اللہ نے کہا۔ قداوتیت سولک یا موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات رسول اللہؐ سے کہا۔ اخلف علیا" علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ ! تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی۔ اللہ نے موسیٰؑ کو پتھر سے سیراب کیا۔

فانفجرت منه اثنتا عشرۃ عینا"۔ علیؑ کی شان میں خلق

من السماء بشرا" ہے۔ بارہ امام اس آیت کے مصداق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر من و سلویٰ نازل کیا۔ نبی اکرمؐ نے علیؑ کو جنت کا سیب' انار اور انگور دیا وغیرہ وغیرہ۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ نے فرعون سے مخاصمہ کیا۔ فرعون کے پاس زبلی اور برقی چار ہزار آدمی تھے۔ محمدؐ اور علیؑ نے یہود و نصاریٰ مجوسی' مشرکین اور زندیقوں سے مخاصمہ کیا اور آپ دونوں فتح مند ہوئے۔ وھوالذی ایدک بنصرہ۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ نے فرعون ہامان قارون اور ان کے لشکر سے مخاصمہ کیا۔ محمدؐ اور علیؑ کے دشمن اولین و آخرین میں سے شہد کی مکھیوں اور ریت کے ذروں کے برابر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے دشمن کو سمندر میں غرق کیا۔

ثم اغرقنا الاخرین وانجینا موسٰی و من معہ اجمعین عنقریب محمدؐ اور علی علیہ السلام کے دشمن جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ القیا فی جہنم کل کفار عینہ۔ دونوں محمدؐ اور علیؑ! سرکش کو جہنم واصل کرو۔ حضرت موسیٰؑ کا دشمن برص میں مبتلا ہوا۔ اور جس نے علیؑ کو دشمن رکھا وہ بھی برص کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ موسیٰؑ بڑھاپے کی عمر میں سانپ سے ڈر گئے۔ خزھا ولا تخف۔ علیؑ نے بچپن میں سانپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے آپ کا نام حیدرؑ پڑا۔ یعنی سانپ کو ٹکڑے کرنے والا۔

موسیٰ اور ہارونؑ کو قوم کے استہزا کا خوف تھا۔ لا تخافا انی معکما۔ حضرت محمدؐ اور علیؑ بالکل نہ ڈرے۔ اللّٰہ یستھزء بھم۔ موسیٰؑ عصا سے ڈر گئے تھے۔ خذھا لاتخف۔ علیؑ اژدھا سے بالکل نہ ڈرے۔ بلکہ اس سے کلام کیا۔ موسیٰؑ کے پاس عصا تھا اور علیؑ کے پاس تلوار ذوالفقار تھی۔ موسیٰؑ کے عصا میں عجائبات پوشیدہ تھے۔ جس سے جادوگر عاجز آ گئے۔ علی علیہ السلام کی تلوار میں بھی عجیب و غریب چیزیں مخفی تھیں۔ جس سے کفار عاجز آ

گئے۔

موسیٰؑ کے عصا میں چار باتیں تھیں۔ پہلے عصا تھا۔ پھر متحرک ہو کر سانپ بنا۔ سانپ سے بڑا ہو کر اژدھا بن گیا۔ پھر جادوگروں کی رسیوں کے بنے ہوئے سانپوں کو کھانے لگا۔

علیؑ کی تلوار کی بھی چار قسمیں تھیں۔ جو اپنے باب میں مذکور ہیں۔ جبرائیلؑ حضرت موسیٰؑ کا عصا لے کر حضرت شعیبؑ کے پاس آئے اور اسے دے دیا۔ شعیبؑ نے موسیٰؑ کو دے دیا۔ جبرائیلؑ ذوالفقار لے کر آئے اور حضرت محمدؐ مصطفیٰ کو دے دی۔ اور حضرت محمدؐ نے حضرت علیؑ کو دے دی۔ موسیٰؑ کا عصا بادام تلخ کی لکڑی کا تھا۔ درخت طوبیٰ فاطمہؑ اور علیؑ کے گھر میں موجود ہو گا۔ عصا کا سر دو شعبوں والا تھا۔ اسی طرح علیؑ کی تلوار دو شعبوں والی تھی۔ موسیٰؑ کی والدہ نے آپ کی پیدائش کے بعد فرعون کے ڈر سے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا تھا۔ علیؑ کو بھی منجنیق کے ذریعے پھینکا گیا۔ موسیٰؑ ایک فرعون سے مبتلا ہوئے۔ اور علیؑ کئی کئی فرعونوں سے مبتلا ہوئے۔ موسیٰؑ کے بارہ اسباط تھے۔ علیؑ (معہ خود) بارہ امام ہیں۔ موسیٰؑ کو حکم ہوا۔ جوتی اتار دو۔ علیؑ کو حکم ہوا کہ محمدؐ کے کندھوں پر اپنے قدم رکھ دو۔ موسیٰؑ نے پتھر پر پاؤں رکھا۔ علیؑ نے شانہ رسولؐ پر قدم رکھا۔ موسیٰؑ طور پر بلند ہوئے۔ علی شانہ حضرت محمدؐ پر بلند ہوئے۔ اللہ نے موسیٰؑ سے کہا۔ والقیت علیک محبۃ منی۔ جو شخص بھی موسیٰؑ کو دیکھتا تھا وہ آپ سے محبت کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے علیؑ کی محبت مخلوق پر فرض کی۔ علیؑ کی محبت حق اور باطل کے درمیان تمیز پیدا کرتی ہے۔ رسول اللہؐ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ ! تجھے پرہیز گار مومن ہی دوست رکھے گا۔

اللہ نے موسیٰؑ سے کہا واصطنعتک لنفسی۔ علیؑ کے بارے میں کہا انما ولیکم اللہ۔ موسیٰؑ سے کہا انہ کان مخلصا" علیؑ سے کہا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ۔ واذقال موسیٰ لفتاہ۔ موسیٰؑ نے ایک نوجوان سے کہا۔ موسیٰؑ کا نوجوان یوشعؑ تھا اور حضرتؐ محمد کے نوجوان علیؑ تھے۔ لافتی

الاعلیٰ۔ موسیٰ کی اولاد شبرؑ اور شبیرؑ تھے۔ علیؑ کی اولاد حسنؑ اور حسینؑ تھے۔
حضرت موسیٰؑ کی ولایت اولاد حضرت ہارونؑ پر قرار پائی۔ حضرت محمدؐ کی ولایت اولاد
علیؑ میں قرار پائی۔ قوم نے ہارونؑ کو چھوڑ دیا تھا۔ ایک بچھڑے کی پوجہ شروع کر
دی۔ جو آواز دیتا تھا۔ اور ہر قوم نے علیؑ کو چھوڑ دیا اور بنو امیہ کی پوجہ شروع
کی۔ اذاقومک منه یصدون۔ موسیٰؑ شعیبؑ کے بیٹوں کے ساقی تھے۔
ووجد من دونهم امراتان تذودان۔
علیؑ قیامت کے روز مومنین کے ساقی ہوں گے۔ علیؑ کے دونوں فرزند اہل
جنت کے ساقی ہوں گے۔ پاک پروردگار علیؑ کا ساقی ہو گا۔
حضرت موسیٰؑ نے ایک کنوئیں سے پتھر اٹھا لیا۔ جس کو چالیس آدمی ہٹاتے
تھے۔ ولماور دماء ملین علیؑ نے راحو کے چشمہ سے پتھر اٹھایا جس کو سو
آدمی اٹھانے سے عاجز تھے۔

ہارونؑ اور یوشعؑ

نبی اکرمؐ نے بیعت یوم عشیرہ، یوم احد اور یوم تبوک وغیرہ کے موقع پر فرمایا۔ اے علیؑ تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو جناب موسیٰ سے حاصل تھی۔ مومن علیؑ کو اس طرح دوست رکھتے ہیں۔ جس طرح اصحاب ہارونؑ حضرت ہارونؑ کو دوست رکھتے تھے۔ موسیٰؑ کے نزدیک کسی کی اتنی منزلت نہیں تھی۔ جتنی ہارون کی تھی۔ نبی اکرمؐ کے نزدیک کسی کی اتنی منزلت نہیں تھی۔ جتنی کہ علیؑ کی تھی۔ ہارونؑ موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ علیؑ محمدؐ کے خلیفہ تھے۔

موسیٰ جب فرعون کے پاس تشریف لائے تو اس کو اللہ کی دعوت دی تو فرعون نے کہا اس بات کی کون گواہی دے گا۔ کہ یہ شخص جو تیرے سر پر کھڑا ہے۔ یعنی ہارونؑ فرعون نے ہارونؑ سے پوچھا آپ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت موسیٰ سچ کہتے ہیں۔ جو تیری طرف اللہ کے رسول بن کر آئے ہیں۔

فرعون نے کہا میں موسیٰ کو سزا نہیں دوں گا۔ بلکہ عزت کے ساتھ اپنے دربار سے نکال دوں گا۔ پھر ایک اون کا جبہ منگوا کر ہارونؑ کو پہنایا ایک عصا طلب کر کے ہارونؑ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کے عوض اللہ نے ہارون کو لمبی عمر کی قمیص پہنائی۔ جب تک ہارون وہ جبہ پہنے رہے۔ امن میں رہے۔ اسی طرح رسول اللہ کے قول کے ذریعے علیؑ کو امن کی قمیص پہنائی فرمایا۔

اے علیؑ یہ بات قضا و قدر میں مقدر ہو چکی ہے کہ تو خلافت کے سلسلے میں ناکشین قاسطین اور مارقین سے جنگ کرو گے۔ تیس سال کے بعد فوت ہو گے۔ تمہاری داڑھی تمہارے سر کے خون سے خضاب آلود کی جائے گی۔ ہارونؑ جب اس قمیص کو اتارتے تو خوف زدہ ہو جاتے۔ علیؑ ہر حال میں امن میں رہتے۔ سب سے پہلے موسیٰ کی تصدیق ہارون نے کی۔ حسنؑ پیدا ہوئے۔ علیؑ نے آپ کا نام حرب رکھا۔ نبی اکرمؐ نے آپ کا نام حسنؑ رکھا۔ نیز جب حسینؑ پیدا ہوئے تو پھر آپ کا نام حرب رکھا۔ رسول اللہ نے فرمایا یہ نہیں ہو گا۔ اس کا نام

حسینؑ ہو گا۔ ہارونؑ کی اولاد شبر شبیر اور مشبر کے ناموں کی طرح حضرت علیؑ کی اولاد شبرؑ شبیرؑ اور مشبرؑ سے موسوم ہوئی۔

یوشعؑ ابن نون

علی بن مجاہد سندا" اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمؑ علیہ صلواۃ و السلام نے وفات کے وقت فرمایا (اے علیؑ) تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو یوشعؑ بن نون کو جناب موسیٰ سے حاصل تھی۔

حضرت ایوبؑ

حضرت ایوبؑ تمام انبیاؑ سے زیادہ صابر علیؑ تمام اوصیا سے زیادہ صابر حضرت ایوبؑ نے تین سال مصیبتوں پر صبر کیا۔ علیؑ نے شعب ابو طالبؑ میں نبیؑ کے ساتھ تین سال صبر کیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد تیس سال صبر کیا۔

لوطؑ

اللہ تعالٰی نے قرآن میں حضرت لوطؑ کا ۲۶ مقامات پر ذکر کیا اور اتنے ہی مقامات پر حضرت علیؑ کا ذکر کیا۔

ایوب جرجیس اور یحیٰ

ایوبؑ نے کہا مسنی الشیطان بنصب و عذاب علیؑ کو نواصب اور شیاطین انسانوں سے اذیت پہنچی۔ ایوب سے اللہ نے کہا ارکف رجلک جناب علیؑ نے وادی بلقع میں ایسا کیا۔ اللہ نے ایوبؑ کے بارے میں کہا۔ وجدناہ صابرا" ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ علیؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ وجزا هم صبروا ان حضرات کو صبر کا بدلہ ملے گا۔ ایوبؑ نے کہا۔ انما اشکر بثی و حزنی الی اللہ حضرت علیؑ کے بارے فرمایا الی کم الجفرن علی

لقذٰی جرجیسؑ نے محسن پر صبر کیا۔ حضرت علیؑ نے فتنوں اور محن پر صبر کیا۔ جرجیس کی حق بات قبول نہ کی گئی۔ اور راہ حق میں قتل ہو گئے۔ حضرت علیؑ حق پر قائم رہے اور راہ حق میں حق کی خاطر قتل ہوئے۔ جرجیس کو مختلف قسم کا عذاب دیا گیا۔ اور حضرت علیؑ مختلف جنگوں کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ جرجیس نے ایک بت توڑا۔ علیؑ نے صرف کعبہ میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بت توڑے ان کے علاوہ اور بتوں کو بھی توڑا۔ اللہ نے جرجیس کے دشمنوں کو آگ کے عذاب میں ہلاک کیا۔ حضرت علیؑ کے دشمن عنقریب جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ نے حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا۔

القینا جھنم کل کفار عیند

ہر کافر سرکش کو جہنم میں پھینک دو۔

حضرت یونسؑ

حضرت یونسؑ خدا کے عذاب کے نہ آنے کی وجہ سے ناراض ہو کر روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت علیؑ میدان جنگ میں ثابت قدم ہو کر جہاد فرما ہوئے۔ حضرت یونسؑ کو مچھلی نے نگل لیا۔ حضرت علیؑ پر مچھلی نے سلام کیا۔ غالب اور مغلوب میں فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یونسؑ کا نام نونؑ رکھا۔ حضرت علیؑ کا علیؑ اور ذوالقرنین رکھا۔ حضرت یونسؑ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گئے۔ جناب علیؑ علم کی بھری ہوئی کشتی ہیں۔ انا مدینہ العلم حضرت یونسؑ کے بارے میں کہا گیا۔ نبذ بالعراء وھو منموم ایک اور جگہ و ھو حلیم وارد ہوا ہے جناب علیؑ کو قوم نے چھوڑ دیا۔ اور تنہا کر دیا۔ ایک ہزار ماہ آپ پر لعنت کی۔ جناب یونسؑ پر کدو کا درخت اگایا گیا۔ اور حضرت علیؑ کو بہشت کے پھل کھلائے گئے۔

حضرت یونسؑ کے بارے میں ہے۔ وارسلنا الی مائتہ الف اویزیدون۔ ہم نے جناب یونسؑ کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف

بھیجا۔

حضرت علیؑ تمام انسانوں اور جنات کے امام ہیں۔ حضرت یونس نے اللہ کی عبادت اس جگہ کی جہاں کسی بشر نے نہیں کی۔ حضرت علیؑ اس جگہ پیدا ہوئے جہاں نہ آپ سے پہلے کوئی پیدا ہوا اور نہ ہی آپ کے بعد کوئی پیدا ہو گا۔

زکریاؑ کو محراب عبادت میں یحیٰیؑ کی ولادت کی بشارت دی گئی۔ زکریاؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

رب ھب لی من لدنک ذریتہ طیبتہ

مجھے اپنی جانب سے پاک اولاد عطا فرما۔

حضرت زکریاؑ

حضرت نبی اکرمؐ کو بلا سوال پاکیزہ اولاد عطا کی گئی۔ ذریتہ بعضھا من بعض زوجہ عمران نے کہا۔ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا" علیؑ مرتضٰی کے بارے میں کہا یوفون بالنذر زوجہ عمران نے کہا رب انی وضعتھا انثی اللہ تعالیٰ نے جناب علیؑ کی زوجہ فاطمہ زہرا السلام علیہا کے بارے میں کہا لسائو ناو کم اللہ عزوجل نے حضرت زکریاؑ کی دعا کو قبول کیا۔ فاستجاب لھم ربھم زکریاؑ کو درخت کے اندر آرے سے چیرہ گیا۔ جناب علیؑ محراب عبادت میں قتل کئے گئے۔ جناب یحیٰیؑ کا سر کاٹ کر تھال میں رکھا گیا۔ سیدنا حسینؑ کو کربلا میں ذبح کیا گیا۔ (آپ کا سر بھی تھال میں رکھا گیا) اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں زکریاؑ کا سترہ مقامات پر ذکر کیا۔ اول سورہ بقرہ میں آخر سورہ صاد میں اسی طرح جناب علیؑ کا ذکر بھی سترہ مقامات پر کیا۔ اول سورۃ فاتحہ میں صراط الذین انعمت علیھم اور آخر وتواصوا بالحق میں جناب مریم کی ماں نے کہا۔ انی اعیذ ھا بک و ذریتھا میں اس کو اور اس کی اولاد کی تجھ سے شیطان کی پناہ مانگتی ہوں۔ رسول اللہؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں

کہا۔ اعیذ کما من شر السامة والھامة و شر کل عین لائمته
زکریا واعظ بنو اسرائیل اور کافل مریمؑ تھے۔ علیؑ مفتی امت اور کافل فاطمہؑ
تھے۔ جناب یحییٰ نے جھولے میں کلام کیا۔ علیؑ بچپن میں رسول اللہؐ پر ایمان
لائے۔ یحییٰ نے کہا اوصافی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ جناب علیؑ نے ایک ہی
وقت میں نماز بھی پڑھی اور زکوٰۃ بھی دی۔ انما ولیکم اللّٰہ یحییٰؑ نے کہا السلام
علی یوم ولدت حضرت علیؑ کی شان میں ہے سلام علیٰ آل یٰس یٰس (محمدؐ) کی آل
پر سلام ہو۔ یحییٰؑ کے بارے میں ہے۔ و برا بوالدیه جناب علیؑ کی شان میں
ہے۔ ان الابرار یشربون

داؤدؑ، طالوتؑ اور سلیمانؑ

من لم یقل لی رابع الخلفاء جو شخص مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے۔
(آدمؑ، نوحؑ داؤد اور علیؑ) داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔ حضرت علیؑ نے مرحب اور
عمر کو قتل کیا داؤد نے جالوت کو پتھر سے قتل کیا۔ حضرت علیؑ کے پاس ایسی تلوار
تھی۔ جس سے کفار کو فی النار و السقر کیا کرتے تھے۔ داؤد آل موسیٰ اور آل
ہارونؑ کے بقیہ سے افضل ہے۔ داؤد کو حکومت ملی۔ حضرت علیؑ اقضاکم علیؑ سب
سے اچھا فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔

داؤد نے کہا۔ الحمد لله الذی فضلنا علی العالمین علیؑ
کی شان میں آیت فضل المجاهدین اللہ تعالیٰ نے جناب داؤد کے
متعلق فرمایا والطیر محشورة کل له اواب اور یا جبال اوبی معه
حضرت علیؑ جب سنگریزوں سے تسبیح کرتے تو سنگریزے آپ کے ساتھ تسبیح کرتے
تھے۔ داؤد کو پرندوں کی بولی سمجھنے کا علم دیا گیا۔ حضرت علیؑ کو ایسی آواز عطا ہوئی۔
جس سے بڑے بڑے بہادر مر جاتے تھے۔ اور پرندگان ہوا آپ سے باتیں کرتے
تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے بارے میں کہا وآتینا الحکمته و
فصل الخطاب ہم نے داؤد کو حکمت اور فصل خطاب دیا۔ اور جناب علیؑ کی

شان میں ہے۔ و من عندہ علم الکتاب جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے
دواؤد کے بارے میں واذکر عبدنا دائود زی الایدی اور حضرت علیؑ کی
شان میں وایدک بنصرہ و بالمومنین داؤد خطیب انبیاء ہیں۔ جناب علیؑ
کو فصل خطاب دیا گیا۔ جب داؤد نے لوگوں کو کہا کہ اللہ نے طالوتؑ کو تمہارے
لیے بادشاہ بنا کر بھیجا ہے تو اس وقت انہوں نے کہا کہ وہ ہم پر حکومت کس طرح
کر سکتے ہیں۔ حکومت کے ہم اس سے زیادہ حقدار ہیں۔ اسے تو وافر مال نہیں دیا
گیا۔ جب نبی اکرمؐ نے علیؑ کو اپنا قائم مقام قرار دیا۔ تب بھی لوگوں نے ایسی
باتیں بیان کیں نبی اکرمؐ نے فرمایا علیؑ حق کے ساتھ ہیں۔ اور حق علیؑ کے ساتھ
ہے۔

طالوتؑ کے بارے میں فرمایا وزدہ بسطتہ فی العلم و الجسم علیؑ
تمام امت سے زیادہ عالم اور بہادر تھے۔ طالوتؑ کے متعلق ہے ان اللہ اصطفاہ
علیکم۔ علیؑ کے بارے میں کہا۔ و فضلنا عمران علی العالمین
جنگ جالوتؑ میں جب بنو اسرائیل پیاسے ہوئے تو طالوتؑ نے کہا ان اللہ
مبتلیکم بنھر یہ امتحان والی نہر فلسطین میں تھی۔ طالوتؑ نے کہا جو شخص اس
سے پانی پئے گا۔ وہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ لشکر کی کل تعداد تیس ہزار تھی۔ جس
میں سے صرف تین سو تیرہ یا چار سو آدمیوں نے پانی نہیں پیا تھا۔ طالوتؑ نے کہا
جب پانی پینے کے سلسلے میں میری اطاعت نہیں کی۔ تو جنگ کے بارے میں میری
اطاعت کس طرح کرو گے۔

رسول اکرمؐ کے انتقال کے بعد لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ کہ آپ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ فرمایا اگر تم سچے ہو تو
کل سر منڈوا کر آنا تین چار آدمیوں کے سوا کوئی بھی نہ آیا۔ جالوتؑ نے داؤد کا
گھر اکھاڑنا چاہا۔ حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔ سلیمانؑ نے ملک کی انگوٹھی
طلب کی رب ھب لی ملکا حضرت علیؑ نے ملک کی انگوٹھی حالت نماز میں
سوالی کو دے دی۔ یقیمون الصلواۃ و یوتون الزکواۃ و ھم راکعون

الید العلیا خیر من ید السفلی اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ سلیمانؑ سائل تھے۔ علیؑ دینے والے تھے۔ سلیمان نے ملک کا سوال کیا۔ حضرت علیؑ نے کہا اے سفید اے زرد (سونا' چاندی) کسی اور کو دھوکا دے علیؑ تم پر فریفتہ نہیں ہونے والا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے ایک ایسے ملک کا سوال کیا جو اس کے بعد کسی کے پاس نہ ہو۔ حالانکہ سلیمانؑ خود فنا ہونے والے تھے۔ اللہ نے بلا سوال حضرت علیؑ کو نعیم اور ملک کبیر عطا کیا۔ سلیمان نے ملک کی انگوٹھی کا سوال کیا۔ جو انہیں دی گئی غدوھا شھراو رواحھا شھرا" حضرت علیؑ کو ملک کی انگوٹھی دی گئی اور دنیا کی سرداری بھی۔ انما ولیکم اللہ و رسولہ اور آخرت کا ملک بھی عطا ہوا۔

و اذ ارایت ثم رایت

حضرت سلیمانؑ کو علم منطق طیر دیا گیا۔ جیسا کہ سلیمانؑ نے خود ھد ھد اور چیونٹی کے بارے میں بتایا۔ جابر سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے پرندے سے کہا اے پرندے تم نے بہت اچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کے بارے میں کہا اذ غرضت علیہ بالعشی الصافنات الجیاد یہ دمشق کے مال غنیمت کے ایک ہزار گھوڑے تھے۔ گھوڑوں کو دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ اللہ نے سلیمانؑ کے لیے سورج کو واپس لوٹایا۔ حضرت علیؑ کے لیے کئی دفعہ سورج لوٹایا سلیمانؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو مسخر کیا۔ و سخر نالہ الریح علیؑ بیرالم کے موقعہ پر ہوا پر غالب آئے۔ اصحاب کہف کی طرف نکلے تو ہوا نے آپ کی اطاعت کی۔

سلیمانؑ کا لشکر جن و انس اور پرندوں کا جمع کیا گیا۔ حضرت علیؑ نے جن و انس کو تلوار کے ذریعے مسخر کیا۔ حضرت علیؑ کی خدمت میں ایک جن نے عرض کیا۔ اگر انسان آپ سے ہماری محبت کی طرح محبت کرتے۔ انح اللہ نے سلیمانؑ کے بارے میں کہا علمنا منطق الطیر اور علیؑ کی شان میں کہا۔ وکل شئی احصینا فی امام مبین سلیمانؑ نے لوگوں کی ضیافت کی لیکن انہیں کھانا کھلانے سے عاجز رہے۔ حضرت علیؑ کی ضیافت قبول ہوئی۔ و یطعمون

الطعام علی حبه حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے زبردستی شادی کی۔ علیؑ نے فاطمہ زہرا سلام علیہا سے بلطف شادی کی۔ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں کہا۔ من یزغ عن امرنا حضرت علیؑ کی شان میں و من یکفر بالا یمان فقد حبط عمله کہا حضرت سلیمانؑ کے بارے میں کہا ففهمناها سلیمان حضرت علیؑ کی شان میں فاسئلوا اهل الذکر ہے۔

حضرت صالحؑ

اللہ نے حضرت صالحؑ کا نام صالحؑ رکھا اور حضرت علیؑ کا نام صالح المومنینؑ اللہ نے جناب صالحؑ کے لیے ایک اونٹنی پہاڑ سے نکالی اور حضرت علیؑ کے لیے پہاڑ سے سو اونٹنیاں نکالیں۔ اور علیؑ نے نبی اکرم صلعم کا قرض ادا کیا۔

حضرت عیسیٰؑ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو روح سے پیدا کیا۔ فنفخنا فیه روحنا علیؑ کو نور سے پیدا کیا۔ عیسیٰ کی ولادت کے وقت آپ کی ماں گھر سے نکلیں۔ فانتبذت به مکانا قصیا۔ جناب علیؑ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئیں۔ جناب عیسیٰ شکم مادر میں توارایت اور انجیل پڑھتے تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ سنا کرتی تھیں۔ حضرت علیؑ ماں کے شکم میں گفتگو کرتے اور بت گر پڑتے تھے۔ عیسیٰ کے بارے میں و یکلم الناس فی المهد ہے۔ علیؑ بچپن میں نبی اکرمؐ سے باتیں کیا کرتے تھے۔ عیسیٰ نے کہا۔ انی عبداللہ میں اللہ کا بندہ ہوں سب سے پہلے یہ فقرہ آپ نے کہا۔ علیؑ نے کہا و انا عبدالله و اخی رسول الله میں اللہ کا بندہ اور اللہ کے رسول کا بھائی ہوں۔

عیسیٰ پر آسمان سے دستر خوان نازل ہوا۔ علیؑ پر جنت کے کئی دستر خوان

نازل ہوئے عیسیٰ کے بارے میں ویعلمہ الکتاب ہے۔ علیؑ کی شان میں و من عندہ ام الکتاب ہے۔ اللہ نے عیسیٰؑ کو خط سے مخصوص کیا۔ کہتے ہیں۔ خط کے دس حصے ہیں۔ نو حصے حضرت عیسیٰ کو ملے۔ اور ایک حصہ تمام مخلوق کو۔ علیؑ کے پاس تمام کتب اور کل صحیفوں کا علم تھا۔ عیسیٰ جذامی اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتے تھے۔ علیؑ دنیا میں دلوں کے طبیب اور آخرت میں نجات دہندہ۔ عیسیٰ نے کہا میں نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا۔ عیسیٰ کے بارے میں کہا۔ کلمتہ منہ اسمہ المنسیح علیؑ کی شان میں و یحق اللہ الحق بکلمتہ حضرت عیسیٰ کے لیے وار صانی بالصلواۃ۔ علیؑ کے لیے سیماھم فی وجوھم عیسیٰ نے کہا۔ والزکوٰۃ مادمت حیا" حالانکہ عیسیٰ پر زکوٰۃ واجب نہ تھی۔ علیؑ کے حق انما ولیکم اللہ رسولہ آپ پر زکواۃ واجب نہیں تھی۔ عیسیٰ نے کہا مبشرا" یرسول یاتی من بعدی اسمہ احمد علیؑ رسول اللہ کے ناصر، وصی، داماد، ابن عم اور بھائی ہیں۔ مردوں نے عیسیٰ سے کلام کیا۔ علیؑ سے مردوں کی ایک جماعت نے کلام کیا۔ اللہ نے عیسیٰ کی یہود سے حفاظت کی۔ ماقتاوہ وما صلبوہ ولکن شعبہ لھم اللہ نے علیؑ کی بستر رسولؐ پر مشرکین سے حفاظت کی۔ و من الناس من یشری نفسہ اللہ نے عیسیٰ کی روح القدس سے مدد کی و ایدنا بجنود لم تروھا حضرت عیسیٰ چھ ماہ کے پیدا ہوئے علیؑ کے فرزند حسنؑ اور حسینؑ چھ ماہ کے ولد ہوئے۔

حضرت مریمؑ نے عیسیٰؑ کو معلم کے سپرد کیا تو آپ نے توارت کو (پڑھنے سے پہلے) پڑھ دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے تو میں تو رات والوں کو تورات سے زبور والوں کو زبور سے انجیل والوں کو انجیل سے اور قرآن والوں کو قرآن سے فتویٰ دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کی دعا سے مردوں کو زندہ کیا۔ مردہ دل حضرت علیؑ کے ذکر سے زندہ ہوتے ہیں۔ او من کان میتا فاحییناہ حضرت عیسیٰ سے استاد نے کہا کہو ابجد حضرت عیسیٰ نے کہا اس کا کیا مطلب ہے؟ اس نے آپ کو ڈانٹا

جناب عیسیٰ نے کہا میں اس کی تفسیر بیان کروں گا۔ علیؑ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا نقطہ ہیں۔ تمام علوم کے عالم ہیں۔

حضرت عیسیٰ بچوں کو ان کے گھروں میں ذخیرہ کی ہوئی چیزوں کے بارے میں آگاہ کرتے تھے۔ بچے اپنی ماؤں سے ان کا مطالبہ کرتے تھے۔ حضرت علیؑ غیب کی خبر دیتے تھے۔ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایک رنگریز کے سپرد کر دیا۔ اس نے آپ سے کہا یہ رنگ سرخ کے لیے یہ زرد کے لیے اور یہ سیاہ کے لیے ہے۔ حضرت عیسیٰ نے سب رنگوں کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ رنگریز چلا اٹھا۔ آپ نے فرمایا کوئی خوف کی بات نہیں۔ جو کپڑا بھی اس میں ڈالو گے اور جس قسم کا رنگ مطلوب ہو گا۔ ویسا ہی ہو کر نکلے گا۔ رنگریز نے کہا میں مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسا آدمی میرا شاگرد ہو۔ علیؑ کے اقوال اور افعال سے قریش عاجز آگئے تھے۔ عیسیٰ زاہد اور فقیہہ تھے۔ نبیؐ سے کسی شخص نے پوچھا سب لوگوں سے زیادہ زاہد اور فقیہہ اللہ کون ہے۔ فرمایا وہ علیؑ ہیں۔ جو میرے وصی ہیں میرے بھائی ہیں۔ میرے حیدر ہیں۔ اور میرے کرار ہیں۔ میری صمصام ہیں۔ میرے شیر ہیں۔ اور اللہ کے شیر ہیں۔ عیسیٰؑ کے بارے میں اختلاف پڑ گیا۔ یعقوبیہ فرقے نے کہا وہ خدا ہیں۔ نسطوریہ نے کہا وہ اللہ کے فرزند ہیں۔ اسرائیلیہ نے کہا تین میں سے تین ہیں۔ یہودیہ نے کہا وہ جھوٹے اور جادوگر ہیں۔ مسلمانوں نے کہا وہ اللہ کے بندے ہیں۔ امت محمدیہؐ نے علیؑ کے بارے میں بھی اختلاف کیا۔ غالیوں نے کہا وہ معبود ہیں۔ خوارج نے کہا کافر ہیں۔ مرجیہ نے کہا وہ چوتھے خلیفہ ہیں۔ اور شیعہ نے کہا وہ پہلے خلیفہ ہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اس دروازے سے داخل ہو گا۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ عیسیٰ کے مشابہ ہو گا۔ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ یہ بات سن کر لوگ ہنس پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ لما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منه یصلون مسند موصلی میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ تم میں عیسیٰ بن مریم کی مثال پائی جاتی ہے۔ یہود نے عیسیٰؑ سے بغض رکھا۔ آپ کی ماں پر بہتان باندھا۔ نصاریٰ نے اسے دوست

رکھا۔ آپ کو اس منزلت سے گرا دیا۔ جو اللہ کے نزدیک آپ کی منزل ... تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب ملی۔ علیؑ کو تلوار اور قلم عطا ہوا۔ نبی ا... کے پاس دو معجزے تھے۔ کتاب خدا اور تلوار علیؑ۔ نبی اکرمؐ کے لیے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ علیؑ کے لیے نہروان کا چشمہ پھوٹ پڑا تمام انبیاء کرامؑ پر اللہ نے نبی اکرمؐ کا اقرار واجب دیا۔ و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین علیؑ کی شان میں کہا۔ و اسال من ارسلنا اللہ نے رسول اللہ کو تمام انبیاء کا شب معراج امام مقرر کیا۔ اللہ نے شب بستر رسول اللہ پر اور غدیر وغیرہ کے دن علیؑ کو اوصیاء کا امام مقرر کیا۔ نبی اکرم براق پر علی مرتضٰی دوش رسولؐ پر سوار ہوئے۔ نبی اکرم کے بارے میں اللہ نے فرمایا۔ بالمومنین رئوف رحیم علیؑ کی شان میں کہا وجعلناھم لسان صدق" علیا" نبی اکرمؐ کے بارے میں کہا یغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک و ماتاخر ...ؑ کے بارے میں کہا فواقھم اللہ شر ذلک الیوم اللہ تعالٰی نے اپنے نبی اکرمؐ کی ذات کی قسم کھائی۔ والضحیٰ واللیل اذا سجٰی علیؑ کے ساتھ بھی قسم کھائی والفجر ولیال عشر نبی اکرمؐ کا نام رکھا۔ والنجم اذا ھویٰ علیؑ کے بارے میں کہا۔ وعلامات بالنجم ھم یھتدون۔ نبی اکرمؐ کے بارے میں کہا۔ ام یحسدو النااس علیؑ کے بارے میں کہا و من الناس من یشری نفسہ نبی اکرمؐ کے بارے میں یعرفون نعمتہ اللہ ثم نیکرونھا علیؑ کے بارے میں کہا۔ واتممت علیکم نعمتی۔ رسول اللہؐ کے بارے میں کہا۔ اللہ نور السمٰوات و الارض۔ علیؑ کے بارے میں کہا۔ یریدون لیطفو نور اللہ آنحضرتؐ کے بارے میں کہا۔ وما ارسلناک الا رحمتہ العالمین اور ذکرا" رسولا" اور علیؑ کے لیے وانزلنا الیک الذکر۔ رسول اللہ کے لیے علی رجل منکم۔

علیؑ کے متعلق رجال لاتلھیھم تجارۃ رسول اللّٰہ کے بارے میں ثم دنی فتدلّٰی رسول اللہ نے شب معراج شبیہ علیؑ کو ملاحظہ کیا۔ آنحضرت کے دونوں شانوں کے درمیان علامت نبوت موجود تھی۔ بہادری کی علامت علی کی کلائیوں پر موجود تھی۔ رسول اللہ کی امداد کی خاطر بدر کی جنگ کے روز فرشتے نازل ہوئے جبرائیل علیؑ کے داہنی طرف میکائیلؑ بائیں طرف اور فرشتہ موت عزرائیلؑ علیؑ کے آگے۔ کفار فی النار والسقر کر رہا تھا۔

آنحضرت کو اللہ نے تمام کائنات کا رسول بنا کر بھیجا علیؑ تمام مخلوق کے امام ہیں۔ نبی اکرمؐ بہتر عنصر ہیں۔ الذی یراک حین تقدم و تقلب فی الساجدین علیؑ رسول اللہ سے ہیں۔ خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا" و صھرا" آنحضرتؐ کے بارے میں ان الذین یوذون النبی و یقولون ھو اذن علیؑ کے بارے میں ہے۔ و تعیھا اذن و اعیتہ یاد رکھنے والے کان نے یاد رکھا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا میں رعب کی وجہ سے فتح مند ہوا آپ نے فرمایا اے علیؑ رعب تیرے ساتھ ہو گا۔ جہاں بھی جاؤ گے۔

انس سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علیؑ تم خاتم اوصیاء ہو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ محمدؐ ہزار نبی کے خاتم اور میں ہزار اوصیاء کا خاتم ہوں۔ مجھے جتنی تکلیف دی گئی ہے اتنی ان اوصیا کو تکلیف نہیں دی گئی۔

شہادت امیرالمومنینؑ

ایک دفعہ رسول خداﷺ نے فضیلت ماہ رمضان کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب رسول خداؐ نے خطبہ تمام کیا تو حضرت امیرالمومنینؑ بیان کرتے ہیں کہ میں اٹھا اور عرض کیا یا رسول اللہ بہترین اعمال جمیع اس ماہ مبارک میں کیا ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے ابوالحسنؑ بہترین اعمال اس ماہ مبارک میں محرکات الٰہی سے پرہیز گاری ہے۔ یہ کہا ہی تھا کہ رسول خداﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے کہا یا حضرتؐ آپ روتے کیوں ہیں؟ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا اے علیؑ اس مہینے میں جو تم پر گزرے گی میں اس پر روتا ہوں۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں تم مشغول نماز پروردگار ہو۔ اور ایک بدبخت ترین اولین و آخرین اٹھا ہے اور تمہارے سر پر ضربت لگا کر تمہاری داڑھی کو تمہارے سر کے خون سے رنگین کر دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ یا رسول خداؐ کیا میری حالت سلامتی دین میں ہو گی۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ دین تمہارا سالم ہو گا۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا۔ جس نے تم کو مارا اس نے مجھے مارا۔ اور جس نے تم کو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا۔ اس لیے کہ اے علیؑ تم مجھ سے بمنزلہ میرے بدن کے ہو۔ اور روح تمہاری میری روح سے ہے۔ اور نسبت تمہاری میری نسبت سے ہے۔ مجھے اور تم کو خدا نے باہم پیدا کیا۔ مجھے اور تمہیں جمع خلیق سے برگزیدہ کیا۔ مجھے پیغمبری کے لیے اور تمہیں امامت کے لیے اختیار کیا جو تمہاری امامت کا انکار کرے ایسا ہے گویا اس نے میرے پیغمبر کا انکار کیا۔ اے علیؑ تم میرے وصی اور میرے فرزندوں کے باپ ہو۔ اور میری دختر کے شوہر ہو اے علیؑ تم میری امامت میں میری حالت حیات و ممات میں میرے خلیفہ ہو۔ تمہارا امر میرا امر تمہاری نہیں میری نہیں ہے۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے مجھے پیغمبری کے لیے بھیجا اور مجھے بہترین خلق کیا۔ اے علیؑ تم جمیع خلق حجت خدا ہو اور اسرار خدا کے امین اور اس کے بندوں پر اس کی جانب سے خلیفہ ہو۔ (جلاء العیون جلد اول)

اہل بیت میں شہادت علیؑ کے لیے ماہ رمضان مقرر تھا۔ چاند دیکھ کر سب کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ رسول خداؐ اپنی حیات میں اکثر تذکرہ فرماتے رہتے تھے۔ میرا وصی اسی مبارک مہینے میں شہید ہو گا۔ ایک دفعہ حضرت علیؑ کوفہ کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ فرمایا حق باطل پر غالب آ چکا ہے۔ میں جانتا ہوں دنیا کا رنگ بہت جلد بدلنے والا ہے۔ آ بس جلد آ اے بدترین خلق سر پر ضربت لگا کر علیؑ کی داڑھی کو خون سے رنگ دے۔

ابن طاؤسؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جناب امیرؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ حق تعالیٰ نے ہماری محبت زمین و آسمانوں پر فرض کی۔ اس وقت جس نے قبول کی وہ آسمان ہفتم ہے۔ اور حق باری تعالیٰ نے اس کو عرش و کرسی سے مزین کیا۔ اور بعد از آسمان چہارم نے قبول کیا۔ اور اس کو بیت المعمور سے زینت بخشی۔ بعد از اس کے آسمان اول نے قبول کیا۔ اس کو ستاروں سے زینت دی۔ پھر زمین حجاز نے قبول کی۔ اس کو خانہ کعبہ سے زینت دی۔ پھر زمین مدینہ نے قبول کی۔ اس کو میری قبر سے مزین کیا۔ پھر زمین کوفہ نے قبول کی۔ اور اس کو اے علیؑ تمہاری قبر سے شرف عطا کیا۔ جناب امیرؑ نے کہا۔ یا حضرت کیا میں کوفہ عراق میں دفن ہونگا۔ فرمایا ہاں اے علیؑ تم شہید ہو گے۔ اور بیرون کوفہ درمیان غریین سفید ٹیلوں کے دفن ہو گے۔ اور تم کو بدبخت ترین امت عبدالرحمان بن ملجم اللعنتہ ولعذاب الشدید شہید کرے گا۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے مجھے برسالت بھیجا ہے کہ پے کنندہ ناقہ صالح کا گناہ خدا کے نزدیک ابن ملجم سے زیادہ نہیں اے علیؑ سو ہزار شمشیر عراق تمہاری مدد گاری کریں گی۔ کتاب کنزالفوائد میں لکھا ہے۔ ایک دن جناب امیرؑ سجدہ میں بصدائے بلند رونے لگے۔ جب سر مبارک سجدہ سے اٹھایا۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا حضرت آپ کے رونے نے ہمارے دلوں کو دردمند اور اندوہناک کیا۔ اب تک اس طرح کا گریہ ہم نے آپ سے مشاہدہ نہیں کیا۔ آپؑ فرمائیں۔ اس رونے کا سبب کیا تھا۔

جناب امیرؑ نے فرمایا۔ جب میں سجدہ میں دعائے خیر پڑھ رہا تھا۔ ناگاہ نیند آ گئی۔ اور خواب ہولناک میں نے دیکھا کیا دیکھتا ہوں۔ حضرت رسولؐ میرے قریب کھڑے فرماتے ہیں۔ اے ابوالحسنؑ تمہاری مفارقت کو بہت طول ہوا اور میں بہت مشتاق ملاقات ہوا ہوں اور جو کچھ خدا نے تمہارے بارے میں مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ اس کو وفا کیا۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہؐ وہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ تمہاری جگہ اور تمہاری زوجہ اور دونوں فرزندوں اور نو اماموں کی جگہ اعلا علیین میں مقرر کی۔ اور تمہارے درجہ کو جمیع مقربین کے درجات سے بلند کیا۔ یہ سن کر میں نے کہا۔ میرے پدر د مادر آپ پر قربان یا حضرت میرے شیعہ کہاں ہونگے۔ حضرت نے فرمایا تمہارے شیعہ ہمارے ہمراہ ہونگے۔ اور ان کے قصر ہمارے قصر سے ملحق ہونگے۔ اور ان کے مکان ہمارے مکانوں کے برابر ہونگے۔ میں نے کہا یا حضرت دنیا میں ہمارے شیعوں کو کیا ثواب ملے گا۔ فرمایا ہمارے شیعوں کو ثواب یہ ہو گا کہ دنیا میں گمراہ نہیں ہونگے۔ اور فتنوں سے انہیں عافیت ہے۔ میں نے کہا ہمارے شیعوں کا وقت مرگ کیا۔ ثواب ہو گا۔ فرمایا ان کو وقت مرگ اختیار دیں گے۔ چاہے وہ دنیا میں رہیں یا عقبہ پسند کریں اور ملک الموت کو انکی اطاعت کا حکم دیں گے۔ میں نے کہا۔ یا حضرت ان کی ارواح کس طریقے سے قبض ہو گی۔ فرمایا وہ لوگ ہماری محبت میں سچے ہیں۔ ان کی قبض ارواح اس طرح سے ہے جس طرح تم سے کوئی شخص گرمی کی شدت سے ٹھنڈا پانی پیئے کہ دل اس سے مسرور ہو جائے اور ہمارے جمیع شیعہ اسی طرح دنیا سے جاتے ہیں۔
(جلد العیون جلد اول)

یوں تو مورخین نے شہادت حضرت علیؑ پر پردہ ڈالنے کی خاطر واقعات کی تراش میں کافی عرقریزی کی ہے۔ اور شہادت حضرت علیؑ کو خارجی سازش قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں تین خارجیوں کا نام بھی لیا جاتا ہے کہ انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ کر قسم کھائی تھی۔ حضرت علیؑ عمرو عاص اور معاویہ ہرسہ کو قتل کریں گے اور منصوبہ کے مطابق انیس ماہ رمضان کی رات طے پائی تھی۔

لیکن جب ایک منصف اور حقیقت تجزیہ نگار ان واقعات کا جائزہ لیتا ہے۔ تو اسے یہ سب کچھ خود ساختہ کہانی نظر آتی ہے۔ اور حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ یہ خارجی سازش نہ تھی بلکہ اس سازش کی جڑیں کہیں اور تھیں حیرت کی بات ہے کہ قسم کھانے والے تین افراد میں سے صرف ایک کامیاب ہوتا ہے اور دو اسی طرح ناکام ہوتے ہیں کہ انیس ماہ رمضان کی صبح کو معاویہ کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ وہ مسجد میں نماز پڑھانے ہی نہیں آتا۔ اور عمروعاص پر وار کیا جاتا ہے۔ لیکن وار اچھا نہیں پڑتا ہے۔ اور وہ بچ جاتا ہے۔ اس کے بعد قسم کھانے والے صفحات تاریخ سے مٹ جاتے ہیں۔ اور پھر کبھی انہیں وہ قسم یاد تک نہیں آتی اشث ابن قیس کندی کا کردار مختصریہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ ہونے کے باوجود معاویہ کے لیے کام کرتا ہے۔ اور معاویہ سے مربوط ہے۔ امام حسنؑ کے حالات میں دیکھیں گے کہ ابوبکر کی بھانجی اور اپنی لخت جگر بیٹی جعدہ کو مدینہ میں خود اشعث ہی شام سے زہر پہنچانے گیا تھا۔ تاریخ کربلا میں دیکھیں تو محمد ابن اشعث یزیدی دربار سے گہرے تعلقات کا حامل نظر آئے گا۔ کیا یہ سب اتفاقات ہیں؟ یہ بھی اتفاق ہے کہ قطام بنت اخضر ابن ملجم سے حق مہر میں علیؑ کا سر مانگتی ہے۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ قطام دس ماہ رمضان سے مسجد کوفہ میں اعتکاف کے لیے خیمہ لگا کر بیٹھی ہے؟ یہ بھی اتفاق ہے کہ شبیب ابن مجرہ اور ابن ملجم کے ساتھ اشعث انیس ماہ رمضان کی رات کو قطام کے خیمے میں باہم ملاقات کرتے ہیں۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ اشعث پو پھٹتے ہی ابن ملجم سے کہتا ہے کہ کام جلدی ختم کرو صبح رسوا کر دے گی۔ اور حجر ابن عدی یہ بات سن لیتا ہے۔

یہ ایک سازش تھی جس کے آلہ کار خارجی تھے۔ اور خارجی اپنی خارجیت کا معاوضہ اموی دستر خواں سے لیتے تھے بہرصورت ہم واقعہ شہادت کو جیسے کوفہ میں پیش آیا ہے۔ تھوڑے سے سیاق کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ چونکہ اسے کوفہ میں اپنے گروہ کو بھی تحفظ دینا تھا۔ اور حصول مقصد تک کوئی ٹھکانا بھی بنانا تھا۔

اس لیے یہ قطام بنت اخضر پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ قطام کا باپ اخضر جنگ نہروان میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں فی النار ہوا تھا۔ قطام اپنے باپ کے غم میں سیاہ پوش ہو کر سوگوار بنی ہوئی تھی۔

ابن ملجم قطام سے شادی کی درخواست کرتا ہے۔ قطام جواب میں کہتی ہے میرا حق مہر بہت زیادہ مہنگا ہے۔ تو ادا نہیں کر سکے گا۔ ابن ملجم کہتا ہے۔ تو مانگ کیا حق مہر مانگتی ہے۔ قطام نے کہا مجھے تین ہزار درہم ایک نوکر اور علیؑ کا سر چاہیے۔ (اگر پہلے سے ایک دوسرے کے ساتھ شناسائی نہ ہو تو بھلا کون ایسی حرکت کر سکتا ہے۔ کہ مملکت اسلامیہ کے حکمران کا سر حق مہر میں مانگے۔ قطام کو کیا معلوم تھا کہ ملجم میری اس بات کو راز میں رکھے گا۔

ابن ملجم نے کہا مجھے منظور ہے۔ قطام نے بنی تیم الرباب کے ایک فرد وردو ابن مخالد کو بلایا۔ اسے ابن ملجم سے تعاون پر آمادہ کیا وہ لعنتی آمادہ ہو گیا۔ قطام مسجد کوفہ میں اعتکاف میں جا بیٹھی۔ انیس ماہ رمضان کی رات وردو شبیب اور ابن ملجم تینوں قطام کے پاس اس کے خیمہ میں آئے۔ قطام نے انہیں تحفظ کی خاطر ریشم کے تین ٹکڑے مہیا کئے جو انہوں نے اپنے سینوں پر باندھے تلواریں لٹکائیں اور خیمہ سے باہر نکل آئے۔ انیس ماہ رمضان کی شب اشعث ابن قیس بھی ظاہرا" عبادت کی خاطر اور باطنا" ان سے تعاون کی خاطر مسجد کوفہ میں آ گیا۔

الغرض سرور کائنات کی پیش گوئیاں امیرالمومنین کے بیانات سے سب کو معلوم ہو چکا تھا۔ ماہ رمضان کا چاند دیکھتے ہی اہل بیت نے دل پکڑ لیا۔ چہروں سے خون و غم ٹپکنے لگا۔ روزانہ دل دھڑکتا رہتا تھا۔ دیکھیں آج کیا سنائی دیتا ہے امام حسن ہر وقت فکر مند امام حسینؑ غمزدہ زینب و کلثوم آبدیدہ رہنے لگیں۔ یہاں تک ۴۰ھ کی انیسویں رات نے اپنی بھیانک صورت دکھائی آل محمدؐ کے دل دھڑکنے لگے۔ بیٹیاں باپ کا آخری روزہ افطار کرانے کے لیے تمنا میں تمہیں کچھ تو انتظار کریں جناب ام کلثوم ایک طباق میں دو جو کی روٹیاں تھوڑا سا پیا ہوا نمک ایک

پیالہ میں دودھ لائیں۔ سامان افطار دیکھ کر فرمایا بیٹی تمہیں معلوم ہے میں ہر بات میں رسول خداؐ کی پیروی کرتا ہوں آنحضرت نے ایک وقت میں دو چیزیں روٹی کے ساتھ کبھی نہیں کھائیں۔ پھر میں کیسے کھا لوں بیٹی جو جتنا کھائے گا مقام حساب پر اتنا ہی زیادہ کھڑا ہونا پڑے گا۔ بیٹی حلال میں حساب حرام میں عقاب ہے۔ ایک چیز اٹھا لو جناب ام کلثوم نے چاہا نمک ہٹا لیں آخری دن میرا باپ دودھ کے ساتھ روٹی تناول کر لے فرمایا بیٹی دودھ کا پیالہ ہٹا لو آخر آپ نے نمک کے ساتھ روٹی کھائی۔

رات بھر حضرت نے عبادت خدا کی مضطرب ہو کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ جناب ام کلثوم نے اس اضطراب کا سبب دریافت کیا تو فرمایا بیٹی یہی رات ہے جس کی صبح کو میری شہادت ہو گی۔ ابھی کچھ رات باقی تھی۔ کہ مسجد جانے پر آمادہ ہو گئے۔ جناب ام کلثوم نے عرض کیا اپنے بجائے دوسرے کو نماز پڑھانے بھیج دیجیے فرمایا قضاء الٰہی میں انسان مجبور ہے۔ ملاقات رسولؐ اور دربار الٰہی کی حاضری کا اشتیاق لیے جا رہا ہوں پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا خدا اور اس کا رسول سچا ہے بے شک یہی صبح ہے جس میں شہادت کا وعدہ ہے۔ کپڑے سے کمر باندھی اس مضمون کا شعر پڑھا اپنی کمر موت کے لیے مضبوط باندھ لے۔ جب آ جائے تو موت سے نہ ڈر پھر صحن خانہ میں تشریف لائے۔ وہ بطخیں جو گھر میں پلی تھیں راستہ روک کر کھڑی ہو گئیں شور مچانے لگیں۔ جیسے کہہ رہی ہوں آقا نہ جائیے مولا نہ جائیے کسی غلام نے ہنکانے کا ارادہ کیا۔ فرمایا ان کو نہ ہنکاؤ۔ اس وقت یہ نوحہ کر رہی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد نوحہ کرنے والیاں نوحہ کریں گی۔ امام حسن یا ام کلثوم نے عرض کیا بابا آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں فرمایا کلمہ حق تھا جو میری زبان پر جاری ہو گیا ہے۔ پھر حضرت نے ام کلثوم سے فرمایا کہ بیٹی یہ بے زبان جانور ہیں ان کے آب و دانہ کا خیال رکھنا اور اگر ایسا نہ کر سکو تو انہیں رہا کر دینا تاکہ یہ زمین میں چل پھر کر اپنا پیٹ پال سکیں۔ جب دروازہ کے قریب پہنچے تو کپڑا کمر میں کس کر باندھا اور احیحہ انصاری کے یہ دو

شعر پڑھے۔ موت کے لیے کمر کس اور اس لیے کہ موت تمہارے سامنے آنے والی ہے جب موت تمہارے ہاں ڈیرے ڈالے تو اس پر بیتابی کا مظاہرہ نہ کرو ام کلثوم نے آنسو بہاتے ہوئے باپ کو الوداع کیا۔

امام حسنؑ نے چاہا کہ مسجد تک حضرت کے ہمرکاب جائیں مگر آپ نے منع کر دیا۔ جب مسجد میں تشریف لائے تو مسجد تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ نے اندھیرے میں چند رکعات نماز پڑھی اور تعقیبات سے فارغ ہوئے تو خونریز سحر نمودار ہو چکی تھی۔ آپ گلدستہ اذان پر تشریف لے گئے اور صبح کی اذان دی۔ یہ آپ کی آخری اذان تھی۔ جو مسجد سے بلند ہوئی اور کوفہ کے ہر گھر میں سنی گئی۔ اذان کے بعد الصلواۃ الصلواۃ کہہ کر لوگوں کو نماز صبح کے لیے بیدار کرنے لگے۔ انہی لوگوں میں ابن ملجم تھا۔ آپ نے اسے اوندھا لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ شیطان کے سونے کا انداز ہے۔ داہنی کروٹ سو جو مومنین کا شعار ہے یا بائیں کروٹ لیٹ جو حکماء کا طریقہ ہے یا پیٹھ کے بل سو جو انبیاء کا طرز عمل ہے۔ یہ خبیث اس طرح ہلا جیسے اٹھنا چاہتا ہو۔ آپ نے فرمایا آج تو نے وہ ارادہ کر رکھا ہے جس سے عرش الٰہی لرز جائے گا۔ زمین میں زلزلہ آ جائے گا۔ پہاڑ بکھر جائیں گے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں کہ تو نے کپڑوں کے نیچے کیا چھپا کر رکھا ہے یہ فرما کر آپ آگے کو بڑھ گئے۔ محراب میں آئے نوافل صبح شروع کیں۔ جب اس خبیث نے دیکھا کہ حضرت علیؑ مصروف نوافل ہو گئے ہیں۔ تڑپ کر اٹھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس ستون کے قریب آیا جہاں آپ مصروف نماز تھے۔ آپ دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ میں جا رہے تھے کہ اس خبیث نے تلوار کو لہرا کر سر مبارک پر وار کیا۔ تلوار اسی جگہ لگی جہاں جنگ خندق میں عمرو ابن عبدود کی تلوار نے زخم لگایا تھا۔ جب آپ کو ضرب لگی آپ نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا آہستہ آہستہ جھکتے چلے گئے اور فرمایا۔

بسم اللہ وباللہ علی ملۃ رسول اللہ ھذا ماوعدنا اللہ و رسولہ فزت برب الکعبۃ۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پھر فرمایا ! مجھے

ابن ملجم نے قتل کر دیا ہے۔ لوگو خیال رکھنا بھاگنے نہ پائے۔ مسجد میں ہر طرف بھگدڑ مچ گئی۔ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ حضرت علیؑ فرش مسجد سے مٹی لے کر جبین پر لگانے لگے۔ زمین لرزنے لگی۔ مسجد کے دروازے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ جب لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے تو اس وقت اپنی عبا سے سر کو باندھ رہے تھے۔ ملائکہ نے آسمان پر واویلا شروع کیا۔ سیاہ آندھی چلنے لگی۔ جبرائیل نے زمین و آسمان کے مابین نوحہ پڑھا۔ جس سے کوفہ کا ہر باسی تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔ خدا کی قسم ہدایت کا ستون گر گیا۔ بخدا آسمان کے تارے گہن زدہ ہو گئے۔ بخدا ! عروۃ الوثقی ٹوٹ گئی۔ برادر رسولؐ قتل ہو گیا۔ وصی رسولؐ قتل ہو گیا۔ علیؑ مرتضیٰ قتل ہو گیا۔ خدا کی قسم ! سید الاوصیاء مارا گیا۔ اسے سیاہ بختوں کے سیاہ بخت نے شہید کیا ہے۔

جب ام کلثوم جناب زینب نے جبرائیل کا مرثیہ سنا منہ پیٹ لیا۔ سر میں خاک ڈال لی۔ فریاد کی۔ واتباہ واعلیاہ وا محمدا ہ۔ وا سیدا ہ۔ پھر بھائیوں کے پاس آئیں وہ پہلے ہی مرثیہ جبرائیل سن کر رو رہے تھے۔ امام حسنؑ نے فرمایا بہن زینب ذرا حوصلہ کرو۔ ہمیں مسجد میں جانے دو۔ جب دونوں شہزادے مسجد میں آئے تو ہر طرف لوگ مصروف گریہ و زاری تھے اور وا اماما ہ و امیرالمومنینا ہ کی فریادیں کر رہے تھے۔ جب شہزادوں نے لوگوں کی صدائے گریہ سنی۔ خود بھی رونے لگے۔ محراب مسجد میں آئے دیکھا تو جعدہ ابن ہبیرہ اور چند دیگر افراد آپ کو اٹھا کر بٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لوگوں کی خواہش تھی کہ آج کی یادگار نماز کو آپ کی اقتداء میں پڑھ لیں۔ مگر آپ کھڑے نہ ہو سکے۔ آپ نے امام حسنؑ کو حکم دیا بیٹے نماز پڑھاؤ۔ امام حسنؑ نے نماز پڑھائی۔ حضرت علیؑ نے اشارہ سے نماز پڑھی۔ سیدھے بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں جھک جاتے تھے۔ کبھی اپنے چہرہ اور کبھی ریش مبارک سے بہتا ہوا خون صاف کرتے تھے۔ اور اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔

منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى۔

ترجمہ۔ ہم نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور زمین کی طرف پلٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔ امیرالمومنینؑ کے چہرہ و سر کو خون سے رنگین دیکھ کر امام حسنؑ نے گلوگیر آواز میں کہا کہ بابا آپ کا خون کس نے بہایا ہے۔ حضرت نے سر اٹھا کر حسنؑ کو دیکھا اور فرمایا بیٹا پہلے نماز ادا کرو۔ چنانچہ امام حسنؑ نے نماز پڑھائی اور خود حضرت نے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ امام حسنؑ نماز سے فارغ ہوئے تو بیساختہ رونے لگے۔ آپ نے فرمایا بیٹے مت رو۔ ذرا دیکھ میرے اردگرد کون بیٹھے ہیں۔ تیرا نانا۔ تیری ماں۔ تمہاری نانی۔ چچا حمزہ اور بھائی جعفر طیار آئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یا علیؑ ہم عرصہ سے انتظار کر رہے ہیں۔ جونہی ضرب امیرالمومنینؑ کی اطلاع کوفہ کے گھروں میں پہنچی لوگ دوڑ دوڑ کر مسجد میں آنے لگے۔ حتیٰ کہ عورتیں اور کمسن بچے بھی جمع ہو گئے۔ امام حسنؑ نے آپ کا سر اپنی جھولی میں رکھ لیا۔ زخم سے خون صاف کر دیا گیا۔ سر پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ آپ کی نگاہیں سوئے آسمان تھیں اور زبان مصروف تسبیح رب ذوالجلال تھی۔ اسی دوران آپ کو غش آ گیا۔ امام حسنؑ رو رو کر بابا کا منہ چومنے لگے۔ امام حسنؑ کے آنسو حضرت علیؑ کے چہرہ پر گرے آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا بیٹے کیا تو میرے ایک زخم پر روتا ہے۔ جبکہ تو زہر سے شہید ہو گا۔

تیرے جنازہ پر تیر برسیں گے۔ تیرا حسینؑ بھائی بھوکا اور پیاسا شہید ہو گا۔ امام حسنؑ نے عرض کیا۔ بابا جان ! کیا آپ ہمیں بتائیں گے کہ یہ شقاوت کس نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹے عبدالرحمٰن ابن ملجم نامرادی نے۔ امام حسنؑ نے عرض کیا۔ بابا ! کیا آپ نے دیکھا تھا کہ وہ کس راستہ سے گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ! بیٹے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی کو اس کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت ہے۔ وہ ابھی چند لمحوں بعد باب کندہ سے تمہارے پاس آ جائے گا۔ اتنے میں باب کندہ کی طرف سے شور اٹھا اور ابن ملجم گرفتار کر کے لایا گیا۔ مجمع غم و غصہ سے بے قابو ہو رہا تھا آنکھوں سے غیظ و غضب کی چنگاریاں نکل رہی

تھیں اور ہر شخص اس پر لعنت بھیج رہا تھا۔ کوئی اس کے منہ پر تھوکتا تھا۔ کوئی کہتا تھا اے دشمن خدا تو نے کیا کیا۔ امت محمدؐ کو ہلاک' بہترین اوصیا کو شہید کر دیا۔ ملعون چپ تھا۔ اتنے میں امیرالمومنین علیہ السلام نے آنکھ کھولی فرمایا پروردگار منزل آخرت سخت ہے۔ آسان فرما۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا۔ دشمن خدا و رسول ابن ملجم حاضر ہے۔ آپؑ نے آہستہ سے فرمایا "اے ابن ملجم کیا میں تیرا اچھا امام نہ تھا اور کیا میرے احسانات بھلا دینے کے قابل تھے" ابن ملجم نے کہا جس کی قسمت میں جہنم ہو اسے کون بچا سکتا ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا "اس کے ہاتھ کھول دو قید میں اس پر سختی نہ کرنا۔ کھانے پینے کا انتظام کرنا اگر میں رحلت کر جاؤں تو قصاص میں ایک ضرب لگانا بچ جائے تو پھر نہ مارنا۔ قتل ہو جائے تو لاش آگ میں نہ جلانا۔ اعضا قطع نہ کرنا۔ اگر بچ گیا تو قصاص یا عفو کا مجھے اختیار ہو گا۔ ہم اہل بیت عفو کو انتقام سے بہتر سمجھتے ہیں"

ابن ملجم اس وقت بے حد پیاسا تھا۔ دودھ میں شہد ملا ہوا شربت حضرت علی علیہ السلام کے سامنے آیا فرمایا پہلے ابن ملجم کو پلاؤ۔ یہ تمہارا قیدی ہے اور پیاسا ہے۔ اور اس کے ایام اسیری میں جو خود کھانا وہ اسے کھانے کے لیے دینا اور جو خود پینا وہ اسے پینے کے لیے دینا۔

اب لوگ حضرت کو ہاتھوں پر اٹھا کر گھر میں لائے۔ گھر کے اندر اور گھر کے باہر کہرام بپا تھا۔ امام حسنؑ گریہ و زاری کی آوازیں سن کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو۔ امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ تم اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ لوگ منتشر ہو گئے۔ مگر میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ میں حضرت کو دیکھے بغیر واپس جاؤں وہیں پر کھڑا رہا اور جب امام حسنؑ دوبارہ باہر نکلے تو میں نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میں امیرالمومنین کو دیکھے بغیر جانا نہیں چاہتا۔ مجھے ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ امام حسنؑ اندر تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد باہر نکلے اور مجھے اپنے ہمراہ اندر لے گئے۔ میں نے دیکھا

کہ حضرت کے سر پر زرد رنگ کی پٹی بندھی ہوئی اور چہرے پر زردی چھائی ہوئی ہے۔ میں پٹی اور چہرے کی رنگت میں تمیز نہ کر سکا اور بیساختہ رونے لگا۔ حضرت نے مجھے روتے دیکھا تو فرمایا کہ اے اصبغ رو مت میں جنت کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ یا امیرالمومنین مجھے معلوم ہے کہ آپ جنت میں جائیں گے۔ مگر میں تو آپ کی مفارقت پر روتا ہوں۔ اب ہمارا کون پرسان حال ہو گا اور یتیموں اور بیواؤں کی کون دستگیری کرے گا۔ یہ کہہ کر اصبغ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت پر نقاہت طاری ہو گئی اور غشی کے دورے پڑنے لگے۔ کبھی ہوش میں آ جاتے اور کبھی بے ہوش ہو جاتے۔ امام حسنؑ نے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا آپ نے کچھ پیا اور فرمایا کہ ابن ملجم کو بھی دودھ کا شربت دیا جائے۔ اس عرصہ میں کوفہ کے طبیب جمع ہو گئے ان میں مشہور جراح اور ماہر طبیب اثیر ابن عمرو سکونی بھی تھا۔ اس نے زخم کا جائزہ لینے کے بعد کہا کہ اس کاری ضرب سے جانبر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ زہر آلود تلوار سے مغز سر بھی متاثر ہوا ہے اور جسم میں بھی زہر پھیل چکا ہے۔ یہ سن کر سب کو حضرت کی زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔ سینوں میں دل بیٹھنے لگے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رونے کی آوازیں سن کر حضرت علیؑ نے آنکھیں کھولیں اور تسلی دینے کے بعد صحابہ اور اپنی اولاد نرینہ کو کچھ وصیتیں کرنا شروع کیں۔ پہلے آپ نے اصحاب سے فرمایا۔ عبرت کی نگاہ۔ عقل کی نظر رکھنے والو۔ دنیا امتحان کی جگہ۔ عبرت کا مقام ہے۔ آغاز رنج و غم۔ انجام فنا ہے۔ حلال میں حساب۔ حرام میں عقاب ہے۔ غنی دھوکے میں۔ محتاج رنجیدہ ہے۔ جس کی آنکھیں کھل گئیں اس نے نفرت کی۔ جس کی بند رہیں اس نے شرمندگی اٹھائی کل تمہارا حاکم تھا۔ آج تمہارے لیے عبرت ہوں۔

تھوڑی دیر میں رخصت ہو جاؤں گا۔ میری وصیت یاد رکھنا۔ تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی خالق' قادر ہر جگہ حاضر ہر دم ناظر ہے۔ میرے چچا زاد بھائی محمد مصطفیٰ اس کے رسولؐ برحق ہیں۔ جنہوں نے قیامت کا یقین کیا جنت کی بشارت دی۔ گناہوں پر عذاب سے ڈرایا ان کی ہدایت پر عمل سے نیک نتیجہ پاؤ گے نماز دین کا ستون ہے اسے قائم رکھنا۔ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ رکھتے رہنا۔ زکوٰۃ جان کی خیرات ہے دیتے رہنا۔ سنتی کام امکان بھر کرنا۔ قول و فعل میں شرع کے پابند رہنا۔ عبادت میں کوشش۔ آخرت کیلئے سعی دنیا کے کام سوچ سمجھ کر کرنا۔ کامیابی پر ہلڑ' ناکامی میں واویلا نہ مچانا' شادی میں از خود رفتہ غمی میں آپے سے باہر نہ ہو جانا۔ قرابت داروں سے سلوک' یتیموں پر مہربانی' بیواؤں کی خبر گیری' کمزوروں کی امداد' ظالم سے دشمنی' مظلوم سے ہمدردی' پڑوسیوں سے نیکی' مہمان کی عزت' بیمار کی عیادت' لاچاروں پر رحم' مجبوروں پر ترس کھانا' کھانا کھانا تو صدقہ نکال کر۔ مال صرف کرنا تو حقوق ادا کر کے۔ غریبوں سے اخلاق۔ بزرگوں کا ادب' بڑوں کی عزت نیکوں کی تعظیم کرنا۔ ضرورت سے زائد مال کو خیرات کرنا۔ حقداروں کی رعایت' فرائض خدا صلہ رحم' حقوق عباد کا بہت خیال رکھنا۔ پھر اولاد سے مخاطب ہو کر فرمایا حسنینؑ تمہارے درمیان واجب التعظیم ہیں۔ اس لیے کہ فرزندان رسول ہیں۔ ان کی کبھی مخالفت نہ کرنا۔ دل میں برابری کا خیال نہ لانا۔ اطاعت فرض سمجھنا۔ خدا سے ڈرتے رہنا۔ تقویٰ کا خیال رکھنا۔ ایک دوسرے سے نیک سلوک کرنا۔ بڑوں کی عظمت چھوٹوں سے محبت کرنا۔ صبر کو فرض سکوت کو لازم جاننا۔ کسی کو مشورہ دینا تو نیک نیتی سے ذاتی نفع و نقصان کا خیال نہ کرنا۔ جو معلوم ہو بتا دینا نہ معلوم ہو چپ رہنا قناعت کی چادر اترنے۔ صبر دامن چھوٹنے نہ پائے۔ کسی کے ساتھ نیکی کرنا تو بھول جانا کوئی بدی کر کے معافی مانگے تو بھلا دینا۔ پرہیز گاری کو اپنا شیوہ نصیحت کو مسلک احتیاط کو مصاحب ذکر خدا کو مونس بنانا۔ آج کی رات تم سے جدا ہو کر اپنے محمدؐ سے ملاقات کروں گا۔ پھر آپ نے امام حسنؑ کو تبرکات انبیاء دیئے اور فرمایا بیٹے

مجھے رسول کونین نے یہ سب کچھ تیرے سپرد کرنے کی وصیت کی تھی۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ میں تجھے حکم دوں کہ دم آخیر یہ تبرکات اپنے بھائی حسینؑ کے سپرد کرے گا۔ پھر آپ کمسن سجادؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بیٹے تجھے اپنے نبی نانا اور میرا حکم ہے کہ تو دم آخر یہ تبرکات اپنے بیٹے محمد کے سپرد کر کے اسے نبی کونین اور میری طرف سے سلام بھی کہہ دینا۔ آپ پھر امام حسنؑ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ بیٹے میرے بعد تو اولی الامر ہے۔ میرے قصاص کا بھی تو ہی مالک ہے۔ پھر فرمایا بیٹے لکھ لے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ علیؑ ابن ابی طالب کی وصیت ہے میں اللہ کے واحد اور محمد کے خاتم الانبیاء ہونے کی گواہی دیتا ہوں میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ حسنؑ تجھے اپنی تمام اولاد اور تمام ان مومنین کو جن تک میری یہ وصیت پہنچ جائے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ نہ چھوڑیں مسلمان ہو کر مریں۔ حبل اللہ سے تمسک رکھیں۔ اللہ کی اس نعمت کو نہ بھولیں جب کہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اللہ نے تمہیں بھائی بنایا۔ میں نے نبی اکرمؐ سے سنا ہے کہ باہمی محبت نماز و روزہ سے افضل ہے۔ بغض دین کی تباہی اور باہمی محبت کی زیر ہے۔ صلہ رحمی کئے رکھنا قبر کے حساب میں تخفیف ہو گی۔ یتیموں کا خیال رکھنا اور ان کے منہ سے لقمہ نہ چھیننا۔ میں نے نبی اکرمؐ سے سنا ہے جو شخص اتنی یتیم کی خدمت کرے کہ وہ خود کفیل ہو جائے اللہ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔ مال یتیم کھانے والے کے لیے جہنم واجب ہوتی ہے۔ خیال رکھنا عمل بالقرآن نہ چھوڑنا۔ پڑوسی کا خیال رکھنا اللہ اور رسول نے پڑوسی کی وصیت کی ہے۔ نماز کی پابندی کرنا یہ ستون دین ہے۔ زکواۃ ادا کئے رکھنا غضب الٰہی کی ڈھال ہے۔ ماہ رمضان کے روزوں کا تحفظ کرنا آتش جہنم سے ڈھال ہیں۔ فقرا اور مساکین کو اپنی معشیت میں شریک سمجھنا۔ مال اور جان سے جہاد فی سبیل اللہ میں جی نہ چرانا۔ ذریت رسولؐ پر ظلم سے بچنا۔ ان اصحاب نبی کا احترام نہ بھولنا جنھوں نے کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔ نبی کونین نے اپنے صحابہ سے احسان کرنے کے

ساتھ ساتھ بدعات کے مرتکب پر لعنت بھی کی ہے۔ اپنی بیویوں سے حسن سلوک فراموش نہ کرنا۔ غلاموں پر سختی نہ کرنا۔ احکام الٰہیہ میں کسی لومہ لائم کی پرواہ نہ کرنا۔ اللہ کے سلسلہ میں کبھی بدگمان نہ ہونا امربالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا۔ عنقریب بدترین افراد تمہارے حکمران بننے والے ہیں۔ تمہاری کسی دعوت خیر کو قبول نہ کریں گے۔ بیٹو ایک دوسرے سے محبت رکھنا۔ ایک دوسرے پر خرچ کرنا۔ ایک دوسرے کی بدگوئی نہ کرنا۔ اختلاف سے اجتناب کرنا۔ تقویٰ اور نیکی میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔ کسی کے گناہ پر امداد نہ کرنا۔ اے اہل بیت نبی اللہ تمہارا محافظ ہے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (الدمعتہ الساکبہ)

پھر امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا۔

بیٹا تمہیں بڑی بڑی مصیبتیں عظیم الشان صدمے ناقابل برداشت مظالم اٹھانا ہیں۔ جاؤ صبر و رضا سکون سے طے کرنا۔ پائے استقلال میں لغزش قدم ہمت میں تزلزل دل میں اضطراب نہ آئے۔ اس امت کے شہید تم ہی ہو۔ سارا دن کبھی غش آ جاتا تھا کبھی ہوش۔ جب آنکھ کھولی اصحاب کو موعظ اولاد کو نصیحتیں کرتے رہے۔ امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب امیرالمومنین کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے تنہائی میں مجھے اور حسنؑ بھائی سے فرمایا کہ جب میری تفصیل تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ اور انتظار کرنا۔ میرے تابوت کا اگلا حصہ خود بخود اٹھے گا۔ پچھلا حصہ تم اٹھا لینا جہاں اگلہ حصہ رک جائے وہاں رک جانا تمہیں ایک کھودی ہوئی قبر ملے گی۔ مجھے اس میں رکھ دینا۔ جب سرہانے کی آخری اینٹ بند کرنے لگنا تو بند کرنے سے پہلے قبر میں دیکھنا اور سننا۔

امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ جب ہم حسب وصیت آپ کو قبر کے سپرد کر چکے تو اینٹ رکھنے سے پہلے حسنؑ بھائی نے قبر میں جھانکا تو قبر خالی نظر آئی۔ قبر سے ایک آواز آئی اے فرزندان وصی رسولؐ پریشان نہ ہوں۔ آدم سے لے کر آج تک اللہ کی یہ سنت ہے کہ جب کوئی وصی نبی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے۔

تو اللہ وصی نبی کو اپنے نبی کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اور ملاقات کے بعد پھر وصی نبی کو اپنے مقام میں لایا جاتا ہے۔ جناب ام کلثوم زینب سے مروی ہے کہ وہی ہوا جو میرے بابا نے وصیت کی تھی۔ جب میرے بھائیوں نے دیکھا کہ تابوت کا اگلا حصہ اٹھ رہا ہے تو انہوں نے پچھلا حصہ اٹھا لیا میں نے دونوں بھائیوں کی خدمت میں عرض کی اگر آپ اجازت دیں تو میں بابا کے جنازہ کے ساتھ چلی آؤں دونوں بھائیوں نے مجھے اجازت دے دی۔ جب ہم نجف پہنچے تو ایک مقام پر تابوت کا اگلا حصہ زمین پر جھکا۔ میرے بھائیوں نے پچھلا حصہ زمین پر رکھ دیا حسنؑ بھائی نے ایک جگہ کدال سے زمین کو کھودا تو ایک پتھر برآمد ہوا جس پر لکھا ہوا تھا۔ یہ قبر نوحؑ نے طوفان سے سات سو برس قبل وصی مصطفیٰ علیؑ ابن ابی طالب کے لیے تیار کی ہے۔ دونوں بھائیوں نے مل کر پتھر ہٹایا۔ بابا کو سپرد قبر کیا مجھے آج تک وہ آواز یاد ہے۔ ہاتف غیبی نے کہا اے اہل بیت نبی اللہ آپ کی تعزیت فرمائے۔ پھر آواز آئی اب آپ واپس گھر جائیں قبر درست ہو جائے گی۔ (الدمعتہ الساکبہ)

اکیس (۲۱) رمضان کی رات اہل بیت محمدؐ کے لیے قیامت کی رات تھی۔ کوفہ کے در و دیوار سے رونے کی صدا بلند ہوئی۔ گریہ و زاری سے تہلکہ پڑا تھا۔ زمین ہل رہی تھی آسمان تھرا رہا تھا۔ زہر کا اثر تمام جسم میں دوڑ چکا۔ ہونٹ نیلے پڑ چکے۔ پیشانی پر موت کا پسینہ آنے لگا۔ آپ نے تمام فرزندان اور اہل بیت کو جمع کر کے امام حسنؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ ایک ایک کو گلے لگایا۔ وداع کیا فرمایا خدا تمہارا نگہبان اور محافظ ہے وہی کافی ہے اسی کا سہارا اسی کا بھروسہ ہے۔ بیٹیوں نے کوشش کی مگر کھانا نہ کھا سکے۔ دل میں خدا کی یاد زبان پر خدا کا ذکر پیشانی سے پسینہ ٹپکا۔ آپ نے خود ہی سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کی۔ گرد فرزند رو رہے تھے۔ پاس بیٹیاں سر پیٹ رہی تھیں اہل بیت ماتم کر رہے تھے۔ ادھر سورۃ یٰسین ختم ہوا۔ ادھر دم اکھڑا اولاد پر حسرت بھری نظر ڈالی۔ لبوں کو جنبش ہوئی۔ لا الہ الا اللہ کہتے کہتے طائر روح مقدس آشیانہ قدس کو پرواز کر گیا۔ اہل بیت علیہم السلام میں قیامت برپا تھی۔ سیدانیوں کے دلخراش بین سے زلزلہ کے آثار نمایاں

تھے۔ حسنینؑ کے رونے سے عرش الٰہی لرز رہا تھا۔ ۴ سال ۹ ماہ خلافت کی زحمتیں اٹھا کر ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ فرزندوں نے غسل دیا۔ رسول خداؐ سے بچے ہوئے کافور و کفن و حنوط دیا۔ امام حسنؑ نے نماز پڑھائی۔ بنی ہاشم اور مخصوص اصحاب جنازہ اٹھا کر لے گئے۔ وصیت کے مطابق کھدی کھدائی قبر ملی۔ اس میں سے لوح نکلی جس پر لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ قبر نوحؑ پیغمبر کی کھودی ہوئی علیؑ ابن ابی طالب کے لیے ہے۔ قبر میں اتارا دفن کر کے زمین ہموار کر دی تاکہ پتہ نہ چلے راز الٰہی کی قبر کو راز ہی رکھا۔

آپ کی شہادت کے دن آسمان سے خون برسا۔ زمین سے جو سنگ ریزہ اٹھایا گیا۔ خون تازہ جوش مارتا نظر آیا۔ جلاء العیون (جلد اول) میں امام حسنؑ نے فرمایا کہ جناب امیرالمومنین کے غسل میں فرشتوں نے ہماری مدد کی فرشتوں نے جنازے کو اٹھایا ہم ملائکہ کے پروں کی آواز سنتے تھے۔ اور آواز تسبیح و تقدس ملائکہ کانوں میں آتی تھی۔ امام صادقؑ سے روایت ہے جس رات علیؑ ابن ابی طالب شہید ہوئے۔ جس جگہ سے لوگ پتھر اٹھاتے تھے اس کے نیچے سے تازہ خون جوش مارتا تھا۔

رسول خداؐ نے فرمایا تھا اے علیؑ جب تم شہید ہو گے تم پر زمین و آسمان چالیس سال روئیں گے ابن عباس نے کہا جب حضرت علیؑ کوفہ میں شہید ہوئے تین روز تک آسمان سے خون برسا۔ لوگ ابن ملجم کو سخت سزا دینے کے حق میں تھے۔ کوئی کہتا تھا۔ لوہے کی گرم سیخ اس کی آنکھوں میں ٹھوک دینی چاہیے۔ کسی نے کہا اسے زمین میں گاڑ کے تیروں کی بارش کی جائے کسی نے کہا ہاتھ پاؤں قلم کرنے چاہیے۔ پھر قتل کیا جائے۔ کسی نے سولی کے لیے کہا۔ لیکن امام حسنؑ نے فرمایا کہ میں اپنے والد گرامی کی وصیت پر عمل کروں گا۔ صرف ایک ضرب لگاؤں گا۔ اور ابن ملجم سے کہا تو نے امیرالمومنین کو قتل کر کے دنیا میں فساد عظیم برپا کیا ہے۔ یہ کہہ کر ایک ضرب لگائی اور داصل جہنم کیا۔ کوفہ والوں نے اسے گڑھے میں ڈال دیا۔ اس سے مدتوں فریاد کی آواز آتی رہی۔

زیارت قبر حضرت علی علیہ السلام

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے علیؑ سے فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت کی محبت کو آسمانوں کے سامنے پیش کیا سب سے پہلے ساتویں آسمان نے ہماری محبت کو قبول کیا اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے اس کو عرش اور کرسی سے مزین کیا پھر چوتھے آسمان نے ہماری محبت کو قبول کیا اس کو بیت معمور سے زینت بخشی پھر آسمان دنیا نے ہماری محبت کو قبول کیا اس کو ستاروں سے سجایا پھر زمین حجاز نے ہماری محبت کا اقرار کیا اس کو خانہ کعبہ سے پھر سر زمین شام نے اس کو بیت المقدس سے پھر زمین مدینہ نے اس کو میری قبر کے ہونے سے شرف بخشا پھر زمین کوفہ نے ہماری محبت کو قبول کیا اے علیؑ اس کو آپ کی قبر سے شرف عطا کیا علی علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ میں عراق میں جو کوفہ ہو گا وہاں دفن ہوں گا فرمایا ہاں اس کے باہر تمہاری قبر بنے گی تم غریین اور سفید ٹیلوں کے درمیان قتل کئے جاؤ گے اس امت کا بدبخت آپ کو شہید کرے گا جس کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم ہو گا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا وہ شخص صالح نبی کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے والے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بدبخت ہو گا اے علی عراق کے لوگوں کی ایک ہزار تلواریں تمہاری مدد کریں گی کتاب فضل الکوفہ میں ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ نے خورنق سے لے کر جرہ وہاں سے کوفہ تک چالیس ہزار درہم میں زمینداروں سے زمین خرید فرمائی ایک شخص نے امیرالمومنین کی خدمت میں عرض کیا آپ اس قدر بہت مال دے کر ایسی زمین خرید فرما رہے ہیں جس میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوفہ کے باہر اولین اور آخرین کے ستر ہزار آدمی محشور ہوں گے جو بلا حساب بہشت میں داخل ہوں گے میں چاہتا ہوں کہ وہ لوگ میری زمین میں محشور ہوں۔

امیرالمومنین نے حسینؑ سے فرمایا کہ تم میرا جنازہ لیے ہوئے کھدی ہوئی قبر بنی ہوئی لحد رکھی ہوئی اینٹ کے پاس پہنچ جاؤ گے پھر مجھے لحد میں اتار دینا اور

اینٹوں سے میری قبر ڈھانپ دینا اور سر کی جانب ایک اینٹ اونچی کر دینا جو کچھ سن رہے ہو اس کا خاص خیال رکھنا حسینؑ نے اینٹیں لگانے کے بعد سر کی جانب سے ایک اینٹ کو نکال لیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبر میں کوئی چیز موجود نہیں تھی اچانک غیب سے ایک آواز آئی کہ امیرالمومنین اللہ کے نیک بندے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبیؐ کے ساتھ ملا دیا ہے اللہ تعالیٰ الہامی نبی کے بعد اوصیا کے ساتھ کرتا اگر کوئی نبی مشرق میں مرے اور اس کا وصی مغرب میں مرے تو اللہ تعالیٰ وصی کو نبی سے ملا دیتا ہے احمد بن حباب سے مروی ہے کہ امیرالمومنین نے کوفہ سے باہر دیکھ کر فرمایا کہ کس قدر ظاہر خوبصورت اور گڑھا پاکیزہ ہے اے معبود میری قبر اس میں بنانا حسین بن اسماعیل میوفی ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے پیدل چل کر امیرالمومنین کی ضریح مبارک کی زیارت کی اس کو ہر قدم پر حج اور عمرہ کا ثواب عطا ہو گا اگر گھر میں واپس بھی پیدل آیا تو ہر قدم پر دو حج اور دو عمرہ کا ثواب ملے گا سلسلہ اسناد کو اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔

راوی صاحب کا بیان ہے کہ میں عبداللہ کی خدمت میں حاضر تھا امیرالمومنین علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہا اے مارو کے بیٹے جس نے میرے دادا کی زیارت اس کے حق کو پہچانتے ہوئے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ایک حج مقبول اور ایک عمرہ منظور کا ثواب لکھے گا۔ خدا کی قسم مارو کے فرزند وہ قدم کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا جو ایک دفعہ پیدل چل کر یا سوار ہو کر امیرالمومنین کی قبر کی زیارت کے لیے گرد آلود ہو اس حدیث کو اب زر سے تحریر کر لے مفاتیح الجنان میں شیخ طوسی رحمتہ اللہ علیہ سے بسند صحیح محمد بن مسلم کے واسطہ سے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ملائکہ سے زیادہ کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی ہر روز ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور بیت المعمور کا طواف کرنے کے بعد وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور جب خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہو جاتے ہیں تو جناب

رسول خداؐ کی قبر کی زیارت کے لیے آ کر آنجناب پر امیرالمومنین علیہ السلام کی قبر پر آتے ہیں اور اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر جا کر سلام کرتے ہیں اور اس کے بعد آسمان کی طرف لوٹ جاتے ہیں یہ سلسلہ ہر روز قیامت تک چل رہا ہے اور زائر علی علیہ السلام کے لیے ایک لاکھ شہید کا ثواب لکھا جائے گا اور اس کے گزرے ہوئے گناہوں کو بخش دے گا۔

اور وہ قیامت کے دن قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ محشور ہو گا اور اس کا حساب و کتاب آسانی سے ہو گا اور اس کا ملائکہ استقبال کریں گے اور جب زیارت سے واپس لوٹے گا تو ملائکہ اس کو گھر تک چھوڑنے جائیں گے اور اگر بیمار ہو جائے تو ملائکہ اس کی عیادت کو آئیں گے اور اگر مر جائے تو ملائکہ اس کے جنازہ کی تنشیع کریں گے اور اس کے بخشے جانے کی قبر تک دعا کریں گے سید عبدالکریم بن طاؤس نے فرحتہ الغری میں آنخضرت سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص جناب امیرالمومنین کی زیارت کے لیے پیدل جائے تو خداوند عالم اس کے لیے ہر قدم پر ایک حج اور عمرہ کا ثواب عنایت فرمائے گا اور اگر پیدل واپس گھر آئے گا تو اس کے لیے ہر قدم دو حج اور عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا نیز آنخضرت سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابن مارد سے فرمایا ہے کہ اے مارد کے فرزند جو شخص میرے جد بزگوار امیرالمومنین کی زیارت آپ کے حق کا عارف ہوتے ہوئے کرے تو خداوند عالم اس کے لیے ہر قدم پر ایک حج مقبول اور عمرہ قبول لکھے گا۔

اے فرزند مارد بخدا ان قدموں کو کہ جن پر امیرالمومنین کی زیارت میں خاک پڑی ہو خواہ پیدل گیا ہو یا سوار اسے جہنم کی آگ نہیں جلائے گی مفاتیح الجنان میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے حضرت امیرالمومنین کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک لاکھ حسنہ عنایت فرمائے گا اور ایک لاکھ گناہ مٹا دے گا اور ایک لاکھ درجہ بلند کرے اور ایک لاکھ حاجتیں پورے کرے اور ہر قدم پر صدیق اور شہید کا ثواب لکھے گا۔

مفاتیح الجنان میں زیارت مطلقہ امیرالمومنین دی ہوئی ہے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جو شخص امیرالمومنین کی قبر پر زیارت پڑھے گا اور جتنے فرشتے امیرالمومنین کی زیارت کر چکے ہیں ان تمام فرشتوں کی زیارت کا ثواب بھی اس زیارت پڑھنے والے کو ملے گا جب کہ ایک رات میں ستر لاکھ فرشتے امیرالمومنین علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر مومن کو چہاردہ معصومین علیہ السلام کی زیارت نصیب فرمائے۔

سیرت امیرالمومنین

حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو تعلیم و تربیت کا جیسا گہوارہ نصیب ہوا۔ وہ دنیا میں کسی کو نصیب نہ ہو سکا۔ انہوں نے رسول خداؐ کی گود میں آنکھیں کھولیں۔ انہی کی پاکیزہ گود میں پرورش پائی۔ اور بچپن سے لے کر جوانی کا پورا زمانہ انہی کے ساتھ گزارا۔ انہی کے سرچشمہ علم و ہدایت سے فیض یاب ہوئے اور انہی کی زبان چوس کر پھولے پھلے اور پروان چڑھے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد فرماتیں ہیں۔ جب علیؑ پیدا ہوئے تو پیغمبر نے ان کا نام علیؑ رکھا۔ اور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ٹپکایا۔ اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی۔ جسے چوستے چوستے سو گئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو ہم نے دایہ تلاش کی مگر علیؑ نے کسی کی چھاتی کی طرف منہ نہ بڑھایا۔ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یاد کیا۔ آپ نے زبان علیؑ کے منہ میں دی وہ میٹھی نیند سو گئے۔ اور جب تک خدا نے چاہا ایسا ہی ہوتا رہا۔ (سیرت نبویہ و احلان صحفہ ۱۷۶)

اگرچہ زمانے رضاعت میں آپ ماں کی گود میں پرورش پائے تھے۔ مگر اس نومولود کی دیکھ بھال زیادہ تر پیغمبر اکرمؐ خود کرتے۔ اپنے ہاتھ سے نہلاتے دھلاتے۔ پیر و گود میں لیے رہتے۔ سوتے تو خود جھولا جھولاتے۔ جاگتے تو لوری دیتے۔ اور غیر معمولی محبت کو گرم جوشی کا اظہار کرتے اور ماں باپ سے بڑھ کر نگرانی و تربیت میں حصہ لیتے۔ بلکہ چھ برس کے سن میں علیؑ مستقل طور پر پیغمبر کی تربیت و کفالت میں آ گئے۔ اور ماں باپ دونوں ان کی طرف سے مکمل بے فکر ہو گئے۔

رسول خداؐ آپ کو اپنے ہاتھوں سے کھلاتے پلاتے اپنے قریب سلاتے۔ شب و روز نظروں کے سامنے رکھتے اور ان کی تمام ضروریات کا خود اہتمام کرتے۔ حضرت علیؑ نے رسول خداؐ کی پرورش کے بارے میں فرمایا۔ "میں بچہ تھا" رسول خدا نے مجھے گود میں لیا تھا۔ اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ اور اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو

مجھے سونگھاتے تھے۔ پہلے آپ کسی چیز کو چباتے تھے۔ پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دے دیتے تھے۔ (نہج البلاغہ)

ایک جگہ اور حضرت علیؑ اس تربیت کے بارے میں فرماتے ہیں جو رسول خدا نے ان کی اخلاقی تربیت کی ہے۔ ''میں رسول خدا کے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے آپ ہر روز میرے لیے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے'' (نہج البلاغہ)

یہی وجہ ہے حضرت علیؑ کی سیرت میں سیرت نبوی کی جھلک اور ان کے اخلاق میں اخلاق نبوی کا پرتو نظر آتا ہے۔ حضرت علیؑ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ میرے سینے میں وہ علم ہے۔ جو رسول اللہ نے مجھے اس طرح بھرایا تھا۔ جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو دانہ بھراتا ہے۔ جس طرح پرندہ اپنے پھوٹے میں جمع کی ہوئی غذا جوں کی توں اپنے بچے کے منہ میں منتقل کرتا ہے۔ اسی طرح پیغمبر نے وہ تمام علوم گو شریعت کے ہوں یا حکمت کے قرآن کے ہوں یا سنت کے اخلاق کے ہوں یا سیاست کے ظاہر کے ہوں یا باطن کے حاضر کے ہوں یا غیب کے جوں کے توں ان کے سینہ میں منتقل کر دیئے۔ اور ان میں کوئی تفسیر و تبدن اور رد و بدل نہیں ہوا۔ اس تربیت علمی کے بعد فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ۔ حضرت علیؑ خندان جبیں شگفتہ مزاج بے غرض و اخلاق کا پیکر غریبوں کے ہمدرد یتیموں کے غم خوار اور اخلاق نبوی کا مکمل نمونہ تھے۔ اسی لیے اخلاق رسول کی جھلک آپ کے ہر قول و فعل میں نظر آتی ہے۔ پیغمبر کے بعد اگر صاحب خلق عظیم کوئی کہلا سکتا ہے۔ تو آپ ہی کی ذات تھی۔ اپنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ سبھی کرتے ہیں۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا۔ جس کی مثال سے دنیا خالی ہے۔

جنگ صفین میں معاویہ کا جب گھاٹ پر قبضہ ہو گیا۔ تو اس نے آپ اور آپ کے اصحاب پر پانی بند کر دیا۔ مگر جب آپ نے قبضہ پایا اور معاویہ کے سپاہی پانی لینے آئے۔ تو آپ نے غیر معمولی شریفانہ برتاؤ ان کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا پانی خدا کا ہے۔ ہر جاندار کا حق ہے۔ جاؤ جتنا دل چاہے پیو اور جتنا دل چاہے

بھر کے لے جاؤ۔ (تاریخ کامل)

کسی جنگ میں ایک یہودی کو حملہ کر کے گرا دیا۔ پھر چاہا تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں۔ اس نے اپنے کو مجبور پا کر آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ نے اسے فوراً" چھوڑ دیا۔ اس نے خود دریافت کیا۔ آپ نے مجھ پر قابو پا کر مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ فرمایا تجھے صرف خدا کی خوشی کے لیے قتل کر رہا تھا۔ جب تو نے تھوکا مجھے غصہ آگیا۔ میری خواہش نفس تیرے قتل میں شریک ہو گئی۔ اس لیے میں تجھ سے علیحدہ ہو گیا۔ تاکہ کسی خواہش نفس کیوجہ سے تجھے نہ قتل کروں یہ سن کر وہ فوراً" مسلمان ہو گیا۔ مقابل پر قابو پا کر رحم کرنا۔ دشمن کے مجبور ہونے کے بعد اس کی سختیوں کا جواب نرمی سے دینا۔ ظالم کی مخالفانہ شدتوں پر صبر کر کے اختیار پانے کے بعد اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا۔ جفاکاروں کی وحشیانہ حرکات کو غالب ہونے کے بعد یاد نہ رکھنا اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔ مخالف کے بے پناہ توڑے ہوئے مصائب کو اسے مغلوب کرنے کے بعد بھول جانا۔ اور اس کی خاطر و مدارت کرنا قاتل کے بزدلانہ حملہ کو اس کی گرفتاری کے بعد فراموش کر دینا اور اسے شربت پلانا کھانے پینے کا انتظام کرا دینا۔ علیؑ اور صرف علیؑ کا کام تھا۔ اگر دنیا ان کے حسن اخلاق کا کلمہ پڑھے تو کیا۔ تعجب ہے۔ انہی واقعات کو لکھنے کے بعد عیسائی، مجوسی، یہودی، اپنے پرائے لکھتے ہیں۔

دنیا میں بڑے بڑے بااخلاق گزرے ہیں مگر علیؑ ابن ابی طالب سا بے مثال اخلاق کا مالک نہ پیدا ہوا تھا اور نہ ہو گا۔ اسی طرح آپ کے اخلاق میں مروت اسقدر مشہور ہے جو کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ کھلم کھلا دشمنی کی اور آپ کے فضائل چھپائے۔ آپ نے ایسے مخالفین کے مقابلے پر مروت سے کام لیا۔ جنگ جمل کے قیدیوں کا رہا کر دینا۔ حضرت عائشہ کو باعزت طریقہ سے مدینہ واپس کرنا۔ ناشائستہ انسانیت سوز الفاظ کہنے والوں سے برا سلوک نہ کرنا یہ وہ اعلیٰ درجہ کی مروت ہے جو صرف آپ ہی کا کام تھا۔

میدان صفین میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ آفتاب کی تیزی مسلح فوجی بے آب تھے۔ قنبر نے دودھ کا شربت پیش کیا۔ آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا۔ قنبر مجھ سے یہ نہ ہو گا۔ کہ میں اپنی پیاس تو بجھا لوں۔ میری فوج اور خاندان کے ہزاروں تشنہ لب جو راہ خدا میں اپنا خون پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ پیاسے رہیں۔ جاؤ مجھ سے زیادہ پیاسا جو نظر آئے اسے پلا دو۔ جب معاویہ حضرت علیؑ کے مقابلے میں عاجز آگیا تو اس نے عام بغاوت پھیلانے کے لیے خفیہ فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ صوبہ ہیت کمیل بن زیاد یہاں کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا اور اجازت طلب کی کہ ہم بھی علاقہ قرقسیا کو لوٹ لیں۔ یہ شام کی حکومت میں شامل تھا۔ مگر حضرت علیؑ نے اسے سخت ناپسند کیا اور کمیل کے جواب میں اس قسم کے اقدام کی سخت ممانت کی اور فرمایا۔ اگر معاویہ مخلوقات خدا پر ظلم و تشدد کرتا ہے۔ تو کیا ہم بھی ویسا ہی کرنے لگے۔

حضرت علیؑ کا صبر ضرب المثل ہے بچپن سے جناب رسول خدا کے ہمراہ رہ کر تمام تکلیفوں میں شریک رہے اور صبر کیا۔ کفار کی ایذا رسانی برداشت کی اور صبر کیا۔ غذوات میں زخم پر زخم کھائے اور صبر کیا۔ حضرت فاطمہؑ کے مصائب پر صبر کیا۔ نواصب اور خوارج کے مکر و حیلا سختیاں' بے ایمانیاں دیکھیں اور صبر کیا آخر میں قاتل کی زہر آلود تلوار کی مصیبت جس نے تمام بدن میں زہر دوڑا کر سخت اذیت پہنچائی۔ برداشت کر کے صبر و ضبط کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

اکثر و بیشتر کفار رسول خدا کو تکلیفیں دینا چاہتے تھے۔ آپ اپنے اوپر لے کر پیغمبر کو بچاتے تھے۔ رسولؐ خدا کے ساتھ فاقے کر کے بھوک کی تکلیف پیاسے رہ کر پانی کی تکلیف برداشت کی مگر استقلال کے ساتھ صبر کیا۔ اور آپ نے اپنے شیعوں کو بھی صبر کی تلقین فرمائی۔ الغرض حضرت علیؑ پر جتنی مصیبتیں پڑیں ان کا تحمل کسی دوسرے کے بس میں نہ تھا۔

جس قدر بھی آپ کی مصیبتیں بڑھتی گئیں حمد و شکر الٰہی میں اضافہ ہوتا

گیا۔ آپ کا تقویٰ اس حد تک پہنچا ہوا تھا۔ کہ خدا نے آپ کو امام المتقین کا لقب دیا۔ رسول نے نیکو کاروں کا سردار فرمایا۔ سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں حضرت علیؑ کے کئی خطبے نقل کر کے لکھا ہے۔ حضرت علیؑ ایمانداروں کے امیر اور اہل تقویٰ کے امام تھے۔ جن کی پیشانی کو اللہ نے بت پرستی سے بچائے رکھا۔ منبر پر خود فرمایا میں نون و قلم ہوں۔ میں تاریکیوں کا چراغ سیدھا۔ راستہ فاروق اعظم۔ بناء عظیم۔ وارث علوم انبیاء ہوں آپ اس منزل پر فائز تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ اگر میری نظروں سے تمام حجابات اٹھا دیے جائیں۔ تو میرے یقین میں اضافہ نہیں ہو گا۔ اور یہی وجہ ہے کہ علیؑ نے مقامات کثیرا پر ارشاد فرمایا ہے۔ میں باب المقام ہوں۔ میں حجتہ الخصام ہوں۔ میں دابتہ الارض ہوں۔ میں صاحب عصا ہوں میں فاصل قضا ہوں میں نجات کی کشتی ہوں۔ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا۔ جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔ نیز امیرؑ نے فرمایا۔ میں درخت ندا ہوں۔ حجاب الوریٰ ہوں۔ میں صاحب الدنیا ہوں۔ میں حجتہ الانبیاء ہوں۔ میں زبان مبین ہوں۔ میں حبل متین ہوں۔ میں نباء عظیم ہوں۔ جس سے لوگ منہ موڑے ہوئے ہیں۔ جس کے متعلق قیامت میں سوال کیا جائے گا۔ اور جس کے بارے میں لوگ اختلاف کرتے ہیں فرمایا اے معبود تیری عزت تیرے جلال تیرے بلند مقام کی قسم میں نے کبھی دشمن سے خوف نہیں کھایا اور نہ ہی میں نے کبھی اپنے دوست کی خوشامد کی ہے نعمتوں پر تیرے سوا اور کسی کا شکر ادا نہیں کیا۔

حضرت ایک مناجات میں فرماتے ہیں اے معبود میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرا ولی ہوں۔ تو نے مجھے چن لیا۔ میرا ارتقا کیا۔ مجھے بلند کیا۔ مجھے مکرم کیا۔ تو نے مجھے اپنے اصفیا کے مقام اور اپنے اولیاء کی خلافت کا وارث گردانا۔ مجھے غنی بنایا۔ اور لوگوں کو دین اور دنیا میں میرا محتاج بنایا۔ مجھے عزت عطا کی۔ اور لوگوں کی گردنیں میری طرف جھکا دیں۔ اپنے نور کو میرے دل میں جاگزیں کیا۔ اپنے سوا اور کسی کا مجھے محتاج نہ بنایا۔ مجھے اپنی نعمتیں عطا کیں۔ اپنی ذات کے سوا اور کسی

شخص کا احسان مجھ پر قرار نہ دیا۔ تو نے مجھے اپنے حق کے زندہ رکھنے کے لیے قائم کیا۔ اپنی مخلوق پر مجھے گواہ بنایا میں تیری رضامندی اور ناراضگی پر رضامند اور ناراض ہوتا ہوں میں صرف حق بات کہتا ہوں۔ میں صرف سچ بولتا ہوں حضرت امیرؑ جنگ صفین کے موقعہ پر کرتا پہنے ہوئے صفوں کے درمیان چل رہے تھے۔ امام حسنؑ نے عرض کیا کہ یہ جنگ کا لباس ہے فرمایا۔ اے بیٹا۔
ان اباک لایبالی دقع علی الموت اووقع الموت علیه تیرے باپ کو اس بات کی مطلق پروا نہیں ہے۔ وہ خود موت پر جا پڑے یا موت اس پر واقع ہو جائے۔ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے اس امت کا بدبخت ترین انسان اس بات کا منتظر ہے کہ میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگین کرے۔ جب ابن ملجم نے اللہ اس پر لعنت کرے۔ حضرت پر اپنی تلوار کا وار کیا۔ تو آپ نے فرمایا فزت برب الکعبه۔ رب کعبہ کی قسم میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب بھی کوئی فیصلہ کیا تو اپنے پرائے' دوست' دشمن' موافق مخالف کسی کی رعایت نہ کی۔ سب کو ایک نگاہ سے دیکھا تمام مال رعایا میں مساوی تقسیم کیا۔ جب کہیں سے خراج آتا تھا۔ تو اسی دن بحصہ مساوی بانٹ دیتے تھے۔ نہ اپنے لیے کبھی کوئی چیز مخصوص کی نہ کسی قرابت دار یا عہدیدار کے لیے مال تقسیم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ سے جھاڑو دے کر مصلے بچھا کر نماز پڑھتے تھے۔ پھر فرماتے تھے۔ اے زمین گواہ رہ مسلمانوں کا مال تجھ میں علی نے کبھی جمع نہیں کیا مال کی تقسیم میں یہاں تک احتیاط فرماتے تھے۔ کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اگر رہ جاتی تو اس کے ٹکڑے کر کے سب میں تقسیم کر دیتے تھے اصفہان سے کچھ مال آیا۔ اس میں ایک روٹی بھی تھی۔ آپ نے مال کے سات حصے کیے پھر تمام مستحقین میں برابر برابر تقسیم کیے۔ ہمیشہ بیت المال کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا خزانچی سے حساب کر کے اہل اسلام پر خود تقسیم فرماتے تھے۔ تقسیم کے وقت ایک عربیہ دوسری عجمیہ آپ کی خدمت میں آئیں آپ نے

دونوں کو پچیس(۲۵) پچیس درہم دیئے۔ عربیہ نے چلا کر کہا یہ عجمیہ میرے
برابر پانے کی حق دار نہیں ہو سکتی آپ نے جواب دیا۔ مال مسلمین میں بنی
اسمٰعیل کو بنی اسحٰق پر کوئی ترجیح نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم میرے
لیے ساری رات نرم بستر پر بسر کرنے کی بجائے کانٹوں پر اور میرے ہاتھ پاؤں
زنجیروں میں جکڑ کر کوچہ بازار میں پھرایا جانا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے۔ کہ
اللہ کی بارگاہ میں ایسی حالت میں پیش ہوں کہ خدا کے کسی بندے پر ظلم اور کسی
کا حق غصب کیا ہوا ہو۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۴)

جب آپ کے بھائی عقیل ابن ابو طالب جو کے کثیرالعیال اور تنگدست
تھے بیت المال سے دوسروں کی نسبت اپنے مقرر کردہ وظیفے میں اضافہ کا مطالبہ
کرتا ہے تو لوہا گرم کرکے اپنے بھائی کے نزدیک لے جاتے ہیں۔ جب وہ اس کی
گرمی سے چیخ اٹھتا ہے تو وہ اسے کہتے ہیں "تم دنیاوی آگ کی معمولی گرمی سے چیخ
اٹھے ہو لیکن اپنے بھائی کو جہنم کی آگ میں جھونکنے سے نہیں گھبراتے جس کے
شعلوں کو خداوند ذوالجلال کے قہر و غضب نے بھڑکایا ہوا ہے"

حضرت علیؑ علیہ السلام کو انکساری بے حد پسند تھی۔ آپ نے نہ کبھی غرور
کیا نہ غرور کرنے والے کو پسند کیا۔ ہمیشہ اپنے کام خود انجام دیتے تھے۔ اور فرماتے
تھے۔ میں خدا کا ایک ذلیل بندہ ہوں کبریائی صرف خدا ہی کے لیے زیبا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں میرے جد بزرگوار علیؑ ابن ابی
طالب خود لکڑی لاد کر پانی بھر کر لاتے تھے۔ گھر میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے
تھے۔ حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا چکی پیستی۔ آٹا گوندھتی روٹی پکاتی تھیں۔

آپ غربا اور فقرا سے بھی عاجزی اور انکساری سے ملتے ان کا حال پوچھتے
اور ہر ممکن مدد کرتے تھے۔ ایک دن جب آپ نے ایک بڑھیا کو دیکھا کہ سر پر
بوجھ لاد کر جا رہی ہے۔ اور چل نہیں سکتی۔ آپ نے اس کا بوجھ گھر تک پہنچایا۔
اسی طرح حضرت نے خطبہ میں خلیفہ وقت اور امام عصر کے صفات بیان فرمائے۔
حاضرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر بے حد تعریف کی تو آپ نے فوراً

خطبہ کا رخ موڑ لیا۔ اور فرمایا۔ جس کی نگاہ میں خدا کی عظمت و جلالت سما چکی ہو۔ اس کی نظر میں ہر چیز حقیر ہو جاتی ہے۔ خدا کے علاوہ ہر ایک کو عاجز و حقیر جاننے لگتا ہے۔ سب سے برا وہ حاکم ہے۔ جو تکبر و فخر کرے۔ اور اپنے مدح کو پسند کرے۔ تمام تعریفوں کا مستحق صرف اور صرف خدا کی ذات ہے۔ تم لوگ ہرگز میرے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو ظالم و جابر بادشاہوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ خطا سے بچائے رکھے۔ ہم تم دونوں خدا کے بندے ہیں اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔ اس کلام سے واضح ہو گیا۔ کہ آپ کتنے متواضع تھے۔ باوجود معصوم و ظاہر و مظہر ہونے کے ساتھ ہمیشہ انکساری سے اپنے کو خدا کا معمولی بندہ سمجھتے رہے۔

آپ کے مزاج میں اس قدر رحم تھا کہ دشمن کی بھی تکلیف آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ جبھی تو قاتل کو پیاسا دیکھ کر شربت پلوایا۔ کھانے کا انتظام کیا۔ اگر سن لیتے تھے کوئی بھوکا ہے تو اس کے کھانے اور کوئی ننگا ہے تو لباس کا اگر قرض دار ہے تو ادا قرض کا انتظام فرماتے تھے بیمار کی تیمار داری' عیادت' خبرگیری فرماتے تھے مسافر کی سواری راہ کا اہتمام اپنا فرض سمجھتے تھے۔ خود فاقہ کرتے بھوکوں کو کھانا کھلاتے خود پیوند پر پیوند لگاتے محتاجوں کا تن ڈھانپتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے اپنے کھانے سے دوسروں کو کھلانے میں اپنے پہننے سے دوسروں کو پہنانے میں اپنے آرام اٹھانے سے دوسروں کو آرام پہنچانے میں زیادہ لطف حاصل ہوتا ہے۔

آپ بازار کوفہ میں جب نکلتے تو بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ بتاتا۔ بوڑھوں اور کمزوروں کی مدد کرتے۔ اپاہجوں سے نیک سلوک کرتے۔ کسی کو غلط قرآن پڑھتے سن کر بتاتے ہوئے چلتے تھے۔ حضرت علیؑ نے ایک دن غلام کو آواز دی اس نے جواب نہ دیا۔ باہر دیکھا تو وہ شخص موجود تھا۔ وجہ دریافت کی اس نے کہا قصور ہوا ہے۔ مولا یہ خطائیں اس لیے ہوتی ہیں کہ ہم لوگوں کو اطمینان ہے کہ آپ سزا نہ دیں گے۔ فرمایا الحمد للہ۔ خدا کے بندے مجھ سے خوف زدہ نہیں

ہوتے یہ کہہ کر اسے آزاد کر دیا۔ (فضائل احمد)

جب حسنین علیہ السلام حضرت علیؑ کو دفن کر کے واپس ہوئے تو ویرانہ کی طرف گزر ہوا۔ کسی بے چارہ کے رونے کی آواز کان میں آئی جسے سن کر دونوں شہزادے تڑپ گئے۔ بڑھ کر دیکھا ایک مفلوج نابینا خاک پر درد سے کراہ رہا ہے۔ حضرت امام حسنؑ نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اس نے خفا ہو کر اپنا سر ہٹا لیا۔ اور پھر زمین پر رکھ لیا۔ امام حسینؑ نے کہا بھائی شاید زانو پر سر رکھنے سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے اس نے سر ہٹا لیا۔ اب جو اس نے آواز سنی تو پریشان ہو گیا۔ اور کہنے لگا مجھے معاف کیجیے میں نے دھوکا کھایا۔ میرا ایک پرورش کرنے والا تھا۔ میں سمجھا وہ ہے۔ پوچھا وہ کون ہے جواب دیا میں اس خرابہ میں سال بھر سے پڑا ہوں۔ اندھا ہوں۔ مفلوج ہوں۔ ایک شخص یہاں روزانہ آتا تھا۔ میرا سر اپنے زانو پر رکھتا میرا بدن دباتا تھا۔ روٹی اور میوے کھلاتا تھا۔ میں نے کئی بار اسکا نام پوچھا لیکن اس نے نہ بتایا مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ خدا کا نیک بندہ تھا۔ کیونکہ کسی وقت ذکر خدا سے غافل نہیں ہوتا تھا۔ افسوس آج تین دن ہو گئے وہ مجھ سے نہیں ملا خدا جانے اس پر کیا گزری۔ یہ سن کر وہ دونوں شہزادے رونے لگے فرمایا۔ اے بندہ خدا وہ ہمارے پدر بزرگوار علیؑ ابن ابی طالب تھے۔ ایک شقی نے ۱۹ رمضان کی صبح کو تلوار ماری۔ آج شب کو ان کا انتقال ہو گیا۔ اسوقت ان کو دفن کر کے واپس آ رہے ہیں۔

یہ سن کر وہ مفلوج تڑپ تڑپ کر رونے لگا اور عرض کیا۔ احسان کر کے آپ مجھے اس کی قبر تک لے چلیے۔ حسنین علیہ السلام اٹھا کر لے گئے۔ اس نے اپنا سر قبر پر رکھ کر دعا کی۔ خداوند اس بندہ کے بعد میری زندگی بے کار ہے۔ تجھے اسی صاحب قبر کا واسطہ ملک الموت کو حکم دے وہ میری روح قبض کر لیں۔ خدا نے دعا قبول کی۔ روح پرواز کر گئی۔

حضرت علیؑ نے کبھی مال رکھا ہی نہ تھا۔ جو کچھ بھی تھا کل کا کل بلا تاخیر فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر زکواۃ واجب نہیں

ہوئی۔ ہر وقت آپ مستجی زکواۃ اور صدقات برابر دیتے رہتے۔ ایک بار تو آپ نے ایسی زکواۃ دی جس کا چرچا اہل زمین سے بڑھ کر اہل آسمان میں ہوا اہل سنت کی مشہور کتاب تفسیر کبیر میں ہے کہ ایک سائل مسجد رسول میں آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے۔

حضرت علیؑ بھی تمام صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ سب لوگ رکوع میں تھے سائل نے سوال کیا۔ حضرت علیؑ نے وہ انگلی جس میں انگوٹھی تھی۔ بڑھائی سائل نے انگشتری اتار لی۔ واپس ہوا تو جبرائیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنو الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکواۃ و ھم راکعون۔ بس تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور حالت رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

حضرت علیؑ نے اکثر اپنے خطبات میں زکواۃ و خیرات کی بہت تاکید فرمائی ہے آپ کے خطبے میں ہے کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ زکواۃ دیتا رہے کیونکہ یہ واجب ہے یہ عبادتوں میں ایک مخصوص عبادت ہے۔ ایک اور خطبے میں فرماتے ہیں "تم دنیا میں صرف آزمائش کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ آدمی مرتا ہے تو اس کے قرابت دار پوچھتے ہیں کتنا مال چھوڑ گیا ہے۔ مگر فرشتے دیکھتے ہیں کتنا مال خیرات کر کے خدائی درسگاہ میں بھیج چکا ہے۔ بھائیو اپنے مال کا کچھ حصہ خیرات کے ذریعے خدا کی بارگاہ میں پہنچاؤ۔ جو تمہارے کام آئے۔ سب کا سب یہیں نہ چھوڑو جو وبال ہو جائے۔ حضرت علیؑ کی خیر و خیرات و صدقات سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے جس طرح حضرت علیؑ کا جواب نماز میں نہ ہوا روزے میں آپ کا مثل آج تک نہ ہو سکا۔ آپ کی صرف زبان ہی روزہ نہ رکھتی تھیں بلکہ آپ کے تمام اعضا روزے سے ہوتے تھے۔ آپ نے نماز و روزہ یوں ادا کیا۔ کہ قائم اللیل۔ صائم النہار لقب ہو گیا۔ اکثر روزے کی حالت میں جہاد بھی کیا۔ صبح سے روزے کی نیت کی۔ دن بھر جہاد کی مشقت برداشت کی رات کو افطار

کیا۔ آپ نے اہل بیت کو وصیت کی تھی دیکھو روزے کا خیال رکھنا کیونکہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا۔ وقت افطار کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ آپ پانی سے افطار کر کے دوسرے دن پھر روزہ رکھتے تھے۔ اہل اسلام کی تمام کتب میں موجود ہے کہ جب حسنین علیہ السلام بیمار ہوئے اور حضرت علیؑ نے بشرط صحت نذر مانی اور ان کو دیکھ کر معصومہ عالم حضرت فاطمہ دونوں شہزادے اور حضرت فضہ نے بھی روزوں کی نذر مانی ہر روز افطار کرنے لگتے تو سائل آ جاتا اور آواز دیتا نبی کے گھر والوں کو کہ میں بھوکا ہوں آواز سن کر دل کو چوٹ لگتی اپنی تکلیف بھول جاتے اور روٹیاں اس کو دے دیتے اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیتے۔ اسی طرح سائل مسلسل تین دن آیا اور آپ نے تینوں دن پانچوں روٹیاں سائل کو دے دی اور پانی سے روزہ افطار کر کے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔

جبرائیل امین خدمت خاتم المرسلین میں پیغام رب العالمین لے کر حاضر ہوئے عرض کیا۔ ارشاد رب العزت ہے اے میرے محبوب فاطمہؑ کے گھر جاؤ۔ ہمارے مخصوص بندوں کو دیکھو آنحضرت تشریف لائے۔ ہر ایک کی تباہ حالت دیکھی۔ فرمایا اے میرے اہل بیت تم کو بشارت ہو۔ خدا کی بارگاہ میں تمہارے روزے قبول ہو گئے۔ پورا سورۃ ھل اتٰی تیس آیتوں کا مجموعہ سب کی شان میں روٹیوں کے عوض نازل ہوا ہے۔ جس میں ان روزوں کی ان الفاظ میں تعریف ہے۔ یہ وہ بندے ہیں۔ جو نذر کو وفا کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں۔ جس کی مصیبت بہت طولانی ہو گی۔ مسکین۔ یتیم۔ اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں نہ تم سے عوض کے طالب نہ شکریہ کے خواستگار ہیں اسی طرح ایک نیکی کا بدلہ دس گنا اہل بیت نے حاصل کیا۔ اور فانی روٹیاں دے کر باقی مدح خرید لی۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ علاوہ رسالت مابﷺ کے آپ سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا کوئی نہیں گزرا لوگ آ کر آپ سے نماز شب نوافل وظائف سیکھا کرتے تھے۔ اس کی شان نماز کون بیان کر سکتا ہے۔ جو اپنی جان کی

حفاظت پر نماز کو ترجیح دیتا ہو صفین کی جنگ میں لیلتہ اتہر والی لڑائی میں دونوں صفوں کے درمیاں مصلیٰ بچھا دیا اور بے فکری کے ساتھ اس گھمسان لڑائی میں نماز پڑھتے رہے۔ دشمنوں کے تیر آپ کے چاروں طرف آ رہے تھے۔ کان کے پاس ہو کر نکل جاتے تھے۔ آپ کو ذرا بھی خوف نہ تھا۔ جب تک وظائف ختم نہ کیے وہاں سے نہ ہٹے۔ پھر لکھتے ہیں بھلا اس شخص کی نماز کو کون بیان کر سکتا ہے جس کی پیشانی پر سجدہ کرتے کرتے ایسے گھٹے پڑ گئے ہوں۔ جیسے اونٹ کے گھٹے پڑ جاتے ہیں۔ اہل سنت کی مشہور کتاب طبری میں رسالت ماب کا فرمان ہے کہ سب سے پہلے میرے ساتھ علیؑ نے نماز پڑھی۔

جب رسالت ماب کو جبرائیل آمین نے نماز سکھائی تو آنحضرتﷺ نے حضرت علیؑ کو سکھائی پھر دونوں ایک ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ (خرکوشی) الغرض علی علیہ السلام نے یوں نماز پڑھی کہ سوا رسالت مابﷺ کے کوئی مثل نہ ہوا۔ آپ کے خشوع و خضوع کے قائل دوست دشمن ہیں۔ ایک دن معاویہ نے اپنے دربار میں کہا "علی پر خدا رحمت نازل کرے ان کی طرح کوئی عبادت نہیں کر سکتا" حق یہ ہے جو پیدائش آدم علیہ السلام ہزاروں سال پہلے عالم انوار میں عبادت کرتا رہا ہو دنیا اس کی عبادت کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں رسول خداﷺ کے ساتھ گھر میں یا خدیجہؓ تھیں یا میں نبوت کی خوشبو سونگھتا۔ وحی رسالت کا نور دیکھتا۔ آیتوں کے نازل ہونے کے وقت شیطان کے کراہنے کی آواز سنتا رہتا تھا۔ میں وہ درخت ہوں جس کی جڑیں آب نبوت سے سینچی گئیں۔ جس کی رسالت کے دودھ سے آبیاری کی گئی۔ جس کی شاخیں امامت کے تنا سے پھوٹیں۔ خانہ وحی میں نشوونما ہوئی۔ جس گھر میں قرآن اترا اس میں پرورش ہوئی رسول خدا کی جوانی سے موت تک ان کے ساتھ رہا پھر میرا قیاس دوسروں پر کیسے ہو سکتا ہے۔ جو چلتے پھرتے کسی وقت ساتھ ہو جاتے تھے۔ پیغمبر اسلام مجھے جو کچھ سکھاتے یا اپنی ذہانت سے یا وحی سے جو اپنی ذہانت سے بتاتے تھے۔ اس میں بھی

غلطی کا امکان نہ تھا۔ جو وحی سے بتاتے تھے وہ خدائی تعلیم تھی۔ جس سے بہتر طریق تعلیم ممکن ہی نہیں۔ مجھے آنحضرت نے بچپن سے پالا تمام اخلاق حسنہ و اطوار حمیدہ سکھائے ساری دنیا سے بہتر بنا دیا۔ ساری زندگی حکمت کی غذا دی علم کا دودھ پلایا۔

جس طرح رسالت مابﷺ نے محبت کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی پرورش کی۔ حضرت علیؑ نے بھی ایسی اطاعت و فرمانبرداری کی جس کی مثال نہیں مل سکتی ہر تکلیف میں ساتھ رہے۔ ہر مصیبت میں سینہ سپر رہے۔ سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی جدا نہیں ہوئے اور پھر بھولے سے بھی ایسا کام نہ کیا۔ جو آنحضرت کی ناخوشی کا سبب ہوتا۔